علم اور دین

کاوش: علی شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان


بسم الله الرحمن الرحيم

علم

اور

دین

کاوش

علی شرف الدین

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... علم اور دین
مرتبین و منظمین ..... علی شرف الدین، کنزل العمران، ناصر شاہ
ابرار حسین، خادم حسین، محمد علی، تاثیر حسین شاہ
طبع اول..... ۱۸ جمادی اول ۱۴۴۸ھ
ناشر..... دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

www.sibghatulislam.com

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

عرض ناشر

تحفہ منورین:

یہ تحفہ عام تحفوں سے مختلف ہے کیونکہ عام تحفہ میں تحفہ پیش کرنے اور وصول کرنے والے کی پسند کا خیال رکھا جاتا ہے، اس کے چند انواع ہیں اگر حلق سے گزرنے والی چیز ذائقہ دار ہو، بصارت سے گزرنے والی خوبصورت، سماعت میں ترنم لحن انگیز ہو وہ پسند کی جاتی ہے لیکن جو تحفہ میں پیش کر رہا ہوں وہ ہر حوالے سے نا پسند ہے۔ یہ تحفہ مہدائیں کیلئے سمع خراش کے ساتھ دل خراش بھی ہوگا کیونکہ لقمہ حق کڑوا ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے الحق مر، جس عنوان کو میں نے انتخاب کیا ہے وہ مجھ سے اجنبی اور نامحرم ہے۔ منورین لوگوں کو روشنائی دینے والوں کو کہتے ہیں جو نور سے مراد علم لیتے ہیں علم چاہے سائنسی یا دین کہہ کر صرف ونحو کو علم کہیں وہ مجھ سے نامحرم ہے۔

دوسرے اگر شرف الدین کا نام دیکھا تو مزید کڑواہٹ محسوس کریں گے کیونکہ اس وقت میری کتابوں کا حشر فرقوں کے حوالے سے پڑھنے اور نہ پڑھنے والی کتابوں کے اصول شناخت کی مانند ہو چکا ہے۔ جیسے کتاب کھولنے کے بعد اگر علیہ السلام دیکھا تو سنی فوراً کراہت کے ساتھ کتاب رکھ دیتے ہیں بعض بدزبانی بھی کرتے ہیں اور اگر رضی اللہ عنہ دیکھا تو شیعہ اول و دوم پر لعنت کے ساتھ کتاب چھوڑ دیتے ہیں، جبکہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کی تیسری شناخت شرف الدین نکلا ہے۔ یہ آج کی بات نہیں بلکہ اس وقت کی بات ہے جب راقم نے اپنی کتاب تفسیر سیاسی

قیام امام حسین لکھی اور اسے ملک کے جید عمائدین علماء کے خدمت میں بظاہر تقدیم مقابلہ مضمون نویسی کے عنوان سے پیش کیا تھا کہ اس ذریعہ استبصار رائے کروں، کیونکہ یہ عنوان اب تک متنازع فیہ بنا ہوا تھا کہ نواسہ رسول فرزند بتول نور چشم مہاجرین وانصار مبراء از نقائص وفضول حسین بن علی کس مقصد کے لئے کون سے اہداف لے کر نکلے تھے۔لیکن دشمنان سینہ کوبان نے ابھی تک اس کو شور شرابہ کی چھاؤں میں یرغمال بنا کر رکھا ہے۔

جہاں تک دین سے واسطہ رکھنے والے علوم یعنی علم قرآن وسنت عقائد وتاریخ اسلام سیاست واقتصادیات اجتماعیات اسلام کا سمندر مانند ہونے کی وجہ سے احاطہ کرنا کسی کیلئے ناممکن ہے چہ جائیکہ اس علم کے حصول کے مقدمات سے نہ گزرنے والے کے لئے بہت سی مشکلات ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات کا کہنا ہے مجھے پہلے بیٹھ کر تحقیقات کر کے آخری نتیجے پر پہنچنے کے بعد لکھنا چاہیے، جیسے جناب غلام بشیر صاحب میانوالی کا کہنا ہے لیکن میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ میں پتھر نہیں ہوں۔

منورین سے ہماری مراد دونوں دانشمند گروہ ہیں جہاں ایک نے ہمیں ترقی و تمدن کے نام سے انگریزی بولنے، رشوت ستائی کرپشن اور علم کی پوجا کرنے اور مغرب کی غلامی، مسلمانوں کی استحقاری استعماری طاقتوں کی خدمت گزاری سکھائی ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ نے مذہب کے نام سے علوم صرف ونحو، فلسفہ، منطق، عزاداری کے نام اکاذیب کہانیاں عبادت کے نام سے صوفیوں کی شیطحات اور

شبینہ تراویح، لمبی اذانیں، میلاد کے نام سے اونٹوں کی مہار، عزاء کے نام سے جھولے گھوڑے کی تعظیم سکھائی ہیں۔لیکن جو اس وقت دونوں کا اتفاقی کلمہ جس میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ملک کا مستقبل تاریک ہے کچھ پتہ نہیں کل کیا ہوگا۔

لیکن منورین کو صرف اسلامی ممالک میں جدید وسائل زندگی کا فقدان نظر آتا ہے۔ وہ یہاں عوام کی ترقی وخوشحالی کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں قائد کا ساتھ دیں تاکہ وہ ایک ایک کو ہاتھ سے پکڑ کر انہیں الحادیوں کی دہلیز پر آسانی سے پہنچائیں اس طرح سے ہونی والی ترقی میں یہ لوگ منور ہیں۔

جس طرح حوزات کے فارغ التحصیل اپنی ٹھونسی گئی قصہ کہانیوں کو بلا دلیل و منطق ایک حجت قاطعہ گردانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں حالانکہ ایک انسان کا قول وفعل دوسرے انسان پر کیسے حجت ہوسکتا ہے اس کے لئے بھی دلیل چاہیے۔ بہرحال منورین کی اس کلمہ سے مراد ہے کہ ہم تاریکی میں بات کرنے والے نہیں، ہم معمالغز گوئی، کند ذہن اور سیاہ نظریات کے حامل نہیں ہیں۔اس حوالے سے جب تک اس علم کی تعریف اس کی قدر و قیمت، غرض و غایت وحصول واضح نہ ہوں، دونوں میں سے کون سا علم منور اور کون سا تاریک وگمراہ ہے، اس میں تمیز کرنا ممکن نہیں۔

بعض روشن خیال غرور علمی میں حلیہ سے ایمان دار نظر آنے والوں کے ساتھ ساتھ اسلام وقرآن ومحمدؐ کا مذاق اڑاتے ہوئے طنزاً کہتے ہیں کہ قرآن میں بجلی، پنکھا، فرج، ایٹم بم، کمپیوٹر اور موبائل کا علم کہاں ہے؟ دوسرا وہ روشن خیال گروہ ہے

جو ملحدوں کو اسلام کے خلاف بولنے لکھنے اور یہاں قبضہ کرنے کے مواقع فراہم کرنے کیلئے خرافات کو عام کر رہے ہیں، ان کے ترانے گا رہے ہیں جیسا کہ صانع خرافات میانوالی ایسا کرتے آئے ہیں۔

روشن خیالوں نے مغرب سے وصل ہونے اور انکے چشمہ علوم سے پیاس بجھانے اور خود کو علوم صرف ونحو کو علم دین کے نام سے متعارف کرانے والوں سے امتیاز برتنے کی خاطر اپنے دانشمندوں کے لئے ایک اضافی کلمہ اختراع کیا ہے۔ چنانچہ وہ نسل جوان کو وسعت قلبی، سعہ صدری کی سیکولرزم کی تلقین کرتے ہیں اور امام خمینی ومحترم خامنہ کی تاسی کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر جہاد کی بات کرتے ہیں تو فلسطین وکشمیر وافغانستان سے اوپر نہیں جاتے کیونکہ بدر واحد وخندق اور فتح مکہ ان کے لئے پرانے ہو گئے ہیں۔ وہ قرآن وسنت رسولؐ سے استناد کی جگہ اقبال کے اشعار اور محمد علی جناح کی تقاریر سے استناد کرتے ہیں اور امت محمدؐ کی جگہ امت اقبال و جناح سے تعارف کرواتے ہیں، لہذا اس حوالے سے یہ لوگ درحقیقت منورین غرب ہیں، انہیں منورین اسلام نہیں کہہ سکتے۔

تمہید

الحمد لله المنعم على عباده بما هداهم اليه من الايمان،والمتمّم احسانهُ بما أقام لهم من جلي البرهان،الذي حمد نفسه بما أنزل من القرآن،ليكون بشيراً ونذيراً،وداعياًّالى الله باذنه وسراجاً منيراَ،وهادياً الى ما ارتضبي لهم من دينه،وسلطاناً أوضع تبييه،ودليلاً على وحدانيته،ومرشداً الى معرفة عزته وجبروته،ومفصحاً عن صفات جلاله،وعلو شأنه،وعظيم سلطانه، وحجةَ لرسوله الذي أرسله به،وعلماً على صدقه،وبينة على انه امينه على وحيه،وصادع بأمره.

فما أشرفه،من كتاب يتضمن صدق متحمله،ورسالةِ تشتمل على تصحيح قول مؤديها،بين فيه سبحانه ان حجته كافيةهاديةُ.لا يحتاج مع وضوحها الى بينة تعدوها،أو حجة تتلوها،وأن الذهاب عنها كالذهاب عن الضروريات،والشک في المشاهدات. ولذلک قال عز ذكره:﴿وَ لَوْ نَزَّلْنا عَلَيْکَ كِتاباً فی قِرْطاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْديهِمْ لَقالَ الَّذينَ كَفَرُوا إِنْ هذا إِلاَّ سِحْرٌ مُبينٌ ﴾اوراگر ہم آپ پر نازل فرما دیتے کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب پھر وہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب (بھی) وہ جنھوں نے کفر کیا یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں (انعام۷).وقال عزوجل:﴿ وَ لَوْ فَتَحْنا عَلَيْهِمْ باباً مِنَ

السَّماءِ فَظَلُّوا فيهِ يَعْرُجُونَ .لَقالُوا إِنَّما سُكِّرَتْ أَبْصارُنا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ﴾ اور اگر ہم اُن پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں۔ پھر وہ (سارا دن) اس میں سے اوپر چڑھتے رہیں۔ یقیناً (تب بھی) وہ یہی کہیں گے بیشک ہماری تو نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔(حجر ۱۴.۱۵)

فله الشكر على جزيل احسانه،وعظم مننهِ،والصلاة على سيدنا محمد المصطفى وآله وسلم.

ومن أهم ما يجب على أهل الدين كشفه،وأولى ما يلزم بحثهُ،ما كان لأصل دينهم قواماً،ولقاعدة توحيدهم عماداً ونظاماً، وعلى صدق نبيهم ﷺ برهاناً،ولمعجزته ثبتاً وحجة،لا سيما و الجهل ممدود الرواق،شديد النفاق،مستولٍ على الآفاق،والعلم الى عفاءِ ودُروسٍ،وعلى خفاء وطموس،وأهله في جفوة الزمن البهيم يقاسون من عبوسه لقاء الأسد الشئيم،حتى صار ما يكابدونه قاطعاً عن الواجب من سلوك مناهجه.والأخذِ في سبُله.

حمد وستائش اس ذات پاک کیلئے لائق وسزاوار ہے جس نے انسانوں کو اپنی کتاب سے روشناس کیا ہے جس نے انسان کو نادانی سے دانا بنایا ﴿ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾ (علق ۵) حمد وستائش اس ذات کیلئے جس نے علم سکھانے کے بعد بیان سکھایا ہے ﴿ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾ (رحمٰن ۴)، حمد وستائش اس

ذات کیلئے سزاوار ہے جس نے تعلیم بیان کے بعد تحریر کی اہمیت سے روشناس کیا۔ ﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴾ (قلم ۱) حمد اس ذات کے لئے جس نے ہمیں حمد سکھائی ہے وقل الحمد للہ رب العالمین حمد وثناء اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنی حمد پر اجر وثواب عنایت کیا، حمد اس ذات کے لئے ہے جس نے حمد کو موجب یاد نعمت گردانا ابراہیم ۷ اس کی نعمت میں اضافہ کرتا ہے حمد اس کی ذات کے لئے جو ہمیں ضیق وتنگ شکم سے وسیع وعریض دنیا میں لایا۔ ﴿وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاتَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُون. نحل ۔۷۸﴾ جاہل تھے عالم بنایا ﴿وَلَوْلاَفَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلاَّ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ (نساء ۱۱۳)

حمد وستائش ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اپنی دونوں کتابوں کی آیات وجملات کی ترکیب وتنظیم کو اپنی ہی مخلوقات میں سے صاحبان علم وقدرت تسخیر کے سامنے مقابلہ بمثل تحدی پیش کیا جہاں فرمایا ہے ﴿أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴾ (واقعہ ۵۹) ﴿أَفَرَأَيْتُمْ الْمَاءَ الَّذِى تَشْرَبُونَ (٦٨) أَأَنْتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنْ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (٦٩) لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلاَتَشْكُرُونَ (٧٠) أَفَرَأَيْتُمْ النَّارَ الَّتِى تُورُونَ

(۱۷) أَأَنْتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴾ (واقعہ ۶۸۔۷۲)

سلام و درود اس ہستی ملکوتی کے لئے جو تعلیم کتاب وحکمت کے لئے مبعوث ہوئی اور اس کے امین و مامون تھے۔ سلام انکی آل اور اصحاب باوفا کے لئے جنہوں نے فراز ونشیب سختی اور تنگی میں استقامت دکھائی اور دیگر سکونی حالات میں متغیر نہیں ہوئے۔

حمد وستائش خالق متعال، رازق بغیر حساب اور اس کی دیگر نعمتوں کے شکرانے کے ساتھ حاضر صفحات کی تنظیم وترتیب کی ضرورت کو وضاحت کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عرصہ سے یہ سنتے آئے ہیں کہ علم نور ہے۔ یہ انسان کو روشنی دیتا ہے، علم کے بہتے ہوئے دریاؤں کے سیلاب میں ہماری نور افشانی کے کارخانے معطل ہوگئے، خانہ و آشیانہ تاریک ہوگئے اس سانحہ عظیم میں روح پھونکنے والے پڑھے لکھے طبقات کی زبانی دین اسلام کا مسخرہ استہزاء کرتے سنا کہ دین کی ضرورت ختم ہوگئی ہے خاص کر گزشتہ انتخابات میں اوپر سے نچلی سطح تک کہتے سنا دین سے لاتعلقی، دین کو یہاں سے نکالو، دین کے نام پر ووٹ نہیں لے سکتے جیسے کلمات سننے میں آئے، کہتے ہیں کلمہ نہ آنے سے، سورہ حمد نہ آنے سے کیا فرق پڑتا ہے، دوسری طرف گلوکاروں، بے حجاب رقاصاؤں کا انتخاب میں حصہ لینے جیسے اقدامات نے ثابت کیا کہ جو بات ۱۷۹۹ء میں یورپ میں چلی تھی یہ فضاء اب یہاں چلنی شروع ہوگئی ہے جبکہ دین کے مروجین اور داعیوں نے ترویج دین چھوڑ کر سیکولروں لادینوں سے الحاق واتحاد کرلیا ہے۔

میں یہاں حضور باری تعالیٰ میں حمد وستائش کیلئے اپنے کہے گئے فقرات کی جگہ امام حسین کے وہ کلمات پیش کرتا ہوں جو آپ نے شب عاشور لشکر اعدأ کے محاصرے کی رات میں فرمائے: اے اللہ! جب میں کسی مصیبت وآزمائش میں مبتلا ہوا تو اسے تیری درگاہ میں پیش کیا تو تو نے اسے رفع فرمایا ہے آج اگر تو نے اپنی نصرت والطاف کی عنایت کو روک دیا تو میں تیرا ناشکرا نہیں ہونگا۔ کیونکہ جب بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوا تو اس پر صبر کرنے کے صلے میں تو نے میرے لیے ایک اور دروازہ کھولا، میرا ذہن کھولا میرے لئے بہترین عمل کی رہنمائی کی کہ میں آئندہ کیا کروں۔ ساتھ ہی ذخائر کتب میں ان کتابوں کی طرف رہنمائی کی جن کے بارے میں میرے وہم وخیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ مطالب ان کتابوں میں ہونگے۔

تالیفات میں تسلسل:

میں اعصاب شکن تہمات اور اپنے گھر میں غربت کے لمحات میں بھی تالیفات کو جاری اس لئے رکھتا ہوں کہ ہمارے سامنے اسوہ نبی کریمؐ کی ذات ہے جنہوں نے جنگ احد میں مار کھانے، جسم اطہر کے زخموں سے چور ہونے کے بعد بھی باوفاء اصحاب کو جمع کیا پھر مشرکین فاتحین کا پیچھا کیا کہ کہیں یہ لوگ مدینہ کو تاراج کرنے تو نہیں جارہے۔ ہم نے بھی بہت سے زخم کھائے ہیں، تہمت والزام تراشی سے دوستوں، بچوں اور عزیزوں کو چھینا گیا، اندرون خانہ محصور کیا گیا۔ اس حوالے سے احتمال قوی ہے یہ لوگ میرے مرنے کے بعد ایک وسیع مہم میرے

خلاف چلائیں گے۔اس لیے اللہ کے وعدہ نصرت سے امید رکھتے ہوئے اس لئے لکھ رہا ہوں کہ شاید یہ صفحات کسی نہ کسی انصاف پسند انسان کے ہاتھ تک پہنچ جائیں۔

حاضر کتاب ان دانشوران کے نام ایک تحفہ ناچیز ہے جو اپنے زعم میں حامل نور وانوار ہیں لیکن ان کے اردگرد جاری لوڈ شیڈنگ سے ہر آئے دن تاریکیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اگر ان کی یہ دانش نور افشاں ہوتی تو ہم میدان اقتصاد، تعلیم اور سیاست وثقافت میں بدترین دور سے نہیں گزرتے۔ثروت پسندی کی خواہش میں رشوت ستانی اور استحصال کی طغیان وسرکشی کے طوفان نے ہمیں غرق کر رکھا ہے، اگر دانش نور ہوتا تو کرپشن کے ظالمانہ اصول ان کے دلوں کو سیاہ نہ کرتے۔ اگر لوگوں کے پاس موجود علم و دانش نور ہوتا تو اس کے حامل و مدعی ہونے والوں کے علم وایمان اور دین واخلاق میں نظر آتا۔جس علم کو انہوں نے جس ماخذ ومنبع سے لیا ہے ان کا دعویٰ ہے وہ اللہ کو موجود موھوم سمجھتے ہیں، اس علم کو ضد دین کہتے ہیں۔

قرآن اور میری کتابیں:

مجھے شکایت ہے کہ میری کتابوں کے خریدنے اور پڑھنے پر پابندی لگائی گی۔عمائدین علماء دانشوران نے انہیں پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے، جبکہ میں نے ان کتابوں کو لکھنے کیلئے بہت زحمات اٹھائیں ہیں۔ان کتابوں کو لکھنے کے لئے بہت سی کتابیں خرید کر جمع کیں ہیں۔میرا مقصد صرف خدمت دین ہی تھا میں واویلا اس لئے کرتا ہوں کہ وہ افراد مشکلات ومصائب کے عادی نہیں، انہیں پتہ

نہیں کہ اس دنیا کا ایک نام عالم حسود ہے۔ یہ دنیا کے مفادات کا میدان جنگ ہے۔شاید یہ کتابیں کسی کے مفادات سے ٹکراتیں ہوں اور کسی کے خودساختہ عقائد سے متصادم ہوں۔ یہ رویہ بہت سوں کے ساتھ ہوا ہوگا، بعض کے ساتھ ان کی زندگی میں ہوتا ہے اور بعض کے ساتھ مرنے کے بعد ہوتا ہے۔ چند سال کا فرق ہے باقر الصدر مفکر و مبتکر نظریات اقتصادی، اجتماعی و سیاسی اور عقیدتی و اسلامی کی کتابیں اب کہاں ہیں؟ اسی طرح مرتضٰی مطہری کی کتابیں آج ناپید ہیں۔ انقلاب اسلامی حکومت نمائی کے زیر سایہ سب سے زیادہ حکومتی سطح پر نشر ہونے والی کتابوں میں اسلام کو سیکولرزم کے روپ میں تلاش کرنے والے مریض، اسلام کو خرافاتی شکل میں پیش کرنے والے دستغیب کی کتابیں ہیں۔ آج ان کتابوں سے بھی چڑ کھاتے ہیں چاہے یہ باقر الصدر کی ہوں یا کاشف الغطاء یا مطہری یا شرف الدین کی ہوں۔ ان کتابوں کے مواد میں، بعض کی اسناد، بعض کی تفسیر اور بعض کی تشریح میں غلطی کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ جو انسان بہت ہی احتیاط اور تحقیق سے کتاب لکھتے ہیں ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ ایسے حالات میں پذیرائی کی توقع کرنا عبث و بے کار ہے۔ کوئی کتاب سب کے لئے موجب تسلی و تسکین ہو، یہ ممکن نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے عقیلہ قریش زینب نے فرمایا تھا نیکوکاروں کے جگر کو چبانے والوں سے کسی رحم کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے دین اسلام کا درد نہ رکھنے والوں سے کسی اچھے عمل کی امید نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے ہزار بہانوں اور حیلے تراشنے کے ذریعے ہر قسم کے اشتباہات سے پاک کتاب معصوم و

عاصم رب جلیل کو کنارے پر لگایا ہے۔

کس طریقہ اور کس ماہرانہ ابلیسی انداز میں اس کتاب اللہ کو پس پشت پھینکا گیا ہے۔ مفسر قرآن اور قرآن فہمی میں ڈاکٹری کے دعویدار کہتے ہیں قرآن میں ہر خشک وتر موجود ہے، تمام علوم وفنون اس میں موجود ہیں، آئین حیات لیکن یہ گونگا ہے بات نہیں کرتا اس کے الفاظ معما ہیں، ہر شخص کے بس کی بات نہیں کہ وہ اسے سمجھے بلکہ اسے اجازت بھی نہیں ہے کہ اسے سمجھ سکے، اگر کسی نے قرآن کے الفاظ کے معنی بیان کرنے کی کوشش کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں اس کتاب کو صرف اہل بیت جانتے ہیں جس گھر میں یہ نازل ہوا ہے یہ قرآن تو دوسروں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اصل قرآن جو علی نے لکھا وہ امام زمان کے پاس ہے وہ لائیں گے اور اس قرآن پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ چنانچہ جس معاشرے میں اللہ کی کتاب کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے وہاں ہم اپنی کتابوں کے بارے میں کیا واویلا کریں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا تھا ﴿إِنْ كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (مائدہ ۱۱۶) اے اللہ اگر میں نے کچھ کہا تھا تو تو جانتا ہے، تو سر وخفی کا مالک ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کچھ کہوں تو تو نہ جانے۔ میں بھی تیری درگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ہے تیری کتاب قرآن کو اٹھانے کی بات کی اور تیرے رسولؐ کی رسالت کو اٹھانے کے لئے بات کی ہے جس طرح مولائے

امیر المومنین نے فرمایا خطبہ ۱۳۱ اس سلسلہ میں جو مصیبتیں، چہ می گوئیاں اور جو تحقیق میں نے سنی اور دیکھی ہے تو ان سب سے واقف و آگاہ ہے۔ میں ان سب کو نہیں جانتا ہوں، کس کس نے میری کردار کشی کی ہے لیکن اگر تیری مرضی اسی میں ہے کہ میں ان کو بخش دوں تو تو مالک ہے اور اگر یہ لوگ اس تہمت کی سزا کے مستحق ہیں تو بھی تو خود مالک ہے تو میرے لئے کافی ہے۔

دین سے خرافتوں کو دور کرنے پر ہمیں اندرون خانہ محصور کیا گیا۔ یہاں سے اپنی مظلومیت سے زیادہ دین پر گزرنے والے مظالم پر اپنی آنکھوں سے آنسو ٹپکانے کی بجائے قلم کی آنکھ سے قطرات چھوڑنے کی غرض سے یہ صفحات قرطاس پر لائے۔ ہم نے اس کتاب میں یہ واضح کرنا ہے کہ دین نہ علم کو رد کرتا ہے اور نہ علم دین کو رد کرتا ہے۔ دین حصول علم کی دعوت نہیں دیتا یہ فطری ضرورت ہے جس طرح غذا کھانے پانی پینے ازدواج کی دعوت نہیں دی جاتی کیونکہ یہ چیزیں انسان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہیں۔ یہ دعوت اجتماع نہیں ہے جس طرح جسم غذا کا محتاج ہے، روح علم کی محتاج ہے۔ دین انسانوں کے تماثلات، غریزہ جات کو کنٹرول کرنے کے لئے آیا ہے۔ علم کی دعوت سیلاب کو لینے کی دعوت جیسی ہے۔ جو فضائل مناقب حصول علم کے لیے معین کیے ہیں وہ پہلے باطنیہ اور بعد میں تنصیر یوں نے دین دھونے یعنی دین سے دور کرنے کے لیے جعل کی ہیں۔ جن آیات سے استناد کرتے ہیں وہ آیات متشابہات ہیں۔ جبکہ متشابہات سے منافقین استدلال کرتے ہیں۔ روایات سند و متن مخدوش سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی

اس روش سے ادیان کے نمائندوں نے بددیانتی سے دین اسلام پر الزام لگایا ہے۔ تبلیغ وارشاد کے حوالے سے اپنے دین اور عزت وغیرت وناموس سے دفاع کے دو ہی ذرائع معقول ومشروع ہیں۔ گرچہ بڑھتی ہوئی ترقی وتمدن اور جدت پسندی نے اس میں کئی دوسری چیزوں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ غرض دو چیزیں بیان وتحریر کا ذریعہ ہیں، بعض کو اللہ نے دونوں دی ہیں اور بعض کو ایک سے نوازا ہے۔ بعض کو ناقص و محتاج و نیاز مند رکھا ہے۔ میں اپنی جگہ اللہ کے فضل وکرم سے لکنت زبانی تو نہیں رکھتا، اللہ نے زبان صاف دی ہے اور سینہ میں کھانسی بھی نہیں تھی لیکن خطابت سیکھنا تنہا کافی نہیں تھا بلکہ اس کی اور بھی کئی شرائط تھیں جو مافیہ کی پسند ہیں جبکہ مافیہ اس وقت غالیوں اور نصیریوں کا داعی اور حامی ہے۔ لہٰذا ان کے عقائد ونظریات وافکار پر تقریر کرنا ضروری ہے جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کو پسند نہیں کرتے بلکہ تھوڑی سی آمیزش کی بھی اجازت نہیں دیتے ہیں لہٰذا تنہا وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو پوری فضاء کو غلو کی غلاظتوں سے آلودہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سلطان وقت کے جیالوں کی نظر بھی ان پر ناظر رہتی ہے۔ بلتستان میں جہاں بھٹوازم اور آغا خانی ازم رکھنے والے ہمیں پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب ہم یہاں پہنچے تو اردو زبان سے عدم وابستگی کی وجہ سے ایک نئی معذوریت پیش آئی لیکن تحریر میں اس نقص کو بعض برادران کے توسط سے کم کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

غرض یہ مسائل درپیش تھے لیکن حقیقت میں سمجھنے کے خواہش مند افراد کے لئے یہ مسائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ لیکن یہاں پاکستان کے منورین حوزاتی و

مغربی دنیا بھر کے دیگر دانشوران سے مختلف ہیں جو کتابیں خرید کر پڑھنے کے ناجائز کی حد تک قائل ہیں۔ لہٰذا کتاب کو بھی دیگر متاع کی مانند تشہیر کی ضرورت رہتی ہے ،اس لیے مختلف ذرائع سے اس کی تشہیر کرتے ہیں مثلاً:

۱۔ کسی بڑی شخصیت کے توسط سے تقریب رونمائی کرواتے اور ان کی زبان سے حاضرین سے درخواست کرواتے کہ وہ معقول قیمت دے کر خریدیں۔ لیکن ہمیں یہ عمل مکروہ لگتا تھا، اس لئے کبھی نہیں کیا۔

۲۔ کتاب کی تشہیر کے لئے کسی بڑے سرمایہ دار سے کہا جاتا ہے کہ چند کتابیں خرید کر اپنے مرحومین کے نام سے تقسیم کریں، ہم نے یہ بھی کہنا پسند نہیں کیا۔

۳۔ جو بھی کتاب لینے کی خواہش ظاہر کرے اسے بطور تحفہ پیش کریں، یہ بھی نہیں کیا۔

۴۔ خاص دوست احباب کو مفت دیں جو ہدیہ کر کے لوگوں میں تشہیر کریں یہ بھی نہیں کیا۔ اپنی طرف سے سمجھنے کے لئے یا حوصلہ افزائی کے لئے خریدیں یہ بھی نہ ہونے کے برابر تھے ان میں سے بعض گزر چکے ہیں اور بعض موجود ہیں انہوں نے بھی قیمت کو غیر متوازن قرار دیا۔ اللہ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

۵۔ بعض دوست احباب کتب خریدتے تھے لیکن پڑھتے نہیں تھے اس لئے ہم نے کتب کو مہنگا کیا کیونکہ ہمارا مقصد کتاب بیچنا نہیں بلکہ پیغام پہنچانا تھا۔

۶۔ بعض کتابیں خریدتے تھے وہ کتاب پڑھے بغیر صرف فہرست سے وہ

موضوع نکال کر لوگوں کو دکھاتے تھے جس سے لوگ ہم پر تنقید اور کھنچائی کرتے تھے۔

۷۔ جب سے ہماری تحقیقات کا دائرہ ان کے خود ساختہ عقائد تک پہنچا جو بلا دلیل و برہان حتیٰ تنکے برابر تکیہ نہ رکھنے والے ہیں تو انہوں نے ہماری کتابیں پڑھنے پر کلی طور پر قدغن لگائی۔

اللہ نے ہمیں کتابیں لکھنے کی توفیق تو عنایت کی لیکن انہیں پڑھنے والے نہیں ملے یقیناً یہ بات میرے مخالفین کے لئے بڑی حوصلہ افزائی کا باعث اور کامیابی ہے۔ کچھ کا کہنا ہے جب کتابیں پڑھنے والے ہی نہیں تو کتابیں لکھنے کا کیا فائدہ سوائے وقت کے ضیاع بلکہ ان کا مشورہ ہے اس کی جگہ پر کوئی اور کام شروع کرتے یا آخری عمر میں آرام کرتے اور دعا و نماز میں مشغول ہو جاتے تو زیادہ بہتر تھا۔

قارئین کرام دین اسلام ایک جامع و کامل نظام حیات ہے جس طرح انسان کے جسم کے اعضاء و جوارح میں سے ہر ایک کے وظائف معین ہیں جس طرح کسی عضو کے مفلوج ہونے کے بعد دوسرا عضو پہلے کا کام نہیں اٹھا سکتا اسی طرح نظام عبادت قرآن و سنت میں معین ہیں۔ قرآن میں اللہ سبحانہ نے دین کے لئے انسانوں کے ذمہ واجبات لگائے ہیں۔ لیکن مستحبات، نفلیات زائد کا مطالبہ لقلقہ لسانی صوفیوں اور باطنیوں کے دین اسلام کو روکنے کی دیواریں ہیں۔ تبلیغ دین بیان سے ہوتی ہے لیکن ہمیں بیان سے تو پہلے سے محروم کیا ہوا ہے ایک قلم تھا جس سے بعد میں روکا گیا ہے تو کیا دین کی تبلیغ روک دینی چاہیے۔ اس نکتے نے مجھے اپنی

کتابوں کے محتواء پر سوچنے پر مجبور کیا ہے۔قلم دو خوبیوں کا حامل ہے ایک دور دراز تک بغیر توقف سفر کرتا ہے دوسری خوبی یہ ہے کہ کچھ حد تک مصنف کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔

حاضر صفحات میں یہ دیکھنے اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جو دین مسلمانوں کے پاس ہے وہ ضد علم نہیں، وہ اسے مسترد نہیں کرتا ہے۔

حاضر کتاب کی ترکیب و تنظیم کی ضرورت کا احساس آج سے پندرہ سال قبل اس وقت ہوا تھا جب یہاں مغرب کے فضلات خوروں نے دین و دیانت سے متعلق شعائر کو تاریکی میں ہاتھ پھیلانے والوں نے جہل و نادانی اور قعر جہالت میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اندھے بہروں کی بات گردانا شروع کیا۔ہم گرچہ علم و معرفت کے سمندروں میں غواصی کرنے والے نہیں تھے لیکن غیرت دینی میں نا محرموں کی چہ می گوئیاں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔لہذا دین و وطن و ناموس کو فروخت کر کے دانش پڑھنے والوں کے طنز و طعنوں کا جواب تیار کرنے کی غرض سے سود و سو صفحات ترتیب دیئے تھے جنہیں ہمارے بچوں نے کمپیوٹر پر کھیل کی وجہ سے کم کر دیا۔ہم ہمت ہار کر بیٹھ گئے تھے لیکن جب ملحدانہ زندگی کو پسند کرنے والے حکمران نے اپنے ہاتھ میں کتے اٹھا کر اس وطن اسلامی کو اتاترک کے نظریات پر چلانے کا دعویٰ کیا، کلمہ اسلامی کو منہا کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے، فاحشات کا برملا اظہار کرنا شروع کیا اور اس اسلام دشمنی کے لیے کئی بلین روپے خرچ کرنے کی منظوری دی۔لیکن ہر اسلام دشمن کو نیست و نابود کرنے کی قدرت رکھنے والے رب

العزت نے اسے چک شہزاد میں اپنے قصر عاد وثمود مانند محل میں بھی ذلت ورسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا۔اس وقت میری اکثر اولاد نے ہم سے اور دین دونوں سے بغاوت اور لاتعلقی جیسی برات کا اعلان کر چکے تھے لیکن بعض احباب نے کھلے چہرے سے اپنی خدمات کو پیش کیا ان احباب نے اپنی قوت لا یموت سے ہمیں حوصلہ بخشا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

حقیقت اور واقعیت میں مجھے ان صفحات کو سطور میں لانے کی توفیق رب جلیل نے عطا فرمائی جیسا کہ سورہ مبارکہ فاطر میں آیا ہے یہ توفیق اللہ کسی لائق و توفیق والے کو ہی بخشتا ہے۔چنانچہ گزشتہ کتابوں کی طرح اس کتاب کو پڑھنے کے قابل بنانے میں ہماری معاونت ہمارے برادران باوفا جناب خادم حسین، محمد علی نقوی، محمد تیمور، اور ناصر شاہ صاحب کے توسط سے ہوگی (آج جب ہم یہ کتاب نشر کر رہے ہیں تو برادر خادم حسین کا انتقال ہو چکا، محمد تیمور صاحب عرصہ ہوا دیار اسلام کو چھوڑ کر دیار کفر سدھار چکے ہیں) میں نے اس مسودے کو ان کے پاس امانت الٰہی کی نیت سے چھوڑ کر بیت جو قبلہ مسلمین ہے کی طرف جا رہا ہوں۔ان برادران سے التماس ہے میں چاہے واپس پہنچ جاؤں یا وہیں لقا اللہ سے پیوست ہو جاؤں جس صورت میں ممکن ہو اس مسودے کو لائق قرات بنا کر قارئین کے لئے پیش کریں وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت والیہ نصیر .

علی شرف الدین

شوال العظیم ۱۴۳۴ھ

علم و دین میں جنگ

یہ جنگ بھی تاریخ میں گزرنے والی قدیم اور جاری جنگوں سے مختلف نہیں جو سوالات دیگر جنگوں میں اٹھائے گئے ہیں یہاں بھی آئیں گے۔ سب سے پہلے دونوں کا واضح تعارف ہونا ضروری ہے۔

۱۔ علم کسے کہتے ہیں اس کی کیا تعریف ہے۔

۲۔ علم کے مترادفات کیا ہیں۔

۳۔ علم کسی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے کائنات کی ہر چیز کا ایک گھرانہ ہوتا ہے۔ نباتات کا گھرانہ ہوتا ہے حیوانات کا گھرانہ ہوتا ہے، انسانوں کے گھرانے ہوتے ہیں۔ خود علوم کے گھرانے ہوتے ہیں لہذا علم کا بھی گھرانہ ہوگا۔ علم جنس ہے تو اس کی انواع کیا ہیں؟ اگر نوع ہے تو اس کی جنس کیا ہے؟

۴۔ علم کہاں ہوتا ہے، اس کے جغرافیائی حدود کیا ہیں۔

۵۔ علم اور اس کے حدود اربعہ کیا ہیں۔

۶۔ علم کی نشانیاں علامتیں کیا ہیں؟

۷۔ علم کی تاریخ پیدائش، محل تربیت و پرورش کہاں سے ہے؟

۸۔ علم کے ثمرات کیا ہیں؟

۹۔ علم اور دین میں رشتہ کیا ہے، علم دین سے کیا مانگتا ہے اور دین نے علم کو کیا جواب دینا ہے؟

۱۰۔ دین کی کیا تعریف ہے؟

۱۲۔ دین کا خالق کون ہے؟

۱۳۔ دین کیا کہتا ہے؟

۱۴۔ دین کی جغرافیائی حدود کیا ہیں؟

۱۵۔ کیا دین نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے؟

۱۶۔ دین میں سچ اور جھوٹ کا کیا تناسب ہے؟

۱۷۔ علم میں سچ اور جھوٹ کا کیا تناسب ہے؟

جب تک ان سوالات کے جواب کافی نہیں ملیں گے تب تک کوئی ثالثی نہیں کرسکتا۔ یہاں ہم پہلے مرحلے میں علم کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

جب سے ہماری نسل یورپ گئی اور وہاں قائم درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی تو انہوں نے ہر جگہ عقائد کو مسمار متزلزل، بوسیدہ و فرسودہ کرنے کی بلا وقفہ جنگ کا آغاز کیا۔ انہوں نے مومنین کو مسحور کرنے کیلئے جو شعار چمک دمک، سماعت بصارت دلکش و دلفریب استعمال کیے ہیں وہ کلمہ ''علم'' ہے۔ انہوں نے اس کلمہ سے بہت سوں کو اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے علم حاصل کرو تمہاری تمام مشکلات و مصائب خود بخود حل ہو جائیں گے، گویا یہ دین کا بہتر بدل ہے۔ اگر مغرب جیسی ترقی چاہتے ہو تو اس کی راہ میں دین کو حائل نہ رکھو گویا وہ اجمالاً یا مفصلاً دونوں حالتوں میں دین کو مردود چیز گردانتے ہیں چنانچہ اس بلا امان جملے سے مسلمان چند گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔

کیا علم دین کی ضد ہے؟ یعنی جہاں علم کا راج ہے وہاں دین کا راج نہیں چل

سکتا کیونکہ ان دونوں میں آپس میں تناقض ہے یا کم سے کم تضاد ضرور پایا جاتا ہے [سقوط علمانیہ ص ۱۱۹] بعض مغرب نواز سیکولروں کا کہنا ہے انسان اب بالغ و عاقل ہو چکا ہے اب وہ دینی احکامات یا کاہنوں کی نصیحتوں کا محتاج نہیں رہا۔ کیونکہ ابتداء میں انسان ضال و گمراہ تھا، وہم و خیال کی زندگی گزار رہا تھا لیکن اب وہ راشد و عاقل ہو چکا ہے، اب اس کے لیے دینی سرپرستی سے آزاد ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ ان کا کہنا ہے نئی تمدن و ترقی و نئی ٹیکنولوجی انسان کو اس راستے پر گامزن کرتی ہے تا کہ یہ خود عاقل ہو جائے۔

کتاب الکذوبۃ ایساریۃ الاسلامی ص ۷ مارکسین کا کہنا ہے یہ کائنات اپنی تفسیر خود کرتی ہے۔ کائنات کے حوالے سے کہاں سے، کب سے، کس نے جیسے مفروضات بنانے کی ضرورت نہیں کہ انسان کہے کہ کسی غیبی طاقت ماوراء طبیعت نے کائنات کو بنایا ہے اسے تخلیق کیا ہے۔ اس فکر کے حاملین کے بقول دین ترقی و تمدن کی راہ پر عقبہ کئود مانع ہے یہ ایک قسم کی افیون جیسا مواد مخدر ہے جو لوگوں کو پستی کی طرف لے جاتا ہے، مزدور بے چارے کو صبر و قناعت کی تلقین کرتا ہے، اجر و ثواب کی بات کرتا ہے، جنت و آخرت کے وعدے دیتا ہے۔ دین اقطاعی سرمایہ داری کا حلیف و شریک ہے۔ دین امراء کو سند شرعی دیتا ہے جبکہ فقیر کو قید و بند کی ہتھکڑیوں میں باندھ دیتا ہے جس سے اس کا چھٹکارا پانا ممکن نہیں ہوتا۔

علامہ جواد مغنیہ اپنی کتاب النبوۃ العمل میں ص ۵ پر لکھتے ہیں زکی نجیب محمود نے ایمان بالغیب رکھنے والوں کو ان کی اصطلاح کے مطابق ستا خیز رویوں جیسے تندو

تیز لہجے میں لکھا کہ ہر وہ چیز جو ماورائے مادہ سے منسوب ہے وہ وھم وخیال واساطیر ہیں جب یہ ثابت ہو گیا میتا میز کی باتیں بے ھودہ وفرسودہ اور فارغ وخارج از اعتماد ہیں تو ہم کیوں ان کی کتابوں کو رکھیں جیسا کہ میتا میزیوں نے پرانے زمانے میں لکھا ہے یا تو ان کو آگ لگا دیں یا پھر دریاؤں میں پھینک دیں۔تعجب کی بات ہے ہمارے درمیان کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو چاہتے ہیں ہمارا قیام اندر سے ہونا چاہیے یا ماضی کی طرف جانا چاہیے،ان کو مغرب سے چڑ ہے۔

[صراع مع الملاحدہ ص ۲۳۵ پر لکھتے ہیں۔] جامعہ امریکہ اور بیروت سے صادر بیان میں آیا ہے مشرق والوں کی مصیبت ان کا دین ہے۔کارل مارکس نے کہا ہے دین افیون شعوب ہے۔صادق عظم نے اپنی کتاب نقدی فکر دینی میں اپنے سے پہلے ملحدین کی تاسی وپیروی کرتے ہوئے لکھا ہے علم اور دین میں تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے،اس نے دین کی وضاحت اسلام سے کی ہے صاحب صراع مع الماحدہ ص ۲۲۹ پر صادق عظم سے نقل کرتے ہیں۔

صادق عظم کہتا ہے بادی النظر میں آتا ہے دین کا ہماری زندگی کے عمق سے رشتہ ہے اور ہماری فکر ونفس کے وجود میں اس کا اثر ہے حالانکہ یہ درحقیقت علم و معرفت علمی کے روح وقلب وقالب سے متعارض ومتصادم ہے۔علم دین سے نبرد آزما ہے اور جلد ہی علم دین پر غالب آئے گا،جس طرح دین سے ماخوذ عقل پر علم غالب آیا ہے یورپ میں ۲۵۰ سال علم ودین میں جنگ چلی ہے کہتے ہیں ہمارے اذہان میں داخل یہ حقیقت نہیں چھپنی چاہیے کہ یورپ میں ۲۵۰ سال جنگ وجدال

کے بعد علم عقل دین پر غالب آیا اور اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے بعد علم تیسری دنیا یعنی ترقی پذیر ممالک میں دین کے ساتھ برسر پیکار ہے جس میں عرب ممالک بھی شامل ہیں۔ یہ جنگ درحقیقت مخفی طور پر لڑی جارہی ہے جس کے آثار ابھی سب کے لئے ظاہر نہیں ہوئے لیکن یہ وقفے وقفے سے ضرور نمایاں ہونگے۔

علم اور دین کی اس جنگ میں جیت کس کی ہوگی؟ یہاں پہلے ایک وضاحت کی ضرورت ہے کہ علم اور دین کے واضح معنی ومفہوم کیا ہے اور سادہ عام فہم زبان میں علم کسے کہتے ہیں؟ دین کسے کہتے ہیں؟ ماہرین لغات اور اصطلحات ''علم'' کے معنی وسائل لیتے ہیں وسائل سے آگاہی وسائل کی قدرت، وسائل کی دریافت، جن کے اپنے پاس مکان وزمان کے تقاضوں کے تحت وسائل موجود ہوں۔ اس سلسلے میں جن کے وسائل کم یاب یا نایاب ہوں، بقول ان کے وہ ان معنوں میں نہیں جیتیں گے۔ وسائل بھی دو قسم کے ہیں ایک تجربہ شدہ وسائل دوسرا فیل شدہ نا کام وسائل ہوئے تو ہار ہوگی۔ اگر وسائل پیدا کرنے والا علم غلط ہوگا، کاغذی فارمولا مثلاً لکڑی کی بندوق ہو یا اسلحہ بنانے کا اگر فارمولا ہی غلط ہوگا تو ہارنا یقینی ہو گا۔

اما دین غایت مقصود ھدف منزل یعنی اطاعت اللہ اور رسول ہے اس کو انجام دینے اس کو سمجھنے کے وسائل بھی زیادہ ہیں ایک مصادر دین، دوسرا استعمال کرنے والے علماء ہیں، تیسرا انجام دینے والے اعمال ہیں۔

علم اصابہ الواقع اصابہ الحقیقہ ہے۔ جب کوئی حقیقت تک پہنچتا ہے تو کہتا

ہے مجھے علم ہوا ہے میں عالم ہوں حقیقت تک پہنچا ہوں۔ دین اذعان ہے، اعتقاد ہے، تسلیم ہے، انقیاد ہے، یہ تسلیم بہ اذعان بہ انقیاد اپنی جگہ مراتب و درجات رکھتا ہے۔ دین اوامر ونواہی اللہ سبحانہ ہے لیکن ہر انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ کے کیا اوامر اور کیا نواہی ہیں۔ اللہ کے اوامر ونواہی جاننے والوں کو دین شناس کہتے ہیں۔ دین شناس کون ہے؟ سب سے پہلے جس شخص کو دین کا علم ہوا وہ کون ہے؟ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے دین کو کہاں سے سیکھا، کہیں سے بھی نہیں سیکھا۔ علم سیکھنے کے دو ہی طریقے ہیں کسی عالم سے تلمذہ کریں یا کسی عالم کی کتب کو پڑھیں۔ آپ نے چالیس سال تک یہ دونوں طریقے نہیں دیکھے۔ آیت ما کنت ما قدری الکتاب؟ وحی الٰہی کیسے ملی؟ انزل جبرئیل، کہا جبرئیل مجھ پر نازل ہوا ہے۔ محمد سے دین لینے کا واحد ذریعہ وحی ہے، دوسرا واسطہ ہے ہی نہیں، ابھی تک کسی نے دعویٰ نہیں کیا ہے۔ ''علم'' عادی انسان بھی لے سکتا ہے اور خود زحمت کر کے حاصل کرتا ہے۔ اس کی مثال بہت سے علوم محققین کی اپنی زحمت و کاوش ہیں بطور مثال علم جغرافیہ۔

دین علم سے متصادم ہے یہ بات کون، کہاں سے کہتا ہے؟ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

۱۔ اللہ نے بارش آسمان سے برسائی ہے حالانکہ آسمان میں کوئی دریا نہیں، نہ آسمان کوئی خاص علاقہ ہے۔ دریا سے بخارات اوپر جاتے ہیں جن سے بادل بنتے ہیں پھر بارش کی شکل میں برستے ہیں۔

۲۔ رزق آسمان سے نازل ہوتا ہے حالانکہ آج تک کوئی رزق آسمان سے نہیں آیا ہے یہ زمین سے اگتا ہے۔

۳۔ رعد و برق کی آواز اور چمک دیکھتے ہیں، لیکن کہاں سے آتی ہے؟ دو فرشتے گرجتے ہیں۔ یا یہ علی کی آواز ہے؟

۴۔ زمین بیل کے سینگ پر کھڑی ہے، یا مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے؟ زلزلہ ان کے ہلنے سے ہوتا ہے، حالانکہ زمین تو ہموار ہے۔

۵۔ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ کس نے کہا؟ علماء نے کہا ہے، کہاں سے کہا ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے۔ یہ حدیث کہاں ہے کہتے ہیں صحاح ستہ کتب اربعہ میں ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا نئی تحقیقات دین سے متصادم ہیں، دین کو رد کرتی ہیں۔ نئی تحقیقات احادیث کو رد کرتی ہیں کیونکہ دین پہلے سے ہے اور احادیث دین سے دوسو پچاس سال چھوٹی ہیں۔

علم اور دین۔

علم والوں نے دین کے خلاف مختلف اور متعدد مواقع پر بلکہ دیگر مذاہب کی طرف سے بھی کئی دفعات لگا کر دین والوں کو گھٹنوں پر بٹھایا۔ یہاں تک کہ ان سے جواب طلب کرنے کا موقع ہی نہیں لیا ہے۔ جس طرح استعماری طاقتیں پسماندہ یا ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ ایسا رویہ اپناتی ہیں جہاں وہ جھوٹے مقدمات، جھوٹے گواھان اور گواہ سلطانی بھی بنا کر ایسا کرتے ہیں۔ علم والوں نے بہت سی کامیابیاں سرد جنگ یا ثقافتی جنگ یا اقتصادی جنگ وغیرہ کے ذریعے حاصل کی

ہیں۔اسی طرح علم والے خود چند گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں،ان کی نشاندہی بھی ہونی چاہیے۔اہل علم کی دفعات ملاحظہ فرمائیں:۔

ا۔سب سے پہلے دین سے انکار کرنے والوں کا کہنا ہے جو ہم نے نہیں دیکھا اس کو کیسے مانیں۔

۲۔جب سے انسانوں نے دنیا کو دیکھا ہے وہ ایک حالت دائمی کی صورت میں پیدا ہوتی ہے ختم ہوتی ہے۔دنیا کی سنت ہی ایسی ہے۔

۳۔دنیا میں جو چیزیں اپنی منزل کی تبدیلی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں اسے قانون تصور کہتے ہیں۔بعض اس کو اللہ کہتے ہیں۔

۴۔دنیا کی ہر چیز اپنے اندر اپنا خدا رکھتی ہے۔جو گزشتہ سامان کے ساتھ بڑھتا ہے۔یہ ایک دائمی اصول ہے۔دین یا دنیا سے مربوط کوئی بھی چیز ہوا سے دبا دیں۔

۵۔دین قرون وسطیٰ کی کہانی ہے۔عصر معاصر کے مسائل کا حل اس میں نہیں ہے۔

۶۔دین کو روکنے کے لیے کیا کیا تدابیر اپنائی ہیں۔انہوں نے اس کے لیے حکمت عملیاں مرتب کی ہیں۔پہلے مرحلے میں دین کے مرکز اور چیدہ چیدہ شخصیات کو سب وشتم،گالی دو لوگوں کی نظروں میں مشکوک مخدوش،مطعون کم سے کم متنازعہ شخصیات بنانا ہے۔اس طرح سے گروہ بندی،ضرب وشتم،سب وشتم کو ایک ثقافت بنانا ہے۔جن لوگوں اور علماء نے علم اور دین میں وحدت قائم کرنے کی کوشش کی

ہے اس کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں:۔

۱۔ مغرب کے پروپیگنڈہ سے مرعوب ہو کر احساس کمتری سے اپنے دین کا دفاع کیا ہے۔

۲۔ یا مشنری سکولوں کی دعوت کو پذیرائی دینے کے لیے کیا ہے۔

۳۔ یا مغرب سے پڑھ کر آنے والوں کی شرمندگی یا ہچکچاہٹ کو کم کرنے کے لیے کیا ہے۔ چنانچہ مغرب سے پڑھ کر آنے والے صرف ان علماء کی بات سنتے ہیں جو دین و سائنس میں جنگ بتانے والوں کی بات سنتے ہیں۔

۴۔ انہیں اشتباہ ہے کہ دین کا مصدر قرآن کے علاوہ حدیث بھی ہے۔ بلکہ علماء سلف کے اقوال بھی ہیں۔ درحقیقت حدیث، اصحاب اتباع اسلاف کے اقوال کو بھی کہتے ہیں۔ اگر وہ دین کے مصادر کو صرف جان لیتے تو ایسی باتیں نہیں کرتے۔

علوم میں تفاخر کرنے والے علماء کا کہنا ہے علوم کی کوئی حد و حصر نہیں ہے، لیکن تمام علوم پر احاطے کا بھی امکان نہیں۔ تمام علوم یکساں درجہ بھی نہیں رکھتے۔ وہ کونسا معیار یا کسوٹی ہوگی جس کی بنیاد پر انہیں تولا یا ناپا جائے۔ جو علم کسوٹی پر پورا اترتا ہو وہ علم لائق قابل فخر ہوگا۔ اس سلسلے میں بعض کا کہنا ہے نبی کریم سے مروی روایت میں کسی علم کو دوسرے علم پر برتری نہیں دی گئی ہے۔ لہذا اشرافت فضیلت میں تمام علوم یکساں ہیں علم بذات خود بنفسہ فضیلت کا حامل ہے لہذٰا ایک علم کو دیگر علوم پر فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ ان کے قول کو بھی بعض نے رد کیا ہے۔ یہ بات درست

نہیں، آپ کہتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوق ہونے کی وجہ سے اشرف علوم، اشرف اللغات ہونا ہے۔اسی وجہ سے حیوان انسان سے کمتر درجے کا ہے۔لہٰذا اس بنیاد پر انسانی علوم کا حامل حیوان اور حشرات کے حامل علوم سے افضل ہوگا۔ چنانچہ دنیا میں لوگ اطباء کا جو احترام اور تعظیم کرتے ہیں وہ دیگر علوم کے حامل والوں کی نہیں کرتے ۔ جبکہ علماء اسلام کا کہنا ہے تمام علوم سے افضل اور بہتر علم، علم دین ہے۔علم دین کو جو مقام حاصل ہے وہ دیگر علوم والوں کے حاملان کو حاصل نہیں ہے۔لہٰذا مسلمین حاملان دین کو انبیاء کے برابر سمجھتے ہیں بلکہ بعض تو خود دین سے بھی علماء کو افضل سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے علماء ہیں تو دین ہے۔لہذا کسی کی بھی توہین کرنے والوں کے مقابلے میں توہین علماء کرنے والے زیادہ قابل مذمت ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کے علوم دین تو کئی طرح کے ہیں، ان میں سب سے زیادہ افضل علم کون سا ہے، کہتے ہیں عربی ہے۔جس کے بغیر آپ دین کو نہیں سمجھ سکتے ۔اسی لیے تو ہماری درسگاہوں میں علوم عربیہ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں بعض حضرات کا کہنا ہے ایسا علم دین جو سب سے افضل و برتر ہے جس پر ہمارے سلف صالح نے عمر گزاری ہے، عرق ریزی کی ہے وہ علم الحدیث ہے۔علم حدیث اتنا آسان نہیں ہے اس کی بہت سی شاخیں ہیں، ضعیف حدیث، رجال حدیث، جرح حدیث، سماع حدیث، اجر وثواب حدیث، جمع حدیث، کل دین حدیث پر قائم ہے۔ یہاں سوال پیش آتا ہے خود حدیث کس پر موقوف کرتا ہے؟ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھنا ہوگا تاریخ حدیث،

اس کی ولادت کب ہوئی ہے؟

تفسیر علماء المسلمین بتقدمهم فی العلوم الکونیة والانسانیة

مسلمانوں کا یہ افتخار اپنے آباء واجداد مشرکین کے افتخار جیسا ہے۔ اللہ نے ان کے رد میں قرآن کریم میں سورہ التکاثر نازل کی ہے۔ یہ لوگ کن کن علماء کا نام لیتے ہیں لیکن ان کے ناموں کا ذکر کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مسلمان عالم کس کو کہتے ہیں۔ بطور مثال اگر کوئی طبیب امراض انسانی یا دوائی امراض کو آپ علماء قانون یا علماء ہندسہ یا علماء ذرہ یا علماء فلکیات میں شمار کریں کیا یہ شمار درست ہوگا؟ اگر کسی بیطار کو عالم اجتماع وسیاست کہیں گے تو کیا یہ درست ہو گا؟ جن شخصیات کو آپ علماء مسلمین کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، وہ اسلام نہیں جانتے تھے انہوں نے اسلام کو نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ انہوں نے علم فلسفہ، طبیعات یونان پڑھا تھا یا علم فلک پڑھا تھا۔ یا کوئی اور علم قرآن کریم سے ناواقف علم اصول، فقہ علما لبلاغہ، علم معانی بیان کرنے والے کو یا علم الشعر جاننے والے کو عالم اسلام کہیں گے۔ بلکہ یہ لوگ خود اپنے فرقے کا تعارف کرتے تھے۔ علوم اسلامی میں جن علوم کو شامل دکھایا گیا وہ علوم یہ ہیں۔

۱۔ علوم عربیہ صرف ونحو معانی بیان بدیع

۲۔ علوم شعر عروض قافیہ

۳۔ علوم عقلی جس میں علم منطق علم کلام علم تصوف علم ریاست کو پیش کرتے ہیں۔

۴۔علوم نقلی میں علوم قرآن، جمع قرآن، قرآت قرآن، ناسخ منسوخ، عام و خاص قرآن تاریخ قرآن، احکام قرآن کا ذکر کرتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی شاخیں ہیں۔

۵۔علم حدیث، حفظ حدیث، تدوین حدیث، تاریخ حدیث، رجالِ حدیث، جرح وتعدیلِ حدیث

۶۔علوم فقہ اس میں اجتہاد تقلید مصادر فقہ۔

۷۔علم تاریخ غزوات، سیرت نبی کریم، سیرت راشدین، خلفاء بنی امیہ، خلفاء بنی عباس ان کے بارے میں معلومات کتاب الجدید علوم تالیف سعید صدیق خان متوفی ۱۳۰۳ھ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ان علوم جدید میں جن شخصیات نے اس بارے میں روشنی ڈالی ہے اور نیز شخصیات کی نشاندہی کی ہے وہ عبدالرزاق نوفل ہے۔آپ نے ایک کتاب بنام المسلمون وعلم الحدیث کے نام سے لکھی ہے۔

دین اسلام کی شناخت کے لئے وضع شدہ علم کو ''فقہ'' کہتے ہیں۔یعنی گہرائی، عمق اور دقت و باریک بینی سے سمجھنا لہٰذا قرآن میں کلمہ تفقہ استعمال ہوا ہے۔فقہ کو اپنی جگہ دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں فقہ اکبر حسب تصریح علماء دین اسلام کے اعتقادی حصے کو کہتے ہیں۔دوسرے حصہ کو فقہ اصغر کہتے ہیں فقہ اصغر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔فقہ مستدل یعنی ہر درپیش مسئلہ کو قرآن اور سنت سے مستند کرنے کو کہتے ہیں، اس کو علم فقہ کہتے ہیں جہاں فقیہ مسئلہ کو دلیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۲۔اصول فقہ جہاں دلیل کی دلالت پر بحث کرتے ہیں، اس کلمہ سے یہ مطلب ثابت ہوتا ہے یا نہیں، یعنی خود دلیل کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

۳۔علم الحدیث چونکہ فقہ کا اکثر و بیشتر حصہ سنت رسولؐ سے مستند ہے اور سنت رسولؐ میں بے تحاشا اضافہ جعلیات شامل ہوئی ہیں جہاں علماء احادیث دیکھتے ہیں کونسی حدیث حجت ہے اور کونسی حجت نہیں نیز حجت کی کسوٹی پر بحث کرتے ہیں۔

۴۔علم رجال احادیث صحیح اور غیر صحیح کی پہچان میں اپنی جگہ ان راویان کی شناخت پر موقوف ہے لہٰذا یہ علم ان راویوں کی سوانح حیات کو پیش کرتا ہے کہ وہ اپنی عملی زندگی میں کیسے مشہور تھے کیسی شہرت رکھتے تھے۔

۵۔نقد رجال ممکن ہے کہ سوانح حیات لکھنے والے علماء نے کہیں با قاعدگی میں غلطیاں کی ہوں۔ان پر ناقدانہ بحث کرنے والوں کو ناقدین یا اصحاب جرح و تعدیل کہتے ہیں۔

[صراع مع الملاحدہ ص ۲۱] ڈاکٹر صادق جلال عظم افتراء اور مغالطات سے بھرے کلمات میں کہتا ہے کہ علم منافی و مناقض دین ہے۔یہی جلال عظم کی کتاب کا محور و مرکز ہے۔

۱۔صادق عظم اور ان کے اسلاف الحادیوں کے نزدیک دین مولود جہل و نادانی ہے کیونکہ حوادث و تغیرات کو ان کے اسباب و علل حقیقی کی طرف نسبت دینے سے انسان انجان و ناواقف تھا۔رعد و برق اور زلزلہ و سیلاب و طوفان وغیرہ کے اسباب و عوامل سے نا آشنائی کی وجہ سے تصور دین گھڑا گیا ہے جبکہ آج ان سب

کے اسباب وعوامل کشف ہو چکے ہیں۔

۲۔بعض دوسروں نے دین کو سرمایہ داروں کی پیداوار قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے سرمایہ داروں نے مزدوروں کو خیانت و چوری اور مخالفت وغیرہ سے باز رکھنے کیلئے دین گھڑا ہے، وہ اسے اسباب موضوعی اور خیالی کی طرف نسبت دیتے تھے۔

۳۔بعض دیگر ان نے دین کو نادار ومحروم طبقات کی پیداوار گردانا کہ انہوں نے اپنی تسلی وتشفی کیلئے دین گھڑا ہے۔دین بعض جگہوں پر بہت پہلے سے ظاہر ہو چکا تھا، بعض جگہ حال ہی میں ظاہر ہوا اور یہاں مشرق میں ابھی تک یہی چل رہا ہے بلکہ یہ ہوا میں گھومتا ہوا غبار ہے۔اسی طرح اس کی بہت سی وجوہات بتائی گئی ہیں لیکن ان سب کی برگشت اس پر ہے کہ دین کا سلسلہ کسی ماوراء حقیقت سے جوڑا نہیں جاسکتا۔

کیا واقعی علم و دین میں تناقض ہے؟ اس تناقض کو ثابت کرنے کیلئے انہوں نے پہلے علم کے معنی کو محصور کرنے کی کوشش کی کہ علم وہ معارف اور معلومات ہیں جو وسائل تجربی اور تطبیقات سے حاصل ہوتی ہیں۔اس مدعا پر کہ علم تنہا محسوسات اور اس کے وسائل سے حاصل شدہ کو کہتے ہیں۔اس مفروضے کے تحت انہوں نے یہ نتائج ترتیب دیئے ہیں۔

انسان اپنے پاس موجود وسائل علمی حقائق کو کشف کرتے ہیں، اسے یقین ہوتا ہے کہ مشاہدات و مدرکات اور حسی تجربات سے حاصل شدہ چیزیں حقیقت ہیں جبکہ باقی سب وہمیات ہیں۔اس تناظر میں وہ دین کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ان کا کہنا

ہے کہ اس حوالے سے دین پر اعتماد نہیں کر سکتے بلکہ علم اور وسائل علمی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ یہاں ملحدین بدزبانی کرتے ہوئے کہتے ہیں دین خرافات واوہام ہے۔ یہ لوگوں کے ذہن کی گھڑی ہوئی چیز ہے، اس نے لوگوں کے اختلافات یا مصلحتوں سے جنم لیا ہے۔ یہاں ان لوگوں نے ایک مغالطہ پیش کیا کہ عقل و دین میں تناقض ہے اور وہ اسے ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

علم اور دین میں تضاد:

مجلّہ فکر اسلامی عدد ۹ ص ۱۱۱ مغرب میں اساس و بنیاد علم تضاد بین جسم و روح کے نظریے پر قائم ہے جو انہیں یونان سے ورثے میں ملا ہے۔ یہ فکر گزشتہ زمانے کے ساتھ یہودیت و نصرانیت سے ممزوج ہوگئی اور آخر میں سیاست اور عام لوگوں میں تضاد کا باعث بنی۔ دوسری طرف سے عقل اور مذہب جس نے دین کی جگہ لے لی تھی، میں بھی تضاد قائم ہوگیا۔ یہاں سے سیاستمداران میں تضاد آیا، آخر میں کلیسا نے مذہب کا دفاع کرنا شروع کیا۔ یہاں سے سیاست دانوں اور کلیسا میں تضاد و تصادم اور ٹکراؤ شروع ہوگیا۔ آخر میں عقلانیت، کانٹ و ڈیکارٹ اور مذہب و اخلاق میں تضاد شروع ہوا اور آخر کار عقلانیت و معنویت نے مذہب کو چھٹی دے دی۔ اس طرح مذہب کی شکست کے نام پر دین کا انکار کیا گیا یوں میدان میں واحد و یکتا علم شہسوار رہ گیا۔ یہاں سے انقلاب صنعت نے مادیت کا نیا لشکر تیار کیا۔ نئے نظریات کو فروغ دینے کیلئے نئے مدارس و درسگاہیں بنائی گئیں۔ تمام درسگاہوں کی توجہات حقوق پر مرکوز کیں اور حقوق کی بنیاد اجتماعیات، اقتصادیات

اور جمہوریت و آزادی کی بنیاد پر قائم ہوئیں ۔جس کی نتیجے میں دین کو تعین حقوق سے بے دخل اور اجنبی قرار دے دیا گیا۔اب انسانی حقوق کیلئے بھی انتخابات کے ذریعے تعین کرنا شروع کیا گیا بلکہ حقوق کو جمہوریت میں قید کرنے لگے۔آخر میں سب کی برگشت انسان بنا۔بغیر کسی معیار کسوٹی کے کلیسا عقلانیت کے خلاف ہوا اور اس کے نتیجے میں عقلانیت نے کلیسا کو نشانہ بنایا۔ یہاں سے عقل و علم دونوں ضدِ دین قرار پائے۔یورپ کی عقلانیت اور علم نے تنہا کلیسا کو نہیں بلکہ ہر قسم کے ماورائے محسوسات سے انکار کرتے ہوئے تمام ادیان پر حملہ کیا جس میں اسلام کو بھی شامل کر لیا گیا۔ان کی نظر میں اسلام کو استثنیٰ دینے کی کوئی منطق نہیں بنتی، دوسری طرف ان کی دین کو شدت سے رد کرنے کی ضد میں بہت سے علماء و دانشوران اسلامی نے عقل کے خلاف کتابیں لکھنا شروع کیں ۔ان میں جو قابل ذکر شخصیات سامنے آئیں جیسے نوبختی مولف الرد علی المنطقی ،غزالی مولف تہافت فلسفہ ابن حرم امام حزم خوارزمی تاج الدین شافعی ،ابن تیمیہ صاحب کتاب الرد علی عقائد الفلاسفہ،ابن قیم جورسہ صاحب مفتاح اسعادہ اشاعرہ، ظاہریہ اخبارین، وھابین شامل ہیں۔

علم اور دین میں تناقض و تضاد کا دعویٰ منورین کا ہے۔علم اور دین میں کس قسم کا رشتہ ہے اس کو جاننے کیلئے ہمیں ان چیزوں کے درمیان قائم رشتوں کو بھی بیان کرنا ہوگا۔وہ کونسا علم ہے جس سے انسان دین سے آزاد ہو جائے اور وہ دین کی جگہ لے لے اور اس کے اندر اطمینان و سکون پیدا کرے اور سعادت کی زندگی بخش

دے۔آیا وہ یہ علم ہے جس علم کے ساتھ انسان مسخر ہو گیا ہے۔وہ آلات وسائل کا تابع ہو گیا ہے۔وہ بڑی بڑی مشینریوں کے اندر پس رہا ہے اور اس کے عواطف و جذبات شعور کو دبا اور پیس رہے ہیں یا وہ علم فلسفہ ہے جو انسان کی رہنمائی کرے کہ غریزہ ہی انسان کا بنیادی مصدر ہے وہی اس کی غرض و غایت ہے، فطرت اس کا جریمہ ہے۔خاندانی نظام اس کے ساتھ دھوکا ہے، دین قوموں کو پلانے والی افیون ہے، حیات مادہ ہے۔بے دینوں کے اس فلسفے کے تحت اللہ مر چکا ہے اور انسان نے اپنا خالق خود پیدا کیا ہے۔موت انسان کی حیات کا آخر ہے، اب انسان کو اپنے علاوہ دیگر انسانوں کو اپنے پاؤں تلے کچلنا چاہیے تا کہ وہ اس دنیا کی لذات و خواہشات سے موت آنے سے پہلے فائدہ اٹھا سکے۔اخلاق نامی کوئی چیز نہیں، یہ وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، انسان دائم تطور و ترقی ہے اور زندگی صرف یہی دنیا ہے۔

رشتہ علم و دین:

کتاب فلسفہ دین ص ۳۸ پر رشتہ علم و دین کے بارے میں مفکران و دانشوران کے نظریات کو جمع کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

ا۔علم و دین ایک دوسرے کے مخالف و مقابل ہیں، ہر ایک کا میدان جدا ہے، ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں جس سے یہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوں جیسے انسان عالم اور پتھر جیسی دو الگ ریاستیں حکومتیں ہیں جو دو الگ موجودات ہیں۔لہٰذا ان کا آپس میں ہر قسم کا تعارض اور تضاد و تناقص پایا جاتا ہے۔

۲۔انسان بیک وقت علم اور دین دونوں کو جمع کر سکتا ہے یعنی وہ حامل علم اور حامل دین بھی ہوسکتا ہے۔

۳۔علم معاون و مددگار دین ہوسکتا ہے۔اس سلسلے میں بہت سے مکتشفین اور علماء کا نام لیا جاتا ہے۔نظم کائنات کی وجوہات،ضرورت اور علت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے۔

۴۔علم ضد دین ہے کیونکہ علم کہتا ہے جو چیز حس انسان میں نہیں آتی ہے وہ وجود نہیں رکھتی۔لہٰذا دین یعنی ماورائے مادہ کسی ہستی کا ہونا علم نے کشف نہیں کیا۔

عصر حاضر کی جدیدیتِ مغرب اور اس کے گماشتوں کا کہنا ہے آپ لوگ ابھی تک قرون وسطیٰ کی زندگی گزار رہے ہیں۔جس طرح ۱۷۹۹ء میں یورپ والے ظلمت کو چیر کر اور دور تاریکی کو پیچھے چھوڑ کر عصر نورانیت میں داخل ہوئے،تم بھی اس طرح اس ظلمت کو دور کرو۔لیکن ہمارا سوال ہے کہ ان کے نورانی ہونے کا کیا معیار ہے؟ کیا جس طرح وہ ظلمتوں کی تاریکیوں میں سرگرداں تھے، ہم بھی ظلمت و تاریکی میں تھے؟ نیز انہوں نے نورانیت کہاں اور کس جگہ پھیلائی؟

الدین:

الدین کتاب فلسفہ قرآنیہ عقاد ص ۷ پر لکھتے ہیں ’’دین لوازم،ضروری، ذاتی واجتماعات بشر ہے۔دین کسی خاص معاشرے یا علاقے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تمام عالم کی ضرورت ہے۔حاجتیں پیدا ہونے سے پہلے اور بعد میں دونوں صورتوں میں دین کی ضرورت ہے‘‘۔

ایسا امتیازی انسان، کوئی قوم یا قبیلہ تاریخ بشر میں نظر نہیں آتا جو کسی قسم کا دین نہ رکھتا ہو۔ دنیا کے گوشہ و کنار میں بسنے والے بھی ماوراء مادہ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ کلمہ دین، نصرانیت، یہودیت، عیسایت اور اسلام، غرض ماوراء غیب ہر قسم کی گرائش کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن ایک دین کا اصل ہے اور اس کا دوسرے ادیان سے تمیز کرنے کیلئے کیا معیار ہے؟

گرائش ایمان و تدین خود انسان کی تخلیق کے ساتھ پیدا ہوئی ہے جو آہستہ آہستہ اس کے اندر سے نمودار ہوتی ہے۔ وہ اس کے اندر خود خالق انسان نے پیدا کی ہے۔ لہٰذا انسان رشد حاصل کرنے کے ساتھ اس خالق کو تلاش کرنا شروع کرتا ہے، جبکہ معاشرے میں الحاد انسانوں نے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان کے اندر ماحول، اجتماع اور معلم و مربی کے ذریعے داخل ہوا ہے۔

قوامیس و معاجم لغت میں دین کیلئے بہت سے معانی بیان ہوئے ہیں۔ اس کے معانی میں غلبہ، عزت، سلطنت، حکم، اطاعت، عبادت، عادت، سیرت، توحید، ملت وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ اگر کلمہ دین کے موارد اور استعمال کو دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل صورتوں میں سامنے آتے ہیں۔:

۱۔ متعدی بنفسہ مفعول آتا ہے فیقول دان بدنیہ یہاں قہر و غلبہ کے معنی دیتا ہے۔

۲۔ اگر کلمہ دین حرف لام کے ذریعہ مفعول یعنی اسم آلہ کی طرف تعدی کرے تو خضوع و اطاعت کے معنی میں آتا ہے۔

۳۔کبھی متعدی بہ آتا ہے تو یہاں کسی چیز کے التزام وتعبد کے معنی میں آتا ہے ان موارد واستعمال کو دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نحویین بخوبی اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ کلمہ رابطہ میں دوطرفہ متفاوت درمنزلت ومقام میں آتا ہے۔خاص کر عقائد واعمال میں آتا ہے جہاں ایک طرف قوی کوضعیف پر عائد کیا جاتا ہے۔

دین نیا بیعہ ومناھج ص ۸۹ دین منزلت میں متفاوت دوطرف کے رابطہ کا نام ہے۔جہاں ایک طرف قوی ضعیف پر کچھ عقائد افکار واعمال عائد کرتا ہے کہ انہیں انجام دیں۔اس مفہوم میں اگر دین کی طرف سے قوی کونسبت دی گئی تو غلبہ قہر استعلاء تسلط کس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اس وقت یہ کلمہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔یہاں کسی حرف سے مدد نہیں لیتا ہے۔

اگر دین کی پستی یا ضعیف کی طرف نسبت دی گئی ہے تو یہ خضوع،اطاعت و عبادت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو لام سے تعدی ہوتا ہے ملتزم بہ کے لئے ب سے تعدی ہوتا ہے۔پس دین میں معنی حکومت اور غلبہ وقہر ایک طرف سے ہوتا ہے، نیچے والے کونسبت دیتے وقت اطاعت وعبادت محکومیت اس کے علاوہ ملت اور عادت سیرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔کیونکہ شخص متدین کی خاطر میں انطباع ہوتا ہے۔

دین وشریعت،خمیرہ انسان کا جزء لا ینفک رہا ہے اسے نہ دبا سکتے ہیں نہ ختم کر سکتے ہیں۔ دین ایک حقیقت ہے اس کا واضح ثبوت تاریخ بشریت میں دینداروں سے جنگ بلا امان لڑنے والوں کا دین کا لبادہ لپیٹنے کے بعد آخر میں انہی

دینی ٹھیکداروں سے تعاون کی درخواست کرنا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ بادشاہ روم قصطنطنین نے مسیحیوں کو آوارہ اور غاروں میں روپوش ہونے پر مجبور کیا اور بعد میں انہیں معافی دینے کا اعلان کر کے دوبارہ بلایا۔ ان سے اپنے اقتدار کی کرسی کی دوبارہ مرمت کروائی۔ تتاریوں نے عراق اور ایران میں دین سے جو سلوک کیا، سب کے سامنے تھا لیکن بعد میں انہی کے سامنے خاضع ہونا پڑا۔ یورپ میں کلیسا کو بے دخل کیا گیا لیکن دوبارہ انہی دینی ٹھیکداروں سے مدد لی، استعمار گری کا کام انہی مسیحیوں سے کرایا گیا۔ ہمارے ملک میں افغان جنگ دین کے ٹھیکداروں کی مدد سے لڑی گئی پھر ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اسلام داعی علم ہے

رغم انف دشمنان اسلام ہے کیونکہ اسلام تو داعی علم ہے، اسلام کا علم کی مخالفت کرنا تو دور کی بات ہے، قرآن اور سنت نبیؐ میں علم اور حصول علم کی کس حد تک تاکید ہے یہ ملاحظہ کریں۔

قرآن میں علم

دین داعی علم نہیں کیونکہ علم انسان کے زندگی سے متعلق ہے۔ جتنا علم میں اضافہ ہوگا انسان بہتر آسان تر زندگی گزار سکے گا۔ بہتر اچھی زندگی گزارنے کی کاوشیوں سے اسے روکیں گے تو وہ رکے گا نہیں۔ یہ انسان کی طبیعت کا تقاضا ہے۔ یہ ایک پہاڑ کے اوپر سے گرتے ہوئے آبشار یا بہتے ہوئے پانی کی طرح

ہے جس کو روک نہیں سکتے ہیں۔

بعض افراد کو یہ شبہ ہے قرآن کریم نے جن آیات میں دعوت علم دی وہ اس لیے نہیں کہ علم با فضیلت چیز ہے بلکہ اس لیے دی ہے یہ دین جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اللہ کی اطاعت اس کی الوھیت کا تقاضا ہے۔ یہ اس کی الوہیت، خالقیت، مالکیت اور رزاقیت کا تقاضا ہے۔ یہ کائنات ذرہ سے اور چیونٹیوں کے اکھ سے لے کر نباتات تک اور پھر پہاڑ، ستارے، سورج سب اُسی کی تخلیق اور سب اسی کے مطیع ہیں۔ اس سلسلے میں ''قل انظروا الم تری فانظر فی السماء ''والی ساری آیات انسان کی توجہ، خالق اکبر کی طرف موڑنے کا حکم لئے ہوئے ہیں۔

اساس ومنبع وسرچشمہ اسلام قرآن کریم ہے۔ دیکھیں اس میں علم کا کیا مقام و مرتبہ ہے، کیا اسلام ضد علم ہے یا داعی علم ہے؟ آئیں دیکھتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں کلمہ علم اور اس کی مشتقات ۸۶۵ بار آئے ہیں یہ سب سے زیادہ اور جامع کلمہ ہے جو قرآن میں تکرار ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے قرآن فروع علم پر کتنا اور کہاں تک اعتماد کرتا ہے۔

۲۔ مترادفات و متقاربات، علم معرفت ہدایت، فقہ، فکر، عقل، تدبر، تذکر، نظریہ، نظریہ بصیرہ کے مترادفات کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

۳۔ علم اسماء صفات، حتی کہ حق سبحانی، عالم علام اور علیم ہے۔

۴۔ علم کو پہلے مرحلہ میں مختص باللہ گردانا گیا ہے۔ ملک ۲۶ یس ۷۹ شوریٰ ۱۲

۵۔علم کی نعمت، خلق کے وجود کے بعد دوسرے مرحلے میں آئی ہے رحمٰن ۱۔۴

۶۔شناخت و پہچان آدم، علم بتایا ہے بقرہ ۳۱۔۳۳

۷۔اول نزول قرآن علم سے ہوا ہے سورہ اقراء ۱۔۵

۸۔علم صفات اکرام خلق ہے انفطار ۱۔۲ نساء ۱۱۳ بقرہ ۲۴۷

۹۔لفظ عالم ۱۳ بار تکرار ہوا ہے تمام جگہ یہ لفظ صرف اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوا ہے۔

۱۰۔کلمہ علام چار دفعہ آیا ہے وہ بھی صرف اللہ کے لئے۔

۱۱۔لفظ یعلم ۳۲ بار تکرار ہوا ہے یہ بھی صرف اللہ کیلئے آیا ہے فصلت ۱۲

۱۲۔علما نکرہ ۲۲ بار آیا ہے یہ بھی اللہ کے لئے مختص ہے۔

۱۳۔اعلم نکرہ کے ساتھ ۱۰۸ بار آیا ہے۔

اسلام کے دونوں ستون عقائد و شریعت علم پر قائم ہیں۔عقائد ایمان باللہ، ایمان با انبیاء، ایمان باملائکہ اور ایمان با آخرت پر قائم ہے۔ایمان بماوراء مادہ ہے اور یہ علم کی سواری پر سوار ہے۔مادہ پرست یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان ماورائے مادہ، تخرص یا تخمینہ و اندازہ ہے کیونکہ یہ ایمان، دلائل و براہین سے ماخوذ اور اتسنباط کیا گیا ہوتا ہے۔جس طرح کسی چیز کے جزء کو اس کے کل کے مساوی گردانا غلط سمجھا جاتا ہے، جزو کے نصف کو صحیح گردانا جاتا ہے۔اسی طرح ایک عدد کا تہائی تین، اور چوتھائی ایک جبکہ چار اس کا مساوی تقسیم ہوتا ہے، یہ وہ دلیل قطعی ہے جسے کوئی رد نہیں کرسکتا۔ایمان باللہ یعنی ماوراء مادہ، اس مادہ کا خالق

موجود ہے۔اس پر دلائل کثیرہ قاطعہ اور ابحاث وافر موجود ہیں جو آگے بیان کریں گے۔ اگر اس دلیل کو تسلیم نہیں کریں گے تو انسان کو اپنے بہت سے ذخائر علوم و معارف سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔کتاب اراء ذرین ص ۲ علماء مادین نے کسی وجود کے اعتراف کی مقیاس کو حواس خمسہ کی حدود تک محدود کیا ہے، جو حواس خمسہ میں نہیں آتیں وہ انکے نزدیک موجود نہیں ان کا یہ مقیاس انتہائی غلط ہے مثلاً سورج اور چاند کے درمیان قوت جاذبہ کس کی حس کے اندر آتا ہے؟ بجلی کی تار میں روشنی کس حس میں آتی ہے، دریاؤں میں مدوجزر پیدا کرنے والے عوامل کس حس میں آتے ہیں، خود اپنی شخصیت کو دیکھیں جو خصائص آپ کے اندر پائے جاتے ہیں جیسے صفات محبت، بغض، شجاعت، رحمت، مروت، عاقل ہونا، تدبر و تفکر، جلب منفعت و دفع ضرر و فساد اگر یہ چیزیں آپ کا جزء نہیں ہیں تو انہیں حس میں نہیں آنا چاہیے یا کہہ دیں کہ میرے پاس عقل و رحمت و شفقت کا وجود ہی نہیں ہے اگر ہے تو کس حس نے انہیں درک کیا ہے؟

علم ضد دین ہے نہ کہ دین ضد علم ہے: [کتاب عقید تناص ۳۸]

تعریف علم ”عبارۃ عن حضورہ المعلوم لدی العالم اما حضور ابالمباشر او بغیر “اس تعریف میں تمام اقسام کے علوم کو شامل ہونا چاہیے۔ حضوری ہوں یا حصولی۔ کیونکہ معلوم حضوری حاضر بنفسہ ہے اور معلوم بالعلم حصولی معلوم بالعرض ہے، نفس کے پاس بوساطت علم حاضر ہے۔اگر یورپ میں ہونے والی علمی تحقیقات کے نتیجے میں کلیسا ضد علم قرار پایا یا نصرانیت کلیسا نے علم کے ساتھ

ضد کا کردار اداء کیا تو یہ یورپ والوں تک محدود ہے ۔لہذا ان کی کتاب مقدس اناجیل مشوک النسب میں مندرجات دین کو رد کریں ۔لیکن جو دین مسلمانوں کے پاس ہے اس کا مصدر قرآن کریم ہے جو خود دنیا کو تحدی کر رہا ہے۔

بے شرم منورین اپنے مسلمان ہونے کا شناختی کارڈ رکھنے والے پڑھے لکھے اور اعلیٰ اسناد تعلیم کا دعویٰ کرنے والے کبھی کہتے ہیں کہ تعلیم کی سند ہونی چاہیے۔سند کے غلط یا جعلی ہونے سے کیا ہوتا ہے ایسے سوالات نہیں کرنے چاہییں ۔الیکشن لڑنے کیلئے فرشتے نہیں آئیں گے۔انصاف تو کریں اگر فرشتے نہیں آسکتے ہیں تو ان کے متبادل اداکار،قوال،رقاص اور گانے والے تو آسکتے ہیں۔

مذہب کے نام سے ووٹ لینا جرم ہوگا یہ اقدام اپنی جگہ اچھا فیصلہ ہے کیونکہ اس ملک کو برباد و ویران اور املاک کو نقصان پہنچانا انہی فرقوں کا کیا دھرا ہے جو مذہب کے نام سے ووٹ لیتے ہیں لیکن سیاسی پارٹیوں کے نام سے بھی ووٹ نہیں لے سکتے ہیں ۔ہماری چھٹی حس کہتی ہے انہیں فرقے کا نام تک برداشت نہیں بلکہ کہیں آگے جا کر اسلام کا نام لینا بھی جرم ہو جائے گا لیکن بعد میں عسکری قیادت کے بیان سے واضح ہو گیا کہ فرقے نہیں تھے بلکہ اسلام ہی مراد ہے اگر فرقوں سے نفرت ہے تو اسلام کی وجہ سے ہے۔

ہم چونکہ اللہ کے فضل وکرم سے عنایت کردہ چشم بصارت کے علاوہ اس کی عنایت کردہ عقل اور وحی القرآن کے انوار قدسی سے مستفیض ہیں لہٰذا ہم حقائق کے اس طرف تک دیکھتے ہیں جہاں ملحدین کو دھند نظر آتی ہے لہٰذا وہ فیصلہ نہیں کر پاتے

کہ اس کے آگے کیا چیز ہے؟ کوئی کہتا ہے اس کا آخر نظر نہیں آتا، کوئی کہتا ہے آخر نظر آتا ہے لیکن ایک اندازہ ہے کہ یہ اچانک وجود میں آیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کوئی مائع، گیس نظر آتی ہے جس میں کائنات بننے کی صلاحیت ہے لیکن نوروحی ہمیں بتاتی ہے کہ کائنات کے ظاہر و باطن پر نظر دوڑائیں۔ لہٰذا ہم ان تکوینیات علوم کو بھی چشم حقیقت سے دیکھیں گے، عنادی اور جاہلانہ فیصلہ نہیں کریں گے۔ دیکھیں گے کہ ان علوم نے کیا یہ کہا ہے کہ دین نہیں ہے یا خالق نہیں ہے۔

۴۔ علم کی تعریف اور اس کی اقسام

علم کی تعریف میں علماء کے اقوال مضطرب ہیں۔ فیلسوف کندی نے اپنے رسائل میں تعریف علم میں کہا ہے **العلم وجدان الاشیاء بحقا ئقھا** یعنی وجدان کا اشیاء کے حقائق کو پانا علم ہے، ابوالحسن عابدی نے **الاحاطہ با الشی علی ما ھو علیہ** کہا، افلاطون نے کہا ہے **العلم با نہ الظن المصحوب باالبرھان**، شیرازی نے علم کے چند ین معنی بیان کئے ہیں **انہ حالت بھا تتمیر الاشیاء عند العقل ثانھا انہ نسبہ بین العالم و المعلوم انہ صورۃ الموجود للثن المجردعی امادہ کثرۃ** تعریف علم اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ علم کی ایک جامع وکلی تعریف حسب اصطلاح علماء مناطقہ جامع افراد مانع اغیار ممکن نہیں ہے۔ جس طرح وجود کی تعریف ممکن نہیں ہے اس کی بنیادی وجہ علم بھی وجود جیسی بدیہات میں سے ہے۔ عالم درک کرتا ہے کہ وہ عالم ہے اور جاہل درک کرتا ہے کہ وہ جاہل ہے اور میں نادان ان پڑھ درس ناخواندہ ہوں لیکن

درمیان میں بعض ایسے جاہل ونادان بھی ہیں جو جاہل و نادان ہوتے ہوئے دعوائے علم ودانش کرتے ہیں، اس کو جہل مرکب یا تجاہل کہتے ہیں۔

کلمہ علم پہلے ہر قسم کی معارف کے لئے استعمال کیا جاتا تھا لیکن دور جدید میں یہ کلمہ صرف علم سائنس کے لئے مختص ہو گیا ہے۔ جسے سابق زمانے میں علم جاہلیت کہتے تھے جس میں علم زمین شناسی، فلکیات، ریاضیات، ہندسہ، طب و زراعت سازی وغیرہ آتے ہیں یہاں تک کہ ایٹم سازی بھی علم سائنس میں شامل ہوتا ہے۔ اللہ نے معلم ومربی کل بشر کو چندین آیات قرآن میں امی کہا ہے اور واضح کلمات میں کہا ہے ''ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان'' شوری ۵۲۔ قرآن کریم نے جہالت کے حوالے سے ایک نئے کلمہ کا بھی تعارف کروایا ہے، یہ شکل نہ پہلے متعارف تھی نہ کسی قوم وملت و درسگاہ میں ابھی تک متعارف ہوئی ہے، وہ کلمہ جاہلیت ہے۔

تعریف علم ومعرفۃ: کتاب نظریہ المعرفہ فی الاسلام تالیف دکتور جعفر عباسی]

اس کتاب میں لکھتے ہیں بعض علماء ومفکرین کا کہنا ہے معرفت کا مفہوم بدیہی ہے، بدیہیات تنہا محتاج تعریف نہیں بلکہ ان کی تعریف ناممکن ہے کیونکہ ہر چیز کی شناخت معرفہ سابقہ سے کرتے ہیں تو خود معرفت کی تعریف کے لئے بھی پہلے معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح سے یہ ایک تحصیل حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر صاحب کتاب لکھتے ہیں کسی چیز کی معرفت حواس یا معاون وسائل حواس سے ہوتی ہے معرفت سے مراد ادراک، اشیاء کے حوالے سے تصور اشیاء ہے۔ قدمانے اس

کی بہت سی تعریفیں کی ہیں مثلاً کسی چیز کی معرفت حواس کے ذریعے درک کرنا، بعض نے معرفت کا معنی علم سے کیا ہے چاہے وہ تصور ہو یا تعریف کی صورت میں۔ معرفت اور علم کے درمیان فرق اس طرح سے کرتے ہیں کہ دائرہ معرفت علم سے وسیع تر ہے، معرفت میں علمی و غیر علمی سب آتے ہیں۔اس صدی کے ایک نامور دانشمند علامہ محمد رضا مظفر اپنی کتاب المنطق میں لکھتے ہیں عرف عام میں تعارفات کی چندین نوعیت چلتی ہیں۔

ا۔ایک کلمہ کے عوض میں، دوسرا کلمہ استعمال کرنے سے تعارف واضح ہوتا ہے جیسے کسی سے یاسمین کے بارے میں پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے یہ ایک خوشبودار پھول ہے۔کبھی یورینیم کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتے ہیں ایک عنصر کا نام ہے۔ کبھی عناصر کے توسط سے مرکب بنائے جاتے ہیں یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن کے ملنے سے پانی بنتا ہے، کسی چیز کی کبھی حقیقت بتائی جاتی ہے مثلاً انسان کیا ہے تو کہتے ہیں کہ حیوان ناطق ہے، اور اگر کسی لفظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں ہوتا تو تعریف کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔

کتاب مصدر معرفت ص ۳۷ پر ابوعلی فارسی صاحب مقائس اللغۃ سے نقل کرتے ہیں کہ علم تین حروف ع ل م پر مشتمل ہے۔اس کلمہ کی ایک ہی اصل ہے یعنی کسی کے اثر کو کہتے ہیں، اسی تناظر میں جنگوں میں بلند ہونے والے پرچموں کو علم کہتے ہیں۔ پہاڑ کو علم کہتے ہیں، جوھری نے کہا ہے عربوں کے نزدیک کسی چیز کی تعریف کی کئی اقسام ہیں ایک خود اس چیز کو قریب میں لاکر دکھاتے ہیں جیسے کلمہ قلم

کے ساتھ استاد قلم دکھائیں کبھی اس چیز کی ضد کے ذریعے تعریف کرتے ہیں اور کبھی اس کا ایک مصداق بیان کرتے ہیں۔

معرف سے کیا مراد ہے لکھتے ہیں ھدف از تعریف رفع ابہام از معرف ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز کے گرد ابہام و اجمال نہ ہو تو اس کی تعریف کی بھی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ علم انہی چیزوں میں سے ہے جس کے معنی مبہم و مجمل نہیں ہیں۔ کلمہ علم لغت میں بمعنی شعور، اثر، علامت اور راستوں میں منصوب نشانیوں کے معنوں میں آیا ہے۔ کہتے ہیں یہاں راستوں کے نشانات جو منصوب ہیں انہیں علم کہتے ہیں۔ قاضی عبدالجبار نے علم کی تعریف میں کہا ہے **المعن الذی یقتضی سکون نفس العالم الا ماتناولہ فلیس من العلم فی شئی مالم یطمئن الیہ المر ویعقدہ اخونی** الصفاء نے کہا ہے **ھو صدر المعلوم فی نفس العالم** صاحب معجم فلسفی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ ص ۹۹ پر کہا ہے **علم ھو الادراک مطلقا تصورا کان او تصدیق علم مرادف معرفہ** ہے۔ کہتے ہیں یہاں اس کی تعریف جنس و فصل سے کرتے ہیں۔ دوسرا یقسم کلمہ تام و ناقص سے کرتے ہیں، کبھی اسکی ضد سے کرتے ہیں اس حوالے سے اگر علم کی تعریف اپنی ضد سے کریں گے تو علم کی ضد جہل ہوگا۔

تعریف علم: [کتاب نظریہ المعرفہ محمد مکی عاملی ص ۱۷]

علم مذموم کتاب مدخل تفسیر الموضوعی تالیف عبدالستار فتح اللہ ص ۲۱۸ علم بطور مطلق ممدوح نہیں بلکہ مذموم بھی ہیں۔ جیسا کہ وہ علوم ضرر جو جلب شرور مفاسد کے

علوم یا دوسروں کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت حاصل کرنے والے علوم ہیں۔ جن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ علوم سحر و شعبدہ بازی بقرہ ۱۰۲ طٰہٰ ۶۹۔

۲۔ علم وکالت، قوانین مستند جھوٹ سازی، کفر و الحادی قوانین کی دفعات لے کر وکالت کرنے کا عمل شرک و جہالت ہے اور یہ سفاحت پر مبنی ہے۔ نحل ۱۱۶۔۱۱۷ روم ۶۔ ۷ علم صحیح کو عمل حرام کے لیے استعمال کرنے والا علم بھی حرام ہوگا۔

الہدف من کل التعریف: رفع الابہام فی المعرف ھدف و غایت تعریف معرف سے ابہام کو رفع کرنا ہے اور رفع ابہام اپنی جگہ چند ذرائع سے ممکن ہے۔

[مجلّہ رسالت القران عدد عاشر ص ۱۶۹]

العلم اشیاء کا حقیقی ادراک۔ کسی چیز کی حقیقت کو درک کرنے کو کہتے ہیں یہ اپنی جگہ چند اقسام کے ہیں:

۱۔ کسی چیز کی ذات کو درک کریں۔

۲۔ کسی چیز کے بارے میں حکم۔

۳۔ کسی چیز کیلئے دوسری چیز کے ہونے اور نہ ہونے کے حکم کو درک کرنا۔

پہلے معنی کیلئے علم متعدی بمفعول واحد ہوتا ہے، دوسری صورت میں دو مفعول کی طرف برگشت کرتا ہے۔ اسی طرح علم کو ایک اور حوالے سے بھی تقسیم کرتے ہیں جن میں علم نظری اور علم عملی آتے ہیں۔

علم اپنی جگہ ایک قسم کا معجزہ بھی ہے جیسا کہ ابتداء اکتشافات میں جہاں پہلی

بار کسی نے کسی دور رہنے والے کی بات کو سنایا، اسے کوئی بات پہلی بار سنائی گئی ہے۔ یا دور رہنے والے شخص کو دیکھا تو فی زمانہ اسے ایک قسم کا معجزہ کہا جاتا ہے لیکن خرق عادات علم معجزات انبیاء میں ہے۔

۱۔علم کے معجزات کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ معجزات علماء کو متوجہ کرتے ہیں۔علماء سے خطاب ہے، معجزہ متوقف بعلم ہے اور علم کے ذرائع وسائل ہوتے ہیں لیکن انبیاء کے معجزات بغیر وسائل و ذرائع کے انجام پاتے ہیں۔

۲۔معجزہ ایک معین عمل ہے جو کسی حال میں محصور ہوتا ہے، وقوع پذیر ہوتا ہے ۔جبکہ علم ایسا نہیں ہے۔

۳۔علم کی تعلیم ہر شخص کو دی جاسکتی ہے جبکہ انبیاء کا معجزہ دوسرے کو تعلیم نہیں دیا جاسکتا ۔

۴۔معجزہ خاص شخصیات سے مخصوص ہے جبکہ علم سب کے لئے ہے۔

۵۔معجزہ ایک خاص مدت کیلئے جبکہ علم ہمہ وقت کے لئے ہے۔

۶۔مشتقات علم۔

قرآن میں عدد و شمارہ عاشر ص ۱۷۱، جہل انسان کی ذات سے وابستہ ہے۔وہ شکم مادر سے جاہل نکلا ہے وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا بعد میں اللہ نے عنایت کیا ہے۔ تمام علوم جس قسم کے بھی ہوں ان کا مصدر اللہ ہے چاہے انسان کے بچے نے اپنے حواس خمسہ سے درک کیا ہو یا کسی نبی، عالم نے سکھایا ہو دونوں کی برگشت اللہ کی طرف ہی ہے۔

انسان جاہل پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ جب دنیا میں اس کا وجود طاقت وقدرت کے ذریعے لایا جاتا ہے تو اس کے حواس خمسہ میں سماعت و بصارت یا لمس کوئی بھی صحیح طرح سے کام نہیں کر رہا ہوتا۔ آہستہ آہستہ اس کے حواس کام کرنا شروع کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس میں آگاہی آنا شروع ہوتی ہے، سوال ہے کہ انسان تو جاہل پیدا ہوا ہے اس کو علم کس نے سکھایا ہے؟ ملحدین کہتے ہیں طبیعت نے بطور صدفہ سکھایا ہے، لیکن یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صدفہ کا فائل کون ہے اور اسے کس نے پیدا کیا ہے، اس کا وہ جواب نہیں دیتے، جبکہ مواحدین کہتے ہیں یہ علم اللہ نے انسان کو سکھایا ہے۔

کتاب ضوابط المعرفت میدانی ص ۱۲۳ پر لکھتے ہیں'' **العلم ادراک الشئی او المعنی علی علی ما ھو علیه فی الوقع ھو ما یسمی باسم العلم بمعنی علم** '' کسی چیز یا معنی کے ادراک کرنے کو کہتے ہیں۔ اس چیز یا معنی کو حقیقت خارجی اور واقعیت میں علم کہتے ہیں۔ یہ صورت اپنی جگہ کئی صورت رکھتی ہے یعنی علم اپنی جگہ مراتب و درجات رکھتا ہے۔

۱۔ جس چیز کو درک کیا گیا ہے وہ واقعیت کے عین مطابق ہے، تشکیک و تردید ناپذیر ادراک ہے، اسے دلیل قاطع سے حاصل کیا گیا ہے، علم جو مطابق واقع ہوا اور جس کے نقیض کا احتمال نہ ہو، اس نوع کے علم کو علم یقین کہتے ہیں۔ کبھی اس کو ایمان و تسلیم اعتراف بھی کہتے ہیں۔

۲۔ جس چیز کا درک حاصل ہوا ہے وہ حقیقت کے عین مطابق ہے لیکن یہ

یقین کسی دلیل و براہین کے توسط وتعاون سے نہیں ہوا ہے اس کو اعتقاد کہتے ہیں۔

۳۔ جہاں مطابقت واقع ہونے پر جزم رکھتا ہے لیکن اس کے نقیض کا بھی احتمال رکھتا ہے تو طرف جازم کو اعتقاد اور طرف احتمال کو ظن کہتے ہیں۔

۴۔ جہاں دونوں طرف احتمال مساوی ہوں تو اسے شک کہتے ہیں۔

علم وہ چیز ہے جو انسان اپنی زندگی کے تمام دورانیہ ابتدائی ادوار سے روح نکلتے وقت تک جاری رکھتا ہے جبکہ بعض نے اس کی مخالفت کی ہے کیونکہ بعض اوقات علم محض بول بلیاں حذف معلومات بھی ہوتی ہیں۔ بعض نے علم کی تعریف اور حد بندی کو ناممکن گردانا ہے۔ ان کا کہنا ہے علم کے بھی مثل موجود ہیں۔ جب کوئی چیز واضح واقعات کے درجے پر پہنچتی ہے تو اس وقت اس کی تعریف ناممکن ہو جاتی ہے۔

علم کتاب مصادر المعرفہ تالیف عبد الرحمٰن بن زید زبیدی ص ۳۵ پر لکھتے ہیں۔ علم اور معرفت، علماء کے نزدیک ایک حد تک مترادف ہیں۔ تاہم ابو الحسن فارسی متوفی ۳۹۵ھ اپنی کتاب معجم مقائیس الغت میں لکھتے ہیں اس کے دو اصل ہیں۔ ایک کسی چیز کا تابع ہونے کو کہتے ہیں، اس سے گھوڑے کی گردن کے بال کو عرف کہتے ہیں کیونکہ بال کے بعد گردن ہے جبکہ بعض، بعض کے پیچھے ہیں۔ پھر علم کے بارے میں لکھتے ہیں اس کی ایک اصل ہے کسی چیز کے اثر کو کہتے ہیں جسے وہ دوسروں سے الگ کرتے ہیں۔ علم علامت، نشانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے رایۃ علم کو کہتے ہیں۔ علم جبل پہاڑ کو بھی کہتے ہیں، علم کے بہت سے مستشقات

ہوتے ہیں جہاں یہ اللہ اور عام انسانوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ راغب اصفہانی نے کہا علم قرآن میں دو معنوں میں آیا ہے انفال ۶۰ میں آیا ہے۔ اصطلاح میں بعض نے علم کی تعریف کی ہے جبکہ بعض نے اس کی تعریف کو ناممکن گردانا ہے ۔

اسلام ضد علم نہیں ہے:

علم کتاب اسلام والحیات تالیف محمد یوسف موسی ص ۵۹ پر ''اسلام کا رشتہ علم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں حقیقت اور واقفیت تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام نے علم و معرفت کے لئے تمام دروازے اور وسیلے بروئے کار لائے ہیں۔ تاریخ کو ئی ایسی مثال پیش نہیں کرتی جہاں حصول علم میں جو توجہ اسلام نے دی ہے کسی اور نے دی ہو۔ دین اسلام کی ابتداء اور بعثت خاتم انبیاء سے ہوئی ہے۔ بعثت کا آغاز کلمہ اقراء باسم ربک سے ہوا ہے۔ وسائل و ذرائع علم و معرفت علماء علم و تربیت کے نزدیک دو ہی ہیں حواس خمسہ کی انفتاح اور ظواہر کون پر اعمال فکر و نظر ہے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان قرآن کریم کی تمام آیات انہی دو وسیلوں پر مرکوز کی اور ہمیں حکم دیا کہ تمام طاقت و قدرت اور توجہات کو بروئے کار لائیں تا کہ علم مالاتعلم حاصل کریں۔ چنانچہ سورہ زمر میں فرمایا ہے '' **ھل یستوی الذین یعلمون و الدین لا یعلمون**'' طہ میں ارشاد ہوہے **ربی زدنی علما** اور سورہ ذاریات میں **وفی الارض آیات للموقنین فی العلم** میں یہ علم حاصل کرنے میں کوتاہی برتنے والوں کو سورہ انفال میں **شر دواب** کہا ہے۔ اعراف میں ہے **ولقد ذرانا لجھنم** علم حاصل نہ کرنے والوں کو جہنمی کہا گیا ہے۔

ہمیشہ اسلام اور مفاہیم اسلامی کو ان نظریات وفرضیات باطلہ پر غلبہ رہا ہے اور رہے گا جنہیں کبھی علم کہہ کر پیش کرتے ہیں اور ان کے ذریعے دین کو وہم وزعم و گمان وخیال کہہ کر رد کرتے ہیں۔اس سے دین کی حقانیت کو زد نہیں پہنچے گی کیونکہ قرآن نے ببانگ دہل صراحتاً محکماً بیان فرمایا کہ میدان استدلال ومجادلہ میں غلبہ ہمیشہ دین اسلام ہی کو حاصل رہے گا۔اگرچہ تسلحات کے میدان جنگ میں وقتی طور پر کمی سے باطل کو غلبہ مل جاتا ہے۔ایسی صورت میں مفاہیم اجتہادی کی تصحیح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے بعض علماء نے مختلف ادوار میں استنباط کر کے کہا ہے کہ اس کی تصحیح سے دین کو نقصان نہیں ہوگا۔اگر علم نے اپنے مختلف نظریات کو ثابت کرنا چاہا تو اس سے دین کو کوئی نقصان نہیں۔علماء کی غلطیوں کی اصلاح سے دین رجعت نہیں کرتا، شکست نہیں کھاتا، علم اتنا کہہ سکتا ہے کہ مجتہدین نے خطاء کی تھی۔لیکن اسلام دین حق کے طور پر باقی رہے گا اور اس دین کے آگے پیچھے سے باطل کے پہنچنے، مداخلت اور حملوں کے باوجود استدلال میں باطل کبھی بھی اس پر غلبہ حاصل نہیں کر پائے گا۔دین علماء کی غلطی، جرائم اور اشتباہات کو اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھائے گا۔اس میں شک نہیں ہے کہ مسلمان اس وقت ایک بڑے خطرے میں گر پڑے ہیں۔مسلمانوں کی تاریخ میں یہ وہ جنگ ہے جس کا سامنا لوگوں کو فکری طور پر گمراہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔سیکولروں کی طرف سے، مکر وفریب کے وسائل، حقائق کو توڑ موڑ کر کے پیش کرنے، اور غلط اسناد، رشوت اور مال کے ساتھ اسلام پیش کرنے والوں، عسکری ولشکری طاقت وقدرت کے ذریعے، تعلیمی مراکز اور

درسگاہوں میں اس فکری جنگ کی وجہ سے اسلام کو مزاحمت کا سامنا ہے۔
[علمانیہ تالیف انوار الجندی ص ۱۰۲]

تصور و مظاہر دین تمام بشریت میں پائے جاتے ہیں، جس کی تائید و توثیق ان علماء و فلاسفہ غرب کے نظریات سے ملتی ہے۔

۱۔ پلوٹارک: یہ پہلی صدی میلادی میں تھا جس نے کہا ممکن ہے کوئی قریہ، کوئی گاؤں یا شہر یا ملک بغیر بادشاہ کے یا بلا دولت و مال یا بلا ادب ہوسکتا ہے، لیکن کوئی شہر ایسا نہیں دیکھا گیا جہاں کوئی معبد عبادت گاہ نہ ہو اور عبادت گزار نہ ہوں ایسا کہیں نہیں ملے گا۔

۲۔ ماکس میلر کہتا ہے دین ایک قسم کی قوت نفس ہے۔ یہ نفس انسانی کی خاصیت و امتیازات میں سے ہے، بشر اس قوت و قدرت کی تاثیر یا اسماء اور رموز مختلف و متعددہ سے اسرار و رموز پیچیدہ تک پہنچتا ہے۔ فکر کی پرستش فطرت بشر میں سے ہے جو پہلے سے اس میں ودیعت تھی۔

۳۔ علماء اجتماع کے نزدیک دین ان اہم قواعد و اساس میں سے ہے جن پر عمارت اجتماع بشری قائم ہے۔ تاریخ میں کوئی قوم یا گروہ ایسا نہیں ملتا جنہوں نے بغیر دین کے زندگی گزاری ہو۔

۴۔ سوندر بلوم نے اپنی کتاب میں مختصر تاریخ ادیان میں لکھا ہے کہ کوئی قوم و قبیلہ ایسا نہیں ملا جس کے پاس مقدس مراسم نہ ہوں یا وہ کسی موجود اعلیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو، جن لوگوں نے کسی ایسے معاشرے کی خبر دی ہے تو وہ مستند نہیں تھے۔

۵۔ارنسٹ رینان کہتا ہے ممکن ہے کہ کسی ملک معاشرے میں ہر چیز نیست و نابود اور فنا ہو جائے ہر وہ چیز جسے ہم دوست رکھتے ہیں یا اسے لذت وعیش دنیا سمجھتے ہیں اور ممکن ہے کہ آزادی، عقل اور علم صفت سب تباہ و برباد ہو جائیں لیکن دین ختم نہیں ہوگا بلکہ وہ باقی رہے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فکر بطلان دین یا اس کی رجعت کا نعرہ باطل ہے۔

۶۔فرید جورجی لکھتے ہیں دین فلسفہ نہیں، فقہ نہیں، علم نہیں بلکہ یہ ایک جھکاؤ اور میل روحانی ہے جو انسان کو پستی اور اسارت، مادہ پرستی سے چھٹکارہ اور انسانیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کو فطرت کہتے ہیں۔

علم ضد دین نہیں ہے، علم کے چار بیٹے تصور کرتے ہیں جن میں وھم۔شک۔ ظن اور یقین ہیں۔ان چاروں میں سے تین بیٹے نااہل اور نا قابل اعتماد ہیں۔ عقل ان پر بھروسہ نہ کرنے اور صرف یقین پر بھروسہ کرنے کا کہتی ہے۔اسی طرح دین کی ماں کے بھی چار بیٹے ہیں۔

۱۔دین وھمی وخیالی ۲۔دین صادق وحقیقی لیکن منحرف وگمراہ جیسے یہود ونصاریٰ ومجوس۔

۳۔دین منحرف از اسلام جیسے فرقے ومذاہب اسلام

۴۔دین اسلام

تکامل فی الاسلام ج ا ص ۲۲ دین اسلام دیگر ادیان سماوی سے یہ امتیاز رکھتا ہے کہ اسلام میں جو کچھ عقائد وتشریعات ہیں وہ مخالف ومتصادم عقل نہیں بلکہ

مطابق وموافق عقل ہیں۔قرآن کریم کی کثیر آیات میں عقل سے کام لینے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ بہتر کی تلاش کرتے ہیں اور بہتر کی اتباع کرتے ہیں۔دین اسلام تمام شیطانی وسوسوں اور برے اعمال سے پاک ذہنیت کا داعی ہے۔

دین اسلام دین تفکر وتعمق وتدبر، دین منطق و برہان واستدلال اور دور از شک وتردد دین ہے۔علماء فلاسفہ یونان نے عقل کو ایک جوہر مثقل منفصل از مادہ گردانا ہے جو کہ خود تصور عقل کے خلاف ہے۔عقل نابغ از ذات ہے ذات جدا نہیں ہے۔لیکن کبھی بعض صاحب عقل بھی دیوانے اور احمقانہ اعمال انجام دینے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔اس سے زیادہ تعجب کی بات عقل فطری وطبیعی کو چھوڑ کر عقل منفصل پر کام کرتے ہیں جیسے سربراہان مملکت جو کہ کسی قسم کا دین ودیانت نہیں رکھتے، دین کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن گرجے میں جا کر خاضع ہوجاتے ہیں۔

ہمارے ملک کے سربراہان جو منہ سے کلمہ اللہ نہیں نکالتے لیکن سیہون وغیرہ جا کر چادر چڑھاتے ہیں، اسی طرح لاہور والے داتا دربار کے سامنے خاضع ہوجاتے ہیں۔

دین سے جنگ:

انہوں نے اپنے گمان میں فکر دینی کو رد کیا ہے، ایمان باللہ کو بنیاد سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ہم یہاں یہ واضح کریں گے کہ حقیقت میں دین کسی علم کی قسم نہیں ہے بلکہ دین ذریعہ وحی سے لیا گیا ہے۔جو چیز وحی کے راستے سے آئی وہ یقین ہے۔

حقائق علمی کتنے ذرائع سے حاصل ہوتا ہے، مدارک ومصادر علم کتنے ہیں؟ جو چیز قوت سماعت سے حاصل ہوئی تو جو قوت سماعت سے محروم انسان ہے کہہ سکتا ہے کہ ہم نے سنا نہیں، ہم نہیں مانتے ہیں۔ جو چیز بصارت سے دیکھی جائے تو نابینا کہہ سکتا ہے ہم نے دیکھا نہیں ہے اس لئے دین حواس خمسہ سے حاصل شدہ علم نہیں ہے دین وحی سے حاصل کیا ہوا ہے، وہ انسانی کاوش سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ لہذا دین اور علم میں مقابلہ موازنہ نہیں ہے بلکہ حصول علم کے طریقہ میں اختلاف ہے، وہ علم جو دین لایا ہے اور وہ علم جو انسان نے کسب کیا ہے ان میں مقابلہ ہے۔ جیسے بصارت سے حاصل معارف مرئیات ہوتی ہیں، سماعت سے حاصل معارف سمعیات اصوات ہوتی ہیں، ذائقہ سے حاصل ذوقیات ہوتی ہیں یہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہذا جو علم مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علم جو عقل وحی سے حاصل کرتی ہے ایک جیسا نہیں کیونکہ یہ حس سے حاصل علم نہیں ہے۔ وسائل سے حاصل علم بھی اللہ نے بندوں کو عنایت کیے ہیں بندہ انہیں استعمال کرتا ہے۔ لیکن دونوں کی برگشت اللہ کی طرف ہوتی ہے اس بارے میں انسان اللہ کے حضور میں جوابدہ ہے، لہذا سورہ اسراء کی آیت ۳۶ میں آیا ہے یعنی کان آنکھ دل ہر ایک سے سوال ہوگا، ان ذرائع سے حاصل شدہ علم کو علوم انسانی کہیں گے، ان حقائق تک علم نے رسائی کی ہے۔ دوسرا علم وحی کے ذریعہ آیا ہے جو علوم غیبی ہے یہ حواس کے ذریعہ حاصل نہیں ہوا عقل ان چیزوں کو درک نہیں کرتی۔ جو علم طریقہ وحی سے آیا ہے اسے دین لایا ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے بندوں کیلئے

عنایت ہے۔

لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ تلاش حق وحقیقت کرتے وقت اور کسی مسئلہ کو تحریر وثبت کرتے وقت ہمیں واضح علم ہونا چاہیے کہ یہ جو معارف ہم تک پہنچے ہیں یہ انسانی ذرائع سے پہنچے ہیں یا وحی کے ذریعے سے۔ دین اور علم میں جہاں جہاں تضاد نظر آتا ہے وہ تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ جس چیز کی علم کی طرف نسبت دی جاتی ہے یعنی علم کہتا ہے حالانکہ علم اس مسئلہ میں قطعی آخری مرحلہ پر نہیں پہنچا ہے اس نے حقیقت کی شکل اختیار نہیں کی اس پر ابھی بھی بحث وتحقیق جاری ہے ابھی اسے محکم دلائل سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں گرچہ علم کے داعی اس کو ایک حقیقت مسلمہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۲۔ جس چیز کی دین کی طرف نسبت دی جاتی ہے وہ درحقیقت اس نص آیت میں بیان ہوئی ہے جسے حقیقت پر مبنی کہتے ہیں۔

۳۔ جو چیز اس نے آیت وروایت سے سمجھی ہے اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے اس نص میں یہ بات نہیں تھی لیکن اس نے دین سے غلط نسبت دی ہے۔ اس نے اپنے تصور کو دین کی طرف نسبت دی ہے جیسے سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے یہ بات غلط تھی۔

جب نصرانیوں نے بعض باتیں دین کے بارے میں سنیں جو علم سے متصادم اور عقل کے خلاف تھیں انہوں نے اس مخالفت سے جان چھڑانے کے لئے کہا ہے دین عقل کے سامنے خاضع نہیں ہوتا۔ علماء نصاریٰ نے اپنی ملت پر واضح کیا کہ اپنی

عقل کے چراغ کو بجھا دو اور اپنے عقیدہ کو محکم کرو اور اپنی آنکھیں بند کرلو۔ اس طرح علماء کلیسا نے دین میں غور وفکر ونظر پر پابندی لگائی یہاں تک وہ چیزیں جو کائنات سے متعلق ہیں اور عوام کو دین کے نام سے پیش کی گئی چیزوں کے سامنے تسلیم ہونے کو ضروری اور ناگزیر گردانا ہے جیسا کہ اقنوم ثلاثہ یعنی تین چیزوں سے مل کر خدا کے مرکب ہونے کو ایک حقیقت ناقابل نقاش بتایا حالانکہ عقل اس مسئلہ کو کلی طور پر رد کرتی ہے، نفس اسے تسلیم نہیں کرتا جہاں عقل معطل ہوگی وہاں کس بنیاد پر تسلیم کریں گے۔ جب اسلام آیا تو اس نے ان کی اقنوم ثلاثہ کے مقابلے میں وحدانیت خالص کا اعلان کیا۔ دوسری طرف عقل علمی نے اس کی تصدیق کی ہے، اسلام نے مخالفین کے ساتھ عقل وعلم دونوں سے مناظرہ کیا عقل کو ایک سند کے طور پر تسلیم کیا۔ دین اسلام نے حقائق پر تحقیق کے دروازے کھولے، ان کے سامنے وسائل وذرائع رکھے ہیں جیسے کہ یونس ۱۰۱ عنکبوت ۲۰ ذاریات ۲۰۔۲۱ انبیاء ۳۲ مومنون ۹۱ اور طور ۳۵ میں آیا ہے۔ اہداف علم دین اور اہداف علوم دنیوی میں واضح فرق ہے۔ اہداف علم دین قرآن اور سنت میں بیان ہوئے ہیں اگر ان اہداف و غایات سے انحراف کر کے علماء سیاسی وسماجی اداکاری کریں گے تو ان کی قدر و قیمت بھی انہی اداکاروں جیسی ہی ہوگی۔ اہداف وغایات علوم دین اور عالم دین وہی ہیں جو انبیاء کے تھے۔ چنانچہ کتاب الحیاۃ تالیف حکیمان ج ۲ ص ۲۵۵ پر انبیاء کے غرض وغایات بیان ہوئے ہیں۔ حدید ۲۵ انبیاء ۷۳ نحل ۹۰ نساء ۱۳۵ انعام ۱۵۲ مائدہ ۲۲۔

تقابل:

کتاب معجم مصطلحات المنطق تالیف سید جعفر حسین ص ۹۳ پر آیا ہے تقابل دو چیزوں کے درمیانی رشتہ کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل میں ہوتا ہے۔ اس تقابل کی چار قسمیں بتائی ہیں:

۱۔ تقابل سلب والا یجاب جیسے شعور ولاشعور، وجود ولا وجود، ممکن وناممکن۔

۲۔ تقابل تضایف جیسے ابوت وبنوت

۳۔ تقابل ضدین جیسے اسود وابیض (سیاہ وسفید)

۴۔ تقابل عدم وملکہ جیسے اندھا بینائی کیلئے، تقابل علم وجہل میں سلب وایجاب ہے۔

جہل جہالت:

مصدر جہل ہے کتاب نظریہ المعرفہ فی الاسلام جعفر عباسی ص ۲۲۴ پر آیا ہے آیات قرآن کریم فرمودات رسولؐ، ارشادات ائمہ طاہرین اور اقوال حکماء و مفکرین سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اور یقین واطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ مرض جہل انسانیت کو لگنے والی وہ بیماری ہے جس کے لگنے کے بعد وہ بحیثیت انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کا عمودی اور فقری ستوں، زمین کے وجود کو بھی ہو جاتا ہے جہالت وہ پہلا ٹکراؤ ہے جو انسانیت کو گرانے کیلئے اس پر عملی طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ پہلا انحطاطی گڑھا ہے جس میں وہ گر رہے ہیں۔ جہالت وہ

بری سوچ ہے جو انسان کو ارتکاب جرائم وموبقات کی طرف دعوت دیتی ہے۔اس کی عقل وشعور کے ادراک کو روک دیتی ہے۔اس کے میلان ورجحانات کو لگام ڈالتی ہے۔ جہالت منبع ومصدر تمام جرائم وموبقات ہے اس سے جاہل انسان ہر قسم کی انسانی قدر و قیمت سے محروم ہوتا ہے۔لہٰذا قرآن کریم اور احادیث وروایات میں اس کی شدت سے مذمت آئی ہے۔

ان تمام قیل وقال اور اختلافات کا حل اس میں ہے کہ انسان اپنے اور اس دنیا کے بارے میں ایک عجیب تصور اپنائے۔ چنانچہ اگر کسی انسان کا مبادی تصور یہ ہو، **جاثیہ ۲۴ ماحی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا دھر** تو اس صورت میں سب سے افضل علم وہ ہے جو اس انسان کی دنیوی زندگی کی ضروریات ولوازمات کو پورا کرتا ہو۔ اگر وہ ترقی پذیر ملک میں رہتا ہو وہ چوری ڈاکہ اور رشوت وغیرہ سے اپنے ہدف کو حاصل کرتا ہے اپنے اس بڑے مقصد کو پانے کے لیے وہ جو معلومات جمع کرتا ہے انہیں اس کا علم کہا جاتا ہے، اور اگر وہ ترقی یافتہ ملک کا باشندہ ہو تو پھر اس کی طرف سے ڈرون حملہ، بمباری کر کے مسلمان نشین علاقوں کو ویران وبرباد اور استعمار گری کرنے کو علم کہتے ہیں۔

دانش کے معنی جاننا اور فہم وفراست کے ہیں۔دانش یعنی عقل ودانائی، سمجھ، علم وفضیلت حکمت ہے جبکہ دانشمند عالم وفاضل اور عقلمند وہوشیار کو کہتے ہیں۔کثیر آیات وروایات فضائل علم کے بارے میں وارد ہیں جن کی نقل وتکرار کی یہاں ضرورت نہیں تاہم اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ یہ تمام روایات رسولؐ اللہ سے

مروی نہیں بلکہ ان کا کثیر حصہ علماء وحکماء کے اپنے اقوال ہیں جنہیں نبی کریمؐ سے نسبت دی گئی ہے‘اس میں احمقوں کی حسن نیت کے ساتھ ساتھ مفاد پرستوں کی بری نیت کے عنصر بھی شامل ہو سکتے ہیں۔اس میں افراط وتفریط غث وسمین سب شامل ہیں۔انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں جہاں اس کا ایک پہلو خاص الٰہی ہے اس میں انسان اور ادیان پورے کے پورے محتاج بیان الٰہی ہیں وہ از خود ایک کلمہ بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ جبکہ ایسی عبادات بھی ہیں جو بعض فرقوں کی طرف سے بدعت حسنہ کے نام سے وجود رکھتی ہیں یہ سب فرقہ حروفیہ کی اختراع ہیں۔جہاں تک دنیا سے متعلق امور کا تعلق ہے تو ان میں انسان کو از خود تگ ودو کرنی ہے، یہ دین وشریعت کی ذمہ داری میں نہیں آتا۔

جاہلیت یعنی حکم عقل وحکم شریعت کو مسترد کرنا،نظام لاقانونیت کو چلانا،دین کو بغیر کسی دلیل ومنطق کے اپنانا یا مسترد کرنا ہے۔

علم کی تعریف اور فضائل ومراتب ودرجات تفصیل سپیان کیے گئے ہیں۔ اس کی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں بعض نے مطلق علم درک وادراک کو کہا ہے چاہے اس میں تصور خالی ہو یا بمعہ تصدیق واذعان بھی ہو۔اذعان میں یقین وجزم ہو یا ظن وگمان ہو یہاں تک توہمات وتخیلات اور دلیل و براہین سے عاری معلومات یا حکایت تقالید سے حاصل معلومات کو بھی علم کہتے ہیں۔علم حضوری علم ملکہ کو علم کہتے ہیں یا علم حصولی بھی علم ہے۔آیا تمام علوم اپنی فضیلت میں یکساں درجہ رکھتے ہیں،ان کی غرض وغایت‘ضروریات وغیر ضروریات‘دنیویات واخراویات‘

دینیات و دینویات سب ایک جیسی ہیں یا درجات و مراتب ان کے فضائل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے اشرف علوم شرف اہداف سے کسب کرتا ہے۔قرآن کریم میں جہاں فضائل علم بیان ہوئے ہیں اُن سے علوم خاصہ مراد ہیں معلومہ لا جلہ کی قدر و قیمت سے فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔

اشرف علوم:

۱۔علم کی شناخت ،شرف اور فضیلت،شرف ذات سے مربوط ہے۔ یعنی انسان جس ذات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے اس کے بارے میں عالم ہونا چاہتا ہے وہ کتنی شرافت کی حامل ہے۔اس حوالے سے بہترین علم معرفت اللہ ہے۔اوّل العلم یعنی جو علم سب سے پہلے انسان کو حاصل کرنا ہے وہ علم بذات خود انسان ہے کیونکہ سب سے پہلے درک ہونے والا علم خود انسان ہے۔انسان کے پاس حس میں آنے والا سب سے نزدیک معلوم علم انسان ہے۔انسان کو شناخت کرنے کا علم بنفس خود اپنی جگہ اظہر و اجلی علم ہونے کے باجود مشکل ترین و پیچیدہ ترین ہے۔ چنانچہ کسی ماہر انسان شناس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا الانسان ذلک المجہول چنانچہ جب سب اظہرہ و اجل علم کا یہ حشر ہو تو اس سے بعید چیزوں کے علم کا اندازہ خود کر سکتے ہیں۔

۲۔محض کتاب کے علم کا ہونا کافی نہیں بلکہ اس کو سمجھنے والے انسان کا ہونا ضروری ہے بطور مثال میرے ذاتی کتابخانہ میں ایک کروڑ مالیت کی کتابیں ہیں

لیکن میں نے بمشکل دس لاکھ مالیت کی کتب سے استفادہ کیا ہوگا، باقی معلوم نہیں آگے یہ کتب کہاں پہنچیں گی۔

۳۔اللہ فرماتا ہے اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور قلم درخت بن جائیں پھر بھی کلمات الٰہی کی تفسیر پوری نہیں ہوگی۔

۴۔علم، اللہ کی طرف سے تنظیم وترتیب سے نازل ہوا ہے ''**الا تنزله بقدر معلوم**''۔

۵۔تنہا علم کا ہونا کافی نہیں بلکہ اس کی اور شرائط بھی ہیں مثلاً ایٹم پر تحقیق کا علم۔اگر نبی کریمؐ اس علم پر بات کرتے تو کوئی اُس وقت سمجھ نہیں سکتا تھا مثلاً اگر کہتے کہ ذرات کو شگاف کریں تو کیسے کرتے؟ وہ گھٹلی پیش کر کے ذرات بنا سکتے تھے لیکن ذرے کو شگاف نہیں کر سکتے کیونکہ وہ یہ وسائل نہیں رکھتے تھے۔

اس کے برعکس اگر جہالت کا تحلیل وتجزیہ کریں تو یہ انسان کے مراحل طبیعی میں پہلے مرحلہ میں آتی ہے۔انسان جاہل کی یوں مذمت نہیں کرتے کہ تم کیوں جاہل ہو کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے میں جاہل ہی پیدا ہوا تھا۔اللہ نے اسے جاہل ہی پیدا کیا تھا۔آپ یہ سوال ہم سے کرنے کے بجائے خود اللہ سے کریں، اے اللہ تو نے اس کو کیوں جاہل پیدا کیا تھا؟ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے **وکنتم فی بطون اماھاتکم لا تعلمون شیاء**۔

لیکن جاہل کی یوں مذمت کر سکتے ہیں کہ تم نے علم حاصل کیوں نہیں کیا تو یہاں یہ شخص مختلف جوابات دے سکتا ہے:

۱۔کبھی اس کی ذمہ داری اپنی ذات پر لیتا ہے، یہاں یہ شخص بدترین عقاب و عتاب کا نشانہ بنتا ہے۔

۲۔کبھی وہ اس کا ذمہ دار والدین کو ٹھہراتا ہے کہ انہوں نے اسے پڑھنے نہیں دیا۔

۳۔کبھی ملک کے محکمہ تعلیم کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

۴۔کبھی ملک کے سرمایہ داروں کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔

لیکن جہاں وہ اس کا سبب علماء اور دانشمندان کو ٹھہراتا ہے تو وہاں علماء و دانشوران کو چھپنے کے لئے کہیں جگہ نہیں ملتی' کیونکہ علماء اور دانشوران کی ذمہ داری ہے وہ ملک سے جہالت کا خاتمہ کریں، جاہلوں کو عالم و دانش مند بنائیں۔علم کو اللہ نے آب باراں یا عام پانی سے تشبیہ دی ہے چونکہ پانی فراواں میسر ہے لیکن رائیگاں ہوتا ہے علم بھی پانی کی طرح رائیگان ہوتا ہے۔علم جو پانی کی طرح انسانی بنیادی ضرورت ہے جسے حاصل کرنا ہر انسان کی ضرورت ہے بدقسمتی سے اس وقت علم ہی سب سے مہنگی متاع بنا دیا گیا ہے۔لہذا مناسب ہوگا جہالت اور جاہلیت کے درمیان فرق کو بھی واضح کریں۔جہاں تک جہالت کی بات ہے تو ممکن ہے کوئی ملک رفتہ رفتہ جہالت سے بالکل رہائی حاصل کرلے یا نصف یا اسی فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہو جائیں۔علم انسان کو حضارت تمدن کے ذرائع اور وسائل سے آراستہ کرسکتا ہے لیکن یہ علم عدالت و انصاف نہیں دے سکتا۔چنانچہ صدر اسلام سے لے کر اولین دو صدی تک کی زندگی کو سامنے رکھیں جہاں علم نہیں تھا لیکن عدالت و انصاف اور

امن وسکون تھا یہاں جہالت کے ساتھ جاہلیت کا معنی بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

العلم و الجهل الكون والارض ص ۵. العلم هو معرفه الامور اعلیٰ الصورة الصحية عن الطريق البحث عالم کسی بھی موجود چیز کی تفاصیل سے آشنا ہوتا ہے، وہ کسی نظام پر عمل پیرا ہوتا ہے، سب سے پہلے وہ یہ طے کرتا ہے اس موجود کی خلقت کی کوئی غایت ضروری ہے یا نہیں، یہ سمجھنے والا عالم جانا جاتا ہے۔ کسی بھی عضو کی ذمہ داری کیا ہے، اس سے عضو کی غرض وغایت کا پتہ چلتا ہے۔ اس وقت اس کو پتہ چلتا ہے کہ آنکھ کا کیا کردار ہے؟ جب ان علل و اعراض سے واقف ہوجاتا ہے کہ **الجهل هو معرفه الامور اعلیٰ الصورة غير الصحيه وافته الدنيا من الجهل الذى يجرم بقضايا على الناس الحقائق وهى باطلة.** یہ کیوں ہے یہ اس لئے ہے کہ جاہل اپنے استنتاج کی بنیاد ہمیشہ ظن ووہم یا غلط تصورات پر قائم کرتا ہے۔ الحاد اور کفر باللہ جہل کے بدترین نتائج ہیں کیونکہ یہ نتائج علم سے متناقص ہیں، عقل وفکر سے متعارض اور حقیقت و واقعیت کے خلاف ہیں۔ مثلاً ملحد یہ سوچتا ہے کہ کائنات کا موجودہ نظم ونسق کسی علیم و قدیر کی منشا کے تحت نہیں ہے۔

علم اور دین[کتاب اخطار غزوی الفکری علی العالم اسلامی ص ۱۱ تالیف دکتور صابر

[

یورپ ۱۳۰۰ سے ۱۵۰۰ میلادی تک قرون وسطیٰ کی تاریکیوں سے اپنا سر اٹھا کر اپنی پسماندگی دُور کرنے کیلئے یونانی و رومی آثار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہی علوم اسلامیہ جو انہیں اندلس قرطبہ سے ملے، انہوں نے ان کو انسان بنایا ہے۔ انہوں نے اس بارے میں سوچنا شروع کیا لیکن یہ لوگ علماء احبار پرستوں کے تابع تھے۔ حرکت علمی میں یورپ آزاد نہیں تھا بلکہ کلیسا اس کی نگرانی کر رہا تھا جس نے علم کو انتہائی نگہداشت میں رکھا ہوا تھا لہٰذا کسی قسم کی ایجادات نہیں ہو رہی تھیں یا نہ ہونے کے برابر تھیں۔ حصول علم میں مشغول افراد آزاد نہیں تھے کہ وہ آزادانہ افکار و نظریات قائم کریں بلکہ وہ مجبور تھے پرانے نظریات پر قائم رہیں۔ کلیسا ان پر ہمیشہ نظریں رکھتا تھا کہ وہ کس قسم کے افکار رکھتے ہیں بلکہ بعض مواقع پر وہ ہر قسم کے ایسے علم و دروس کے مخالف تھے جو کلیسا کے نظریات سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔ یورپ تمدن و حضارت علمی اسلامیہ سے گیارہویں صدی سے متعارف ہوا تھا۔

علم اور دین میں تناقض:

ہمیں علم و دین کے ربط و رشتے کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ آیا علم عین دین ہے یا دین عین علم ہے؟ جیسا کہ انسان و بشر میں کلی مطابقت الفعل بالفعل والی ہے۔

۲۔علم اور دین دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کیلئے کتاب اور پتھر کی مانند ہیں۔

۳۔دین علم کی طرف دعوت دیتا ہے لیکن علم دین کی طرف دعوت نہیں دیتا۔

۴۔علم دین کو مسترد کرتا ہے کہتا ہے، کہ میرے ہوتے ہوئے دین کی ضرورت نہیں۔

علم اور دین کے رشتے کو بیان کرنے کے لئے علم کی تعریف ہونا ضروری ہے، نیز علم کے مصادر و مآخذ کا تعین کرنا ضروری ہے۔ علم انسان کے اندر کہاں سے اور کن ذرائع سے جمع ہوتا ہے۔ پھر دیکھنا ہوگا علم کس چیز سے اتفاق کرتا ہے اور کس چیز سے اختلاف کرتا ہے۔

۱۔علم اور دین میں تناقص پایا جاتا ہے۔

۲۔علم اور دین میں تضاد پایا جاتا ہے۔

۳۔ہر علم دین کو رد کرتا ہے لہٰذا علم ضد دین ہے۔

۴۔دین اسلام کس علم کی ضد میں ہے حساب ہندسہ، فیزکس کے علوم، علم ہندسہ، معماری، طب معماری علم دواسازی یا علم جغرافیائی۔

۵۔کیا علوم تجربیات جیسے فیزکس، کیمیاء، ستارہ شناسی، علم زمین شناسی، علم الحیوان اور علم الحشرات سب ضد دین ہیں؟ کیا علوم عقلیات دین کی ضد ہیں؟

۶۔کیا علم انسان شناسی ضد دین ہے؟

۷۔دین علم کی ضد ہے جیسا کہ روشن خیالوں کا پروپیگنڈا ہے کہ اہل دین

ہمیں علم پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

۸۔کیا ہر دین، علم کی ضد میں ہے چاہے جس نام سے بھی ہو؟

۹۔کیا دین اسلام ضد علم ہے؟

۱۰۔کیا اسلام کے اصول دین علم کی ضد ہیں؟

۱۱۔کیا اسلام کے فروع دین علم کی ضد ہیں؟

۱۲۔کیا تاریخ اسلام ضد علم ہے؟

۱۳۔کیا نفس دین ضد علم ہے؟

۱۴۔علم اور دین میں تضاد و تفاوت ذاتی ہے یا عارضی و ثانوی ہے؟

۱۵۔اگر اسلام ضد علم ہوتا تو مسلمان کبھی علم حاصل نہ کرتے۔

۱۷۔قرآن ضد علم ہے؟

۱۸۔کیا نبی اسلام حضرت محمدؐ ضد علم تھے؟ یا اصحاب خلفاء یا بعد میں آنے والے بنی امیہ و بنی عباس ضد علم تھے؟

اگلے مرحلہ میں دین کا بھی تعارف کرنا ہوگا یہ کون سا دین ہے جو علم کے خلاف ہے یا جنگ کرتا ہے، اس میں دین یہود و مجوس اور نصرانیت ہے یا دین اسلام ہے۔ ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کی وضاحت کریں اس کا تجزیہ و تحلیل کریں کیونکہ انہوں نے یہ پروپیگنڈا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے گھڑا ہے کہ دین اسلام اس علم کے خلاف ہے جو انسان کو ترقی کی شاہرہ پر گامزن کرتا ہے ہم یہاں اس پروپیگنڈے کی وضاحت کریں گے' تا کہ ہماری عوام اس دھوکے میں

نہ آئے۔

ہاں ایک فرقہ جو خود کو وارث علم سے تعارف کراتا ہے انہیں تعلمیہ کہتے ہیں، جو دین کو نہیں مانتا۔ وہ ضد دین ہے لیکن ضد علم نہیں بلکہ اپنے فرقے کو علوم کے داعی متعارف کرتے ہیں لیکن علم دین سے وہ خائف رہتے ہیں اس سے چڑتے ہیں۔ وہ علم کی سہولیات سے استفادہ کرنے کے لیے علم حاصل کرتے ہیں۔ یہ دین کا علم حاصل کرنے والوں کو دین کا علم پڑھنے نہیں دیتے، اگر پڑھیں تو سخت پاداش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عقل اور علم ضد دین ہیں کواشف زیوف ص ۱۷ اعلامہ میدانی لکھتے ہیں الحادیوں نے امارت دین کو منہدم کرنے اور شرائع الٰہی سے انکار کرنے کے لئے دو دعوے کیے ہیں۔ ان کا ایک دعویٰ ہے کہ عقل و دین میں تناقض پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے وضاحت کی کہ عقل میزان ہے کہ حق کو حق درک کرے اور باطل کو باطل درک کرے، یہ خصوصیت عقل ہے۔ عقل کہتی ہے دین کو چھوڑیں اور اس پر اعتماد نہ کریں۔ ان کا کہنا ہے دین خرافات واوہام ہے اصل میں یہ لوگوں کی گھڑی ہوئی چیزیں ہیں جنہوں نے لوگوں کے اختلافات سے یا لوگوں کے مصالح سے جنم لیا ہے لیکن گزشتہ زمانے کے بعد یہ اس نظریہ سے ہٹ گئے اور عقل کی تعظیم وتکریم کرنے لگے۔

ہمارے ملک پاکستان جس میں ۹۵ فیصد مسلمان آباد ہیں لیکن یہاں پر راج کرنے والے سیکولروں کا کہنا ہے کہ نئے علوم دین وشریعت کو مسترد کرتے ہیں۔

ہمیں ان کے پیش کردہ علوم کو دیکھنا ہے کہ وہ کونسے علوم ہیں جو دین کو مسترد کرتے ہیں۔ مغرب والوں نے اپنے علوم کو تین حصوں میں پیش کیا ہے۔

۱۔ علوم تکوینیات جس میں ملکیت جغرافیات، تاریخ تکوینیات، علم الحیوان، علم الحشرات وطیور وانسان آتے ہیں۔

۲۔ علم نظمیات دنیا کے گوشہ وکنار، اقصی مشرق سے اقصیٰ مغرب، اقصیٰ شمال سے اقصیٰ جنوب کو جوڑنے اور ان سب سے وصل کرنے کے علوم شامل ہیں۔

۳۔ تعلقات وروابط انسان پر مبنی علوم یعنی ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کے تعلقات وروابط ہونے چاہئیں۔

علوم اور دین

علم سے مراد وہ تمام علوم ہیں جو انقلاب فرانس کے بعد اکتشاف (تحقیق جدید) ہوئے ہیں جن میں علوم کونیات، فلکیات، علم الحیوان، علم ایٹم سازی، علم الانسان، طب کے شعبے، علم التاریخ مراد ہیں۔ آیا یہ علوم دین کو مسترد کرتے ہیں، دین کو بے بنیاد اور وہم وخیال اساطیر قدیم قرار دیتے ہیں یا ان علوم کے کشفیات کے بعد انسان دین سے بے نیاز ہو جاتا ہے یا یہ تمام علوم قرآن وسنت نبیؐ کے خلاف ہیں۔

۱۔ کیا علم کل ادیان کی ضد ہے؟

۲۔ علم ضد ادیان خود ساختہ ہے جیسے بوزی، سکھ، بدھ مت وغیرہ

۳۔ علم ضد ادیان منحرف وضالہ ہے۔

۴۔علم کے ہوتے ہوئے دین کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

۵۔یہ تمام علوم قرآن وسنت میں موجود ہیں، مغرب والوں نے ہم سے چرائے ہیں۔

بعض علماء و دانشوران عجمیوں کا اصرار ہے کہ قرآن وسنت میں تمام علوم و سائنس موجود ہیں بطور مثال اسلام نے علم طب کے کشفیات ۱۴ سو سال پہلے بتائے ہیں۔اس نظریہ کے حامل یا تو باطل پرست، مفاد پرست اور جاہ طلب ہیں یا بے وقوف ہیں اور مغربیوں کے گماشتے ہیں۔انہوں نے اپنے بے بنیاد اقوال و کلمات کے ذریعے دین میں تشکیک ڈالی ہے کیونکہ کتب آسمانی تورات وانجیل و زبور وقرآن مفروضات ریاضیات وفلکیات کے اسباق پر مشتمل نہیں ہیں اور نہ ہی انبیاء الٰہی اسکی تدریس کے لئے آئے ہیں کیونکہ یہ علوم غیر محدود ہیں۔ غیر محدود کو کسی محدود میں محدود نہیں کر سکتے ہیں۔المختصر یہ انبیاء کی ذمہ داری نہیں ہے۔

دین اللہ کا پیغام

اللہ کا دین جسے اللہ نے انبیاء کے ذریعے بشر کیلئے بھیجا ہے اس میں بنیادی عقائد اور تنظیم حیات انسانی کے بنیادی اور ناگزیر اصول درج ہیں۔ بشر اپنی زندگی کو سعادتوں سے ہم کنار کرنے اور شقاوتوں اور بدبختیوں سے دور رکھنے کیلئے ایک اصول زندگی کا نیاز مند ہے کیونکہ اس کی ساخت میں غرائز ومیلانات میں تزاحم و تصادم ہے۔ انسان کو اللہ نے آزاد وخود مختار بنایا ہے، یہ انسان اپنی رغبت اور خواہشات، کسب دولت وقبض ذخائر دنیا غیر محدود رکھتا ہے، اس انسان کے کسب

مال ومنال، جاہ ومقام اقتدار وتسلط اشباع غرائز جنسیات کوتوازن وتعادل میں رکھنے کیلئے وہ خود ایک قانون حدید صارم کا نیاز مند ہے۔ ایسا قانون بنانے والے کتنی ہی اعلیٰ وارفع انعام یافتہ درسگاہوں کے فارغ التحصیل، سالہا سال کے تجربات رکھنے والے ذہین وفطین کیوں نہ ہوں، وضع نہیں کر سکتے۔ ان کے بنائے ہوئے قانون کا بطور اجتماعی تضارب وتصادم، بغض وعدوات، سودخوری ومفاد پرستی سے مبرا ہونا ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ جس قانون ساز اسمبلی میں پڑھائی کی یا تو شرط ہی نہ ہو یا جس کے لیے جعلی اسناد کافی ہوں وہاں انسان کی فلاح کے لیے ایسا قانون بنانا کیسے ممکن ہوگا؟ قانون اپنی ساخت یا تصویب میں اکثریت کا ہو یا اتفاق سے ہوتا ہے یہ ماوراء خلوت میں ایسی تطبیق عملی نیاز ایمان ذات رقیب و عتید رکھتا ہے جو سر وخفی نہان و پنہان سے واقف ہو۔ نیز عاصی متمرد ین اور سرکشوں کیلئے اس کے حضور میں انکار کی گنجائش نہیں جہاں قضاوت کا فیصلہ خود انسان کے ضمیر کو دیا گیا ہو اور یہ اقرء کتابک کفی نفسک الیوم جیسا ہے۔

علم دین کی دلیل ہے: [تکامل فی الاسلام ج ۳ ص ۱۰]

حضرت علی نے فرمایا بـالعلم یعرف الله و یوجد علم بہترین وسیلہ ہے۔ اللہ کی مخلوقات میں دقائق اور خصوصیات جاننے کا ذریعہ ہے علم مخلوقات کا ایک دوسرے سے رابطہ واضح کرتا ہے۔ عالم جماد ونبات وحیوان کے ایک دوسرے سے رشتے کو بیان کرتا ہے، علم عظیم روشن وتابناک فلکی نظام سے آشنائی کرتا ہے، علم اس فلک شناس انسان جس کا دل گناہ وجرائم سے قصی نہیں ہوا، اس کی آنکھوں سے اللہ

کے حضور اللہ کی تقدیس اور خشوع میں اشک باران کراتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے اس کائنات میں کتنی باریک و دقیق مبادلات ہیں، نئے قوانین ہیں، اس فلکی نظام کو دیکھ کر ہنری بریکسون اللہ کی وحدانیت پر ایمان لایا جب اس نے ذرہ میں موجود دقیق نظام کا مشاہدہ کیا اور حیرت انگیز قوانین کو دیکھا۔ یہ جو ذرہ ہے اس کے سقر اور حجم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک کروڑ ذرّوں کو کروی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھیں تو ان کی لمبائی صرف ایک ملی میٹر ہوگی۔ اس کائنات میں جو نظام ہے وہ کسی ڈاکٹر کے باطن میں موجود فسق و فجور سے آلودہ نہیں، وہ اللہ کی عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، وہ دیکھتا ہے اللہ نے اس انسانی دماغ میں کیا چیز رکھی ہے۔ اس دماغ میں دو کروڑ رگیں موجود ہیں جو ایک دوسرے سے دقیق اندازے میں ملی ہوئی ہیں اگر ان میں سے ایک میں کوئی خلل آ گیا تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک ایسا نظام سائنس دانوں کے لیے حیران کن ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اجرام سماوی کو کیسے ترتیب دیا ہے۔

مثلاً اجرام سماوی میں ہماری زمین کو سورج سے کتنا اور چاند کو زمین سے کتنا دور رکھا ہے اس نظام کے بارے میں اللہ فرماتا ہے **فلا اقسم بمواقع نجوم وانہ لا قسم لو تعلمون عظیم** واقعہ ۷۵۔۷۶ اگر زمین اور سورج کے درمیان موجودہ فاصلہ دگنا ہو جاتا تو اس زمین کی حرارت جو ہمیں سورج سے ملتی ہے وہ ایک چوتھائی کم ہو جاتی اور زمین کی حرکت کی سرعت اپنے گرد نصف پر گر جاتی۔ اس طریقہ سے سردی کا موسم موجودہ حال کی بنسبت دگنا ہو جاتا اور کائنات جم جاتی

اور زمین پر جتنی ذی حیات یہاں موجود ہیں ان کیلئے اس زمین پر سکونت ناممکن ہوجاتی ،اگر زمین اور سورج میں موجودہ فاصلہ نصف ہوجائے تو زمین پر موجودہ حرارت دگنا ہوجاتی جس سے حرکت زمین میں تیزی آجاتی اور یہاں چار فصلوں کی مدت کم ہوجاتی اور زمین میں جہاں پانی ہے وہ بخارات بن جاتا ،شدت حرارت سے زندگی گزارنا ناممکن ہوجاتا۔ کیونکہ وہ سورج سے قریب ہوجاتی اگر اللہ نے اس زمین کے اوپر ایک گیس کا پردہ نہ لگایا ہوتا جو ۸۰۰ کلوگرام ہے تو جتنے پتھر یہاں موجود ہیں وہ سب بہت جلد ختم ہوجاتے یہ پتھر ۵۰ کلومیٹر فی سیکنڈ فاصلہ طے کرتے ہوئے زمین سے ٹکراتے تو یہاں کسی کے لیے بھی زندگی ممکن نہ ہوتی ،اسی گیس کا دبیز پردہ زمین کا سپر ہے۔ زمین کو سورج کی تپش وحرارت سے بچانے کے لئے بھی اس پردے کا بڑا کردار ہے تاکہ یہاں انسان ،نباتات وحیوانات ایک محفوظ زندگی گزار سکیں۔

اسی طرح پانی اور بخارات کا دریاؤں سے دیگر سمتوں کی طرف نقل کرنے کے لیے اگر یہ غلاف نہ ہوتا تو ہر طرف خشک سالی آجاتی۔ اگر ہماری زمین کا حجم چاند کے برابر ہوتا یعنی موجودہ حجم کا ایک چوتھائی تو اس میں جاذبہ زمین کی سطح پر ختم ہوجاتی اور پھر اس میں پانی اور ہوا جذب نہیں ہوسکتی تھی اور اس پر پانی ٹک نہیں سکتا تھا۔ اس وقت قوت جذب موجودہ قوت جاذبہ کا چھٹا حصہ ہوتی اور درجہ حرارت اتنا بلند ہوجاتا کہ زندگی یہاں مشکل ہوجاتی ،اگر زمین کا حجم جو اس وقت ہے اس سے دگنا ہوجائے تو اس پر سطح زمین اس کے چار برابر ہوتی تو اس وقت جو زمین کی قوت

جاذبہ ہے دوگنا ہوجاتی۔اس کی قوت کا جو دباؤ ہے وہ ایک کلوگرام سے گر کر ایک گرام رہ جاتا۔اگر زمین اپنے حجم میں سورج کے برابر ہوجاتی تو قوت جاذبہ اس پر ۱۵۰ گنا زیادہ ہوجاتی۔

اگر کوئی دعویٰ کرے کہ فطرت میں ۸۸ عناصر ہیں اور یہ تقسیم بغیر کسی نظام و ترتیب کے پیدا ہوئی ہے اور یہ عناصر اپنے وجود اور ترتیب میں اچانک وجود میں آئے ہیں تو ماہرین علوم ریاضی کو چاہیے کہ تحقیق کریں کہ یہ صدفہ اپنی جگہ کیسے وجود میں آیا اور یہ احتمال بھی دیکھنا چاہیے کہ اس صدفہ کے احتمالی درجات کتنے ہیں؟ ممکن ہے جہاں عناصر خمسہ ایک مادہ کے وجود کے لئے چاہئیں۔علم کائنات کے بارے میں انسان مومن کو اللہ کے حضور میں رکوع کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کے حضور میں خاضع ہوجائیں۔اور تقاضا کرتا ہے کہ وہ آنکھوں سے اس درگاہ میں اشک ریزی کریں اور اس ذات سے محبت کریں اور اس کی تسبیح کریں۔

جہل اصول: [محاضرہ ص ۱۹۶]

امام صادق نے فرمایا **الجهل صورت كبت في بني آدم اقبالها ظلمة ادبارها نور** جہل ایک ایسی چیز ہے جو بنی آدم کی اندر پائی جاتی ہے۔ جہالت کا عروج تاریکی کی مانند ہے اور انسان جہالت میں متقلب ہوجاتا ہے۔ بعض اوقات کئی سالوں کے افعال کے بعد انسان خود محسوس کرتا ہے کہ وہ ان سرزد افعال میں کچھ میں جاہل رہا ہے وہ انہیں معیوب سمجھتا ہے اور جب ان کو دوسروں کے اندر دیکھتا ہے تو انہیں ناپسند بھی کرتا ہے اور خود کو اس بارے میں عالم جانتا ہے

۔امام علی نے فرمایا کہ علم تین قسم کا ہوتا ہے فقہ ادیان کے لئے ،طب ابدان کے لئے اور نحولسان کے لئے ہے۔

علم خاصہ سے مراد علم دین ہے لیکن علم دین سے مراد کونسا علم ہے؟ علم نحو، علوم عربیہ، علم منطق وفلسفہ مراد ہے یا علم عقائد واصول معارف یا علم بفرائض واجبات مراد ہے یا یہ علم اخلاق حمیدہ ورذیلہ ہے یا علم بنظم اجتماعات واقتصادیات وسیاسیات ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے نبی کریمؐ نے فرمایا علم کے تین درجات ہیں جن میں علم بعقائد، علم بفرائض واجبات اور علم اخلاق حمیدہ ورذیلہ شامل ہیں۔

الحیاہ ج ۲ ص ۲۸۴

أ..العالم بلا عمل يزداد من الله بعد:

١ .النبیؐ من ازداد فی العلم رشدا فلم يزدد فی الدنيا زهدا لم يزدد من الله الا بعدا.

٢ .النبیؐ فيما رواه الامام امير المومنين:من ازداد علما ولم يزدد هدى لم يزدد من الله الا بعدا.

٣.مكتوب الالمام سجادؑ :لا تطلبوا علم ما لا تعلمون ولما تعلموا بما علمتم ،فان العلم اذالم يعمل به لم يزدد صاحبها الا كفر ولم ميزدد من الله الا بعدا

ب..العالم بلا عمل يهون عليالناس:

١ .الامام علیؑ لو ان حملة العلم حملوه يحقه لا حبهم الله

وملائكته واهل طاعته من خلقه ولكنهم حملوه لطلب الدنيا فمقتهم الله وهانوا على الناس.

ج...العلم بلا عملاشد الناس ندامة وعذابا

ا ..النبیؐان اهل النار ليتاذون من ريح العالم التارک لعلمه وان اشد اهل النار ندامة وحسرة رجل دعا عبدا الى الله فاستجاب له وقبل منه،فاطاع الله فادخله الضنه وادخل الداعى النار بتركه علمه واتباعه الهوىٰ.

۲ .الامام الصادقؑ اشد الناس عذابا عالم لا ينتفع من علمهٍ بشى.

د...العالم بلا عمل سفيه:

ا .الامام صادقؑ العلماء همتهم الرعايه والسفها همتهم الرواية

ه.العالم بلا عمل جاهل

ا.النبیؐ ان العلم يهتف بالعمل فان اجابه والا رتحل عنه.

۲ .الامام على لا تجعلوا علمكم جهلا ويقينكم شكا اذا علميم فاعملوا واذا تيقنتم فاقدموا.

۳.الامام على كفى بالعلم جهلا ان ينافى علمه عمله.

۴.الامام صادقمن لم يصدق فعله قوله فليس بعالم

و. العالم بلا عمل اسوا حالا من الجاهل:

۱. الامام علیؑ فان العالم العامل بغیر علمه کالجاهل الجائر الذٰ لا یستبق من جهله بل الحجه علیه اعظم و الحسرٰ له الزم وهو عند الله الوم

ز. العالم بلا اعمل وسوء اثره

۱. الامام علی انما زهد الناس فی طلب العلم کنذة ما یرون من قلة من عمل بما علم

ح... الدعوة بلا عمل فاشلة:

۱. النبیؐ یا اباذر! مثل الذی یدعو بغیر عمل کمثل الذی یرمی بغیر وتر.

۲. الامام صادقؑ ان العالم اذا لم یعمل بعلمه زلت موعظته عن القولب کما یزل المطر عن الصفا.

ط. خطباء الامه غیر العاملین:

۱. النبیؐ رایت لیله اسری بی الی السماء قوما تقرض شفاههم بمقاریض من نار ثم ترمی فقلت یا جبرئیل !من هولاء ؟ فقال خطباء امتک یامرو الناس بالبر وینسون وهم یتلون الکتاب افلا یعقلون.

ی. ثعالب الامة

۱ .الامام سجادؑ قال دخلت علی بن الحسین فقال یا زرارة الناس فی زماننا علی ست طبقات اسد و ذنب و تعلب و کلب و خنزیر و شاة واما النعلب فهولا الذین یاکلون بادیانهم ولا یکون فی قلوبهم ما یصفون بالسنتهم.

یا...مثل العالم لا یعمل بعلمه:

۱ .النبیؐ مثل الذی یعلم الخیر ولا یعمل به مثل السراج یضی للناس و یحترق نفسه.

۲ .الامام علی علم بلا عمل کشجر بلا ثمر.

وفی ذلک المعنی جاء قوله تعالیٰ مثل الذین حملو توراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا.

۱ .النبیؐ لا قول الا یعمل.

۲ .الامام علیؑ فلعن الله السفها لرکوب المعاصی والحملاء لترک التناهی.

۳.الامام علیؑ وانهوا غیر المنکر وتناهوا عنه فانما امرتم بالنهی بعد التناهی.

ہم یہاں مثال فارسی پدرم سلطان بود نہیں کہیں گے کہ طب کے ماہر علم رازی کندی، کیمیاء کے جابر بن حیان، بیرونی وابوحیان ہمارے تھے، ابن الہیثم، ابن رشد، ابن خلدون، فارابی اور ابن سیناء وطوسی ہمارے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے

ایسے رویوں کی مذمت کی ہے۔اسی طرح یہ بھی نہیں کہیں گے کہ پہلے ہم آگے تھے لیکن تم پیچھے تھے، اگر آگے ہو گئے ہو تو ہمارے توسط سے ہوئے ہو۔ہم یہ بھی نہیں کہیں گے ہمارے علم کا منبع علی اور جعفر صادق سے ملتا ہے۔آپ کیوں الرجک ہیں؟ کہ علی نے جہاں سے لیا ہے اس کا ذکر نہ کریں۔ہم بھی یہ نہیں کہتے کہ تمام علوم ذرہ سے لے کر کہکشاں تک، کیڑے مکوڑوں سے لے کر ہاتھی تک کا علم قرآن میں ہے۔قرآن و محمدؐ نے انسان کو نظام حیات دیا ہے۔۔

اہداف تعلیم و تعلم:

حصول علم کے اہداف و معرفت، اس کی ثقافت اور اصول روحانی ،فکری ، عقیدتی ، اجتماعی ، علاقائی اور آفاقی ہیں لیکن یہ سب اس وقت ممکن ہے جب علم و معرفت ایک صالح نظام کے تحت ہوں اور جب ہر ایماندار انسان امن و عافیت کے سایہ میں ہو۔ممکن ہے یہاں کوئی طالب علم یہ اشکال اٹھائے کہ نافع علم اور نافع معرفت تک رسائی کے لئے کسی نظام کا سایہ فگن ہونا کیوں ضروری ہے؟ عادلانہ نظام کے قیام کے لئے علم کی ضرورت ہے تاہم یہ اپنی جگہ دور اور محال ہے۔

اسلام یتحدی ص ۱۹ عصر جدید کو عصر الحاد بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دور میں الحاد کو وسیع پیمانے پر پھیلانا شروع کیا گیا ہے۔اس وقت کا الحاد، الحاد محض نہیں بلکہ ان کا طریقہ کار منہج ، دراست الحاد ہے جو تطور و تمدن کے بعد پہنچا ہے۔وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین باطل ہے اسلام یتحدی ص ۲۵ پر لکھتے ہیں پچھلی صدی میں ہونے والے تطور علمی نے تمام اساطیر انسانی چاہے وہ جس چیز سے

متعلق ہوں، بتوں سے متعلق ہوں یا دین سے یا مادی کائنات اور ستاروں سے متعلق ہوں، سب کو منفجر کیا ہے۔ یہاں ھکلی کہتے ہیں کہ نئے عملی انکشافات نے دین کے حقائق سے پردہ ہٹایا ہے اس کتاب کے ص ۲۵ پر فرانس کے فیلسوف اوجیت جومت لکھتے ہیں فکر انسانی تین ادوار میں تقسیم ہوتی ہے:

۱۔ مرحلہ لاہوتی وہ دور ہے جس میں تمام واقعات کو الہ کے نام سے تفسیر کیا گیا ہے۔

۲۔ میٹافیز اس میں انسان نے حوادث کو عناصر خارجہ سے تفسیر کیا ہے۔

۳۔ رحلہ وصفیہ حوادث جو عناصر خاصعہ قوانین سے تفسیر کیا ہے۔

ہم یہاں علم کے بارے میں گھڑے گئے قصائد و ترانے نقل نہیں کریں گے جس طرح بعض علماء سیکولروں کو خوش کرنے اور اپنی روشن خیالی اور وسعت صدری ثابت کرنے کیلئے آیات متشابہات اور خود ساختہ روایات سے استناد کرتے ہیں، کہ ان آیات و روایات میں کوئی قید و تخصیص نہیں۔ علم کی یہ فضیلت صرف عقائد، احکام، اخلاق، حقائق کی تفسیر یا قرآن کے دقائق حاصل کرنے کے لئے مختص نہیں بلکہ علم کی اس فضیلت میں خوردبین سے دیکھی جانے والی انتہائی باریک ترین اشیاء جیسے جراثیم سے لے کر ایٹم بم سازی، علم زہر سازی، انسانوں کو مارنے والے خود کش علوم تک سب شامل ہیں۔ دنیا میں علم کے تین مصادر ہیں حواس خمسہ ظاہری ہے جسے مغرب والے علوم تجربات کہتے ہیں لیکن اس میں نئے وسائل و ذرائع سے حاصل محسوسات بھی آتے ہیں ان علوم میں چند صدیوں سے یورپ میں حیرت

انگیز پیش رفت ہوئی ہے، علوم تجربیات کا سہرا مغرب کو جاتا ہے۔

زندگی سے متعلق علوم جیسے تجرباتی علوم طبیعت فیزیکس، کیمسٹری اور فلکیات وغیرہ وہ علوم ہیں جو اسلام آنے سے پہلے یونان اور مصر کی قوموں کے پاس کم وبیش موجود تھے البتہ ایک عرصے سے مغرب والے اس بارے میں بہت آگے نکل گئے ہیں اور یونان ومصریوں کو قرون وسطیٰ والوں کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان علوم میں وحی کی ضرورت نہیں لہٰذا قرآن کریم میں عامۃ الناس کو ان علوم کے بارے میں توجہ نہ کرنے کی کوئی ملامت و مذمت نہیں آئی۔ اس حوالے سے ہم افلا تعقلون نہیں دیکھتے۔ تاہم یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ علم صرف کسی چیز کی تہہ اور حقیقت تک پہنچنے کا نام نہیں بلکہ علم کے بعد اگلا مرحلہ میں اس ذمہ داری اور علمی تقاضوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔ قرآن وسنت میں علم کو انسان کا مقصود ومطلوب قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کی قدر ومنزلت اس کے حصول کی غرض وغایت سے مربوط کی گئی ہے۔

منورین اور عصریین اور ترقی پسندوں نے اپنے قلم و بیان سے دین اسلام کو اس کے میدان عمل سے خارج کیا ہے، انہوں نے مسلمان نسل جدید کو اغواء بلا تاوان کرتے ہوئے کہا کہ علم اور دین میں تضاد وتصادم پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ مادہ کے علاوہ کسی چیز کے ہونے سے صراحتاً انکار کرتے ہیں، ملحدین کا یہ انکار ایک قسم کی دہشت گردی اور اعمال طاقت وقدرت ہے۔ اس کی مثال اس طرح سے دی جا سکتی ہے ایک ڈاکٹر یہ دعویٰ کرے اقتصاد ومعاشیات کوئی علم نہیں کیونکہ دونوں کا موضوع الگ ہے۔ مادین کا میدان تحقیق خود مادہ ہے، اس مادہ میں کتنے عناصر

پائے جاتے ہیں اور کونسے عناصر پائے جاتے ہیں یہ ان کا موضوع ہے جب کہ دین کا موضوع یہ ہے کہ یہ عناصر کس کے پیدا کردہ ہیں۔

ڈاکٹر یہ بحث کرتا ہے اس بیماری میں کونسے جراثیم در آئے ہیں اور اس کا خاتمہ کس چیز سے ہوگا لیکن یہ کیوں پیدا ہوئے، کس نے پیدا کیے یہ مادین کا موضوع بحث نہیں ہے مادیین مادہ کے اوپر دیکھتے ہیں کہ کیا کیا چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ مادہ کی مملکت میں سیر کرتے ہیں تخصص کرتے ہیں جبکہ خود کو احکامات الہیٰ کا پابند سمجھنے والے انسان ماورائے مادہ دیکھتے ہیں یہ مادہ کہاں سے اور کس نے پیدا کیا ہے؟ نیز ملحدین کا کہنا ہے تنہا دین نہیں بلکہ اخلاق، عدل وخیر، رحمت ومساوات ایثار ومحبت اور حق حریت سب خرافات اور کھوکھلے ہیں بلکہ یہ سب وقت اور حالات کی پیداوار ہیں اور علم آنے کے بعد ان کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے۔

علم ضروری:

جس طرح مادی زندگی کے لئے کچھ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے بعض مستحب، مستحسن اور بعض اضافی، فالتو اور عیاشی متصور ہوتی ہیں اسی طرح روحانی و معنوی زندگی کیلئے بھی درجہ بندی ہے۔ روح کی غذا علم ہے اور علم بھی بعض ضروری بعض مستحسن اور بعض فالتو ہیں بطور مثال انسان کے لئے ہمہ وقت ضروری اور نا گزیر علم کونسا ہے جب یہ واضح ہوجائے تو انسان کو اس علم کو پہلی فرصت میں حاصل کرنا ضروری ہے۔ ضروریات کے حصول کے بعد مستحسنات کی نوبت آتی ہے پھر تعالیش یعنی فالتو علوم کی نوبت آتی ہے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ علمی ضروریات میں سے

مجھے پہلے کونسا علم حاصل کرنا ہے۔

ذرائع تعلیم:

آپ کے پاس ایک علم ہے، دوسرا علم تک رسائی ہے۔اس کے مصادر تجزیہ، عقل اور وحی ہیں، عالم علم انہی مصادر سے اخراج کرتے ہیں انہیں مفکرین نوابغ بشر، فلاسفہ اور انبیاء کہتے ہیں۔ ذریعہ تعلیم کیلئے تین ذرائع کا بتایا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی چلے جائیں لیکن نقل ہونے والے علوم کو جنہوں نے سیکھنا ہے ان میں راسخ ہو جائیں اس طرح علم ان کے وجود کا حصہ بن جائے۔علم صرف غزالی کا ہی نہ رہے، علم صرف مجتہدین کے رسالہ عملیہ تک محدود ہو کر نہ رہ جائے اور مسائل کا حل دیکھنے کے لئے خود بھی غور وفکر اور تردد کی عادت رہے۔علم کی عادت یوں ہو کہ گھر میں، کھیت، گاڑی، بستر ہر جگہ ساتھ ہو جائے۔اس قسم کے علم وتعلیم کا داعی سقراط تھا جو کہتا تھا کہ ہم اپنے شاگردوں کو علم نہیں سکھاتے کیونکہ ہمارے پاس ہر علم نہیں ہے، ہم ان کے اندر علم کی سرشت اور علم کی خواہش کو ابھارتے ہیں۔ بہر حال ہم سیکھاتے وقت بچوں کے ساتھ سختی کرنے یا بچوں کو ہمیشہ خوش وخرم رکھنے کیلئے مٹھائیاں، گڑیاں اور دوسروں پر چھوڑنے، نیز سمجھنے کے بجائے رٹہ لگانے کے قائل نہیں ہیں۔ نئے فلسفہ تعلیم دین کا موضوع بحث اور گفتگو باقی رہے گی اسے ہم اس کے اہلیان کے لئے چھوڑتے ہیں، اس میں مکھی نکالنے سے گریز کرتے ہیں۔تاکہ مزید بدنامی کا باعث نہ بن جائیں، لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ شرف الدین اب تو نقل تمردوالی الہجر بھی کرنے لگے ہیں۔

علم کو صرف انگریزی زبان میں ہی سکھایا جاتا ہے۔ روشن خیالوں کے نزدیک آپ باقی زبانوں میں یہ علم سیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ ایک فکر ابلیسی وشیطانی ہے۔ جدید انگریز نے ہمارے خطے سے جاتے وقت یہ فکر اپنے ملازم سرسید احمد خان کے ذریعے دی تھی۔ ان کے مرنے کے بعد حرام خوری کے خواہشمند ہر ایک نے سرسید کی طرح بننے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ جس کو آج کل علماء منہج التعلیم کہتے ہیں۔ اپنے علوم ونظریات کو دوسروں تک پہنچانے کے بنیادی طور پر تین ذرائع ووسائل نظر آتے ہیں۔ ا۔ بیان زبانی ۲۔ تصنیف وتالیف ۳۔ اشارات و انعکاسات ٹیلی ویژن، ڈرامے، فلم وغیرہ۔ واضح رہے مغرب نے اس نہج کو حسن نیت، خدمت اور فروغ علم کی خاطر نہیں اپنایا بلکہ اسے اپنے منافقانہ چہرے کے نقاب کے طور پر استعمال کیا ہے۔ لیکن خود ان ذرائع کے بھی بہتر اور مدارج کے لحاظ سے اقسام و انواع بتاتے ہیں، یہاں تک کہ منہج تعلیم میں بہتری و برتری لائیں، یہ اپنی جگہ مستحسن ہے۔ لیکن انہوں نے دوسرے علاقوں کو اپنے مستعمرات میں تبدیل کرنے اور ان کے عقائد ونظریات و افکار کو ان کے اذہان سے خالی کرنے اور الحادی نظریات کو جاگزین کرنے اور آخر میں انہیں اپنا غلام بنانے، اپنی قید و بند میں اسیر کرنے، ان کی خودمختاری وعزت نفس کو ختم کرنے اور ان کو غلامی کے احساس کو افتخار سمجھنے کی تعلیم دی۔ ان سے انتساب کو شرافت مندی سمجھنے کے طریقہ تعلیم کو مناھج تعلیم کہتے ہیں، اس کے لئے تعین کردہ مراحل ومراتب کو تعلیم کہتے ہیں اس کیلئے انہوں نے مدارج طے کئے ہیں۔

۱۔ پہلے مرحلے میں یہاں کے دین کو نصاب میں شامل رکھیں۔
۲۔ اپنی زبان کو ضروری نصاب میں شامل کریں۔
۳۔ علاقائی زبان کی تحریک چلائیں۔
۴۔ رفتہ رفتہ اسلامی تاریخ کو نکال کر اپنی تاریخ کو نصاب میں ڈالیں۔
۵۔ ہر فرقے کے پیر و مرشد کو نصاب میں شامل کریں۔
۶۔ یہاں کی زبان کو رفتہ رفتہ ختم کریں، یہاں تک کہ تعلیم جنسیات کو بھی نصاب میں شامل کریں، اسی طرح پولیو کو بھی نصاب میں رکھیں۔
۷۔ ان طالب علموں کو اسکالرشپ دیں۔

پڑھا لکھا دانشور بنانے کے نام سے انہیں اپنے دین سے کیسے منحرف کریں؟ انہیں کیسے کافر ملحد بنائیں۔ انہیں کیسے اپنا گرویدہ اور اسلام سے بدظن بنانا ہے یہ ان اغراض واہداف کو بھی منہج تعلیم کہتے ہیں۔ کسی بھی علم کی قدر و قیمت اس کے اغراض و غایات سے ہوتی ہے کیونکہ بغیر غرض و غایت عمل کو فعلِ عبث کہتے ہیں۔ فعل عبث عاقل انسان سے صادر نہیں ہوتا بلکہ اسے مجنون اور احمقوں کا فعل کہا جاتا ہے لہٰذا بے مقصد، بغیر تعین اہداف یا خسیس اہداف سے حاصل علوم کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، جس طرح علم حاصل کرنے کے بعد اس علم پر عمل نہ کرنے والوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب ''الحیاۃ'' تالیف برادران حکیمان ج ۲ ص ۲۸۴ دیکھیں۔ اسی طرح حوزات و مدارس میں نصاب پڑھ کر آنے والوں کے علم کی کوئی قدر نہیں کیونکہ اس کا مقصد غایت نہیں نیز وہ علم جو

اپنے دین وملت کو گروہوں میں تقسیم کرنے کیلئے پڑھتے ہیں اس کی کوئی قیمت نہیں ۔ چنانچہ قدیم زمانے کے عمائدین علماء سے لے کر عصر حاضر کی درسگاہوں میں حصول علم کرنے والوں کے درجات ومراتب میں آسمان وزمین کا فرق بتایا جاتا ہے۔استحصالی، استعماری حکومتیں اپنے مستعمرات میں عسکری یا سیاسی مزاحمتوں کے اقدمات سے خود کو نہیں بچا سکتیں نہ وہ اسلام کے شیداؤں، اسلام کے مجاہدوں، اسلام کے گرویدوں، اسلام کے مخلصوں کے علاوہ حس وضمیر ووجدان استقلال کے لئے قربانی دینے والوں کا راستہ روک سکتے ہیں۔لہٰذا ان کے لئے ضروری اور ناگزیر تھا کہ اس ملت اسلام سے نفاق برتنے والے، استقلالی آزادی فروشوں پر گزارہ کرنے والے افراد کو علم کے ذریعے سے اسلام کا راستے روکنے کیلئے گرویدہ بنائیں۔مسلمانوں کے گھروں سے ہی ان کے بچوں کو اسلام دشمنی کی تربیت دیں۔ ملک کی پیداوار کو کم کریں، دوسروں کی پیدوار کو بازاروں میں لانے والی اقتصادی تربیت دیں، اقتدار اعلیٰ اسلامی کے منصب پر الحاد پسند افراد کو تربیت دیں۔علم کے نام سے دوسروں کی بولی سیکھنے والے مدارس کی بنیاد ڈالیں، حصول علم کو مہنگا بنانے کے لئے سرمایہ داروں کو رغبت دلائیں۔اس علم کو بے حرج بلکہ ضروری اور ناگزیر گردانے کے لئے وسعت صدری رکھنے والے قرآن اور سنت سیرت محمدؐ تاریخ درخشاں اسلام سے ناواقف علماء کی تائید حاصل کریں اور سیاسی پرچمداروں کے بیانات کے ذریعے تنہا انہی کو اسلام کا ترجمان بنائیں۔

علم مسلمانوں کے ہاں دو شقوں پر مشتمل ہے یعنی شق شرعی اور دوسرا شق

کائناتی ہے۔قرآن کریم جو مسلمانوں کا آئین حیات ہے،اس نے دونوں شقوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔شق شرعی سے مراد ایمان بذات باری تعالیٰ، ایمان بہ کتب وانبیاء ایمان بہ رسالت محمدؐ ایمان بہ آخرت ایمان بہ مادہ ایمان بہ غیب دیگر جس کی طرف قرآن نے دعوت دی ہے اور علم بہ وظائف مسلمین عبادات معاملات اور ان کے مصادر اولیٰ قرآن وسنت محمدؐ اور تاریخ اسلام مراد ہے۔دوسرا علم بہ کائنات سے مراد ہر وہ چیز مراد ہے جو مناظر و مدارک حواس انسان ہے۔ملحدین و کافرین کو اللہ سبحانہ کی طرف متوجہ کرنے اور قانع کرنے نیز خود مسلمانوں کے علم میں اضافے کی خاطر اس علم کے حصول کی طرف دعوت دی ہے۔لہٰذا علم عنصر تکوینی انسان ہونے کے علاوہ سر تکریم انسان بھی علم میں ہے۔زبان بعثت خاتم انبیاء اور آپ کے بعد دور خلفاء میں زیادہ تر توجہ عنایت علم اولیٰ کی طرف رہتی تھی بلکہ علم کائنات کے نام سے کوئی خاص دروس نہیں تھے۔لیکن علم شریعت میں نصاب در قرآن کریم کے علاوہ نبی کریم کی سیرت طیبہ تھی اور مسلمین اصحاب رسول اللہ ہوتے تھے اور ان علوم کو نیک انسانوں پر چھوڑے ہوئے تھے۔چونکہ کسب معاش میں انسان زیادہ پریشان نہیں تھے لہٰذا علم کے مفہوم طویل عرصہ تک اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوتے رہے، یہاں تک ۱۷۰۰۔۱۸۰۰ میں فرانس میں علم صنعت آیا پھر علم کا مفہوم بہ شریعت یا علم عقلیات سے نکل کر علم تجربیات تک محدود ہو گیا۔

علم باقی ہے:

روح انسان اور جسم کی مثال اس طرح ہے کہ جس طرح اگر پانی چند دن کے

لئے نہ ملے تو جان جانے کا خطرہ رہتا ہے اور اس طرح اگر روح کو علم نہ ملے تو روح مرجاتی ہے۔ روح کے مرنے کی نشانی یہ ہے کہ انسان استقلال آزادی اور خود مختاری کھو بیٹھتے ہیں۔ علم سیکھنے کے کثیر ذرائع ہیں۔

ا۔ سب سے پہلا ذریعہ الفاظ وکلمات ہیں جو اپنے علاقے کے زبان میں سکھایا جاتا ہے۔ علم اگر آفاقی اور ہمہ گان ہو تو اس میں موجود تمام سہولتیں، بلاتفریق سب کے لئے یکساں ہونی چاہئیں۔ یہاں سے وہ تمام عناصر جن میں رائج تفرقاتی عناصر اور جرائم ہیں، ان کے خلاف مزاحمت کرنا ضروری ہے مثلاً سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں کا فرق، ظلم، ناجائز اور کھلی بغاوت پر مبنی ہے اور معاشرے پر اس کے برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

۲۔ تعلیم کو صوبائی زبان میں سکھانے کی تحریک کے پس پردہ عوامل اس ملک سے بغاوتی پیش خیمہ ہیں۔

۳۔ علم کو انگریزی زبان میں سکھانے کے مذموم عزائم کا انکشاف ہونا ضروری ہے۔

۴۔ غیر سرکاری سکولوں کی مزاحمت اور حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

۵۔ وڈیروں کی سرپرستی نہیں ہونی چاہیے۔

مصادر علم ومعارف:

مصادر جمع مصدر ہے اور مصدر کسی بھی چیز کی جائے خروج ورجوع کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کتاب شرح الامثلہ میں جائے بازگشت گلہ وگوسفند کو مصدر کہا ہے۔

کتب صرف میں یہ بحث کرتے ہیں اصل افعال مصدر کی طرف رجوع کرتا ہے یہ فعل مصدر سے نکلتا ہے۔ یہاں سے علوم و معارف کی پہلی جگہ جہاں سے یہ نکلتی ہیں اس کو مصادر کہا ہے، اسی طرح بعض افراد نے وسائل، بعض نے اصول اور بعض دیگر نے منابع و ماخذ کہا ہے۔ ہماری اس بحث کا محور یہ ہے کہ معارف بشر کتنے ہیں اور کونسے حقائق ہیں جن کی طرف علم بشر برگشت کرتے ہیں۔

۱۔ جدید علوم کے حامل داعیوں، علماء، مفکرین ملل ونحل عالم اس باب میں اختلاف نظر رکھتے ہیں کہ مصادر و معارف بشر کی برگشت کہاں جاتی ہے، بعض نے اسے حواس خمسہ اور اس کے وسائل تک محدود کیا ہے۔ وہ اس کے علاوہ کسی اور مصدر و ماخذ کو نہیں مانتے کہ اس کی طرف نظر دوڑائیں، ملحدین قدیم وجدید کی یہی منطق ہے۔

۲۔ اسی طرح دوسرا گروہ جن کے نزدیک عقل تنہا مصدر و ماخذ علوم و معرفت ہے یہ فلاسفہ قدیم و عقلیون جدید کی منطق ہے۔

۳۔ بعض نے محسوسات کے ساتھ معقولات کو بھی مصادر علم و معرفت میں شمار کیا ہے۔

۴۔ اہل ادیان سماوی نے وحی کو مصادر معرفت گردانا ہے۔

۵۔ عرفاء نے الہام کو بھی مصادر میں گردانا ہے۔

۶۔ تجربہ و مشاہدہ عینی ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اور قیاس آرائی اور استدال واستنتاج ہے۔ مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۱۲۔۱۳۔۱۳۹۴ ص ۱۴۲ از

مطہری میں آیا ہے۔

مذہب حسی: [عقید تناقص ۹۳]

مذاہب حسی کے نزدیک انسان کے پاس موجود تمام معارف علم وآگاہی کی برگشت تجربہ ہے۔ تجربہ کے سوا کچھ نہیں، تجربہ ہے جس سے انسان معارف سیکھتا ہے۔ تجربہ کے علاوہ معارف یقینی تک پہنچنے کا کوئی راستہ طریقہ وسیلہ نہیں ہے۔ ان کا اس بارے میں کہنا ہے انسان جب اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے پاس کسی قسم کا علم ومعرفت نہیں ہوتا، اس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس کے باہر کیا کیا موجود ہے لیکن وہ اس سے تعلق ٹکراؤ ہونے کی صورت میں اس کے بارے میں معلومات کو کسب کرتا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی ماں کا پستان کہاں ہے؟ جب ماں اس کی زبان پر رکھتی ہے، تو اس کے پاس پہلی معرفت آجاتی ہے اور وہ اس سے تکرار کے ساتھ پیتا رہتا ہے پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا معاش یہی دودھ ہے۔

اسی طرح آگ کی خصوصیات کو نہیں جانتا ہے جب ہاتھ بڑھاتا ہے، ہاتھ میں لیتا ہے تو جل جاتا ہے اس وقت وہ ہاتھ کھینچتا ہے، اس طرح سے وہ آگ کی خصوصیات کو محسوس کرتا ہے اس کے بعد اسے پتہ چلتا ہے آگ جلاتی ہے۔ اس طرح اس کے تجربات بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک اس کے پاس مختلف انواع معرفت یومیہ تجربات کے حوالے سے بڑھتے جاتے ہیں۔ لہذا اس کے پاس اسکے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے، اس کے پاس عقل نامی کوئی چیز ہے نہ اس کے پاس

ماورائے طبیعت نامی کوئی چیز ہے۔ وہ سب اس کے لئے لغو ہیں کیونکہ اس کا میدان تجربہ ہے اس کا مصدر معرفت صرف اور صرف حس ہے۔ ان فکر حسی والوں کے پاس مادہ ہی ہے جو اول پیدا ہوا ہے اس کے بعد فکر وجود میں آئی ہے۔

اسی بحث میں ص ۸۶ پر لکھتے ہیں، حواس خمسہ ہیں، جو ہمیں معرفت سے نوازتے ہیں۔ انسان کے ذہن میں کوئی چیز نہیں سوائے وہ چیزیں جو اس کے حواس کے ذریعہ سے اس تک پہنچی ہیں، وہ اس کے ذہن کو گردش دیتی ہیں اور اس میں وہ تصرف کرتا ہے۔ یوں کہیں تصرفات جو ہماری ملکیت میں ہیں، ہمارے اختیار و تصرف میں ہیں، وہ دو طریقوں سے ہمارے اندر جمع ہوئے ہیں:

۱۔ اعضائے حواس جو بیرونی موجودات سے ٹکراو تصادم و تصادف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی باہر موجود حقائق کے تصادم سے ہمارے اندر جمع ہوتے ہیں۔

۲۔ جو احساسات ہمارے ذہن میں جمع ہوتے ہیں وہ خود ان کو آپس میں جوڑتے اور ترکیب دیتے ہیں، کھولتے ہیں کبھی خصوصیات کو ہٹاتے ہیں اس کو ہٹا کر ایک عمومیت پیدا کرتے ہیں، اعضائے حواس نقل معلومات میں کردار ادا کرتے ہیں۔ اعضائے حواس عقل بشری کے لئے باہر سے معلومات کو فراہم کرتے ہیں، باہر جو چیزیں ہیں ان کی معلومات ہمارے پاس جمع کرنے کے لئے حواس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں یہی وجہ ہے جو انسان ان تمام حواس سے محروم ہے وہ ہر قسم کی معرفت سے بھی محروم ہے۔ اس کو دنیا والوں کا بھی پتہ نہیں، سفید و سیاہ کا فرق

پتہ نہیں ہے۔اعضاء عالم سے جس طرح موتی جمع کرتے ہیں، حواس بھی معلومات کو جمع کرتے ہیں، تغیرات وتبدلات کو جمع کرتے ہیں اور وہ ذہن کو خام مواد فراہم کرتے ہیں۔جس شخص کے اعضاء سالم نہیں ہوتے اسے باہر ہونے والی معلومات کا علم بھی نہیں ہوتا۔

[کتاب نظریۃ المعرفۃ تالیف آیت اللہ سبحانی ص ۱۰۶]

نظریہ حسیہ کا مبتکر جون لوگ انگریز متوفی ۱۷۰۴ کو بتایا جاتا ہے تاہم بعض نے ایک فرانسیسی بیکون متوفی ۱۶۲۶ کو اس نظریہ کا بانی قرار دیا ہے کیونکہ بیکون افلاطون وارسطو کے نظریات کا سخت مخالف تھا۔ان کے برعکس وہ دیموقریس کے نظریات کا حامی تھا۔ جون لوگ نے بھی بیکوں کے نظریہ کو ہی اپنایا اور حسیات کو معرفت کی اساس گردانا ہے۔مادیین کا یہ نظریہ ہے کہ تجربات سے براہین اور براہین سے یقین بنتا ہے۔یقین کا اصول بدیہات ہیں اور ان بدیہات کی چھ اقسام ہیں جن میں اولیاء، شاھدات، تجربات، متواترات، حدسیات اور فطریات شامل ہیں۔

۲۔عقل:

دوسرا مصدر علوم ومعارف عقل ہے، تجربہ کے بعد عقل کی نوبت آتی ہے۔یہ فکر اسلامی اور غیر اسلامی دونوں علماء پر مشتمل ہے۔

تعریف العقل کتاب ادب الدنیا والدین ص ۲۰ بالعقل تعرف حقائق لامور و یفصل بین الحسنات والسیئات حد یا آغاز ظہور عقل سے تکالیف شرعی شروع ہوتی

ہیں، عقل ہی سے انسان حیوان سے تمیز پاتا ہے۔ اگر عقل پوری ہوگئی تو اسے عاقل کہتے ہیں لیکن عقل اور اس کی صفات میں مفکرین علماء شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ العقل دین کا اصل ہے عقل سے تکالیف شرعیہ واجب ہوتی ہیں۔ عقل سے ہی مخلوقات میں الفت پیدا ہوتی ہے جب کہ ہر ایک کی امید و آرزوئیں مختلف ہوتی ہیں۔ دین کا ایک حصہ خالص عقل سے ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسرے حصے کی عقل تائید کرتی ہے۔ جسے عقل جائز گردانتی ہے، شرع بھی اسے جائز گردانتی ہے۔ تعریف عقل میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو جوھر لطیف کہا ہے اس سے حقائق میں فرق معلوم کیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ کہاں ہے بعض نے کہا ہے، دماغ ہے کیونکہ دماغ محل حسن ہے، بعض نے اسکی جگہ قلب بتایا ہے چونکہ حیات بدن قلب سے لیتا ہے۔

ممکن ہے یہ کلمہ مصدر عقل، یعقل عاقل سے ہو لیکن علماء اس کو مسترد کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں یہ کلمہ اس صیغہ میں نہیں آیا ہے۔ یہ فلسفہ میں استعمال ہوا ہے، جبکہ فلسفہ کی پیدائش یا اس کا مھد یونان ہے۔ لہٰذا کلمہ عقل، فلسفہ سے لیا گیا ہے عقل فلسفہ میں وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

عقل انسان کے اندر ایک قسم کا عرض ہے۔

ابن فارس نے کہا عقل مادہ ع ق ل سے ایک ہی اصل ہے، وہ کسی چیز کی حبس وقید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عقل حبس ومنع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ عقال بعیر سے بنایا ہے جو اسے بھاگنے سے روکتا ہے۔ اسے انسان کے اندر موجود

اس خاصیت کو کہا گیا ہے جو اسے ہلاکت یا قباحتوں سے روکتی ہے۔ اسی سے انسان حیوان سے تمیز پاتا ہے۔

۱۔ عقل انسان میں ایک سریان ہے جیسے بھوک، علم، شجاعت، رحم دل، قساوت وغیرہ۔

۲۔ عقل مفارق از مادہ خود اپنی جگہ ایک مستقل موجود ہے جو اپنی جگہ آپ قائم رہتا ہے۔ بعض نے عقل کو ایک غریزہ کہا ہے اور بعض نے نور کہا ہے۔ علوم اولین میں عقل کی بھی دو اقسام بتائی گئی ہیں۔ ایک عقل بطور ملکہ کا ہونا ہے اور دوسرا وہ علم جو ضروریات و استعداد اور قوت اکتساب جیسے نظریات سے منسلک ہے جس کی طرف بقرہ آیت ۷۵ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

علماء نے عقل کی دو اقسام بتائی ہیں، عقل مطبوع اور عقل کسبی۔ جہاں جہاں تعقل نہ کرنے والوں کی مذمت آئی ہے، وہ عقل مطبوع کی اتباع نہ کرنے والے پر آتی ہے۔ عقل مصادر معرفت و علم میں مرکزی یا اولیٰ حیثیت رکھتی ہے۔

عقل اساس دین ہے:

اساس دین عقل پر قائم ہے، واجبات اور ذمہ داری عقل کی بنیاد پر قائم ہیں، اللہ کو عقل سے پہچانا جاتا ہے، اللہ تک رسائی عقل سے ہوتی ہے، عاقل اللہ سے قریب ہے۔ انسان عاقل کی ذرہ برابر نیکی مجتہدین سے زیادہ بہتر ہے۔ انسان کی قوام و بقاء عقل سے ہے، جہالت میں کی گئی ہزار سال عبادت سے بہتر ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا انسان کی قوام عقل سے ہے، جس کے پاس عقل نہیں اس کے پاس

دین نہیں ہے۔ عقل مسلمانوں کا خیمہ ہے، ہر چیز کی ایک سواری ہے انسان کی سواری عقل ہے، ہر چیز کی ایک غرض و غایت ہے عبادت کی غایت عقل ہے۔ عبادت گزاروں کا راعی عقل ہے۔ ہر تجارت کی ایک متاع ہے، مجتہدین کی متاع عقل ہے۔ عقل کی خرابی، آخرت کی خرابی ہے۔ ہر سفر میں ایک خیمہ چاہیے جس میں انسان پناہ لے سکے اسی طرح مسلمانوں کا خیمہ عقل ہے۔

دین اسلام میں عقل کی حیثیت: [اصول محاضرات تالیف کمال ہاشمی ص ۳۲۸]

حضرت علی نے فرمایا عقل لشکر رحمان اور خواہشات لشکر شیطان ہیں۔ نفس ان دونوں کے درمیان کھینچتا ہے، جو بھی ایک انسان پر غالب آئے گا تو دوسرا ختم ہوگا، اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض خلائق جاہل ہیں، اللہ جاہل کو پسند نہیں فرماتا ہے۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو افضل مخلوق سے نوازا، حیاء اور دین عقل کے ساتھ ہیں۔

امام موسیٰ کاظم نے ہشام سے کہا جس نے تین چیزیں اپنے اوپر مسلط کیں، اپنی خواہشات کی عقل کے خلاف معاونت کی، جس نے اپنی فکر کے نور کو تاریک کیا، زیادہ امیدیں رکھ کر حکمتوں کو محو کیا، بے ہودہ باتوں سے نور عبرت کو بجھایا، شہوات نفس میں ڈوبا رہا یہ انہوں نے عقل کی بربادی اور انہدام کے لئے خواہشات کی معاونت کی ہے۔ جس نے اپنی عقل کو نابود کیا اس نے اپنے دین و دنیا دونوں کو نابود کیا ہے۔ عقل و دین کا فقدان سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اگر کسی انسان میں نیکی

کی ایک ہی خصلت پوری ہو تو باقی اس کے لئے معاف ہو جاتی ہیں اور باقی کے فقدان سے کچھ نہیں ہوتا۔ عقل کے فقدان کے بعد بخشش نہیں ہے، دین کے فقدان کے بعد امن کا خاتمہ ہے، پھر زندگی کو امن گوارہ نہیں ہے۔

عقلیت اسلامی:

کتاب عقید تنا تالیف عبدالہ نعمہ ص ۹۱ عقل کے دلیل محکم وقاطع ہونے کیلئے علماء نے جو تفسیر وتوجیہ پیش کی ہیں ہماری معلومات کے مطابق اس کی دو نوعیت ہیں:

۱۔ مدرکات ضروریہ، جیسے بطور بدہی عقل درک کرتی ہے۔ ابتدائی مرحلہ میں اس کے ادراک میں اس کے تصور سے زیادہ کسی چیز کی نیاز نہیں ہوتی نہ اس کی تحلیل وتجزیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے مصارف ضروری بدہی جنھیں نفس انسانی بذات خود درک کرتا ہے یہ ذہن سے باہر کسی اور دلیل کے نیاز مند نہیں ہوتے جیسے:

۱۔ اجتماع نقیض محال ہے۔

۲۔ کوئی حادثہ بدون سبب ودلیل وجود میں نہیں آتا ہے۔

۳۔ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔

۴۔ ایک، دو کا آدھا ہوتا ہے۔

۵۔ مثلث غیر مربع ہوتی ہے وغیرہ۔

۶۔ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

۷۔ چاند کی روشنی سورج سے مستعار ہے۔

۸۔ وہ مدرکات وتصورات نظریہ جو ذہن استنباط واستنتاج کے ذریعے حاصل کرتا ہے، ان مدرکات کے وجود خارجی موجود ہونے اور اس پر اعتقاد قائم کرنے کیلئے اس تصور کے علاوہ باہر سے کسی اور استناد دلیل کا نیاز مند رہتا ہے۔

۹۔ پانی منجمد ہونے کے بعد دو صفت اپنے لئے کسب کرتا ہے۔ کثافت جمی اور صفت وزی، یہ مصارف اپنے ثبوت کیلئے مدرکات ضروریہ اولین کے نیاز مند ہیں۔

دین وعقل:

دین اور عقل میں کس قسم کا رشتہ پایا جاتا ہے مجلّہ توحید عدد ۶ ۷ ص ۶۲ میں دین وعقل کے عنوان کے حوالے سے ایک مقالہ آیت اللہ جعفر سبحانی نے تحریر کیا ہے۔ آپ اس بارے میں لکھتے ہیں دین وعقل کے رشتے کے بارے میں تین مفروضے پائے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت عیسیٰ مسیح کا لایا ہوا دین تسلسل ادیان سماوی ہے، اللہ نے آپ پر دین نازل کیا تھا۔ مسیحوں کے پاس کوئی چیز نہیں ہے، ہماری رسائی دین عیسیٰ تک قرآن کے ذریعے ہے۔ قرآن نے دین مسیح ؑ اور دین محمدؐ میں کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔ **لا نفرق بعضهم بعضاً.**

۲۔ موجودہ دین مسیح ؑ آپ کے رفع کے تین سو سال بعد ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ دین شعور، احساسات، تمایلات، خواہشات اور رہبانیت پر مبنی ہے۔ اس دین کا عقل سے کوئی رشتہ نہیں بلکہ یہ ضد عقل ہے۔ ان کا کہنا ہے عقل اور قلب کا راستہ جدا

ہے، عقل سے عقیدہ تثلیث کا ادراک کرنا ممکن نہیں۔ فہم تثلیث تنہا قلب سے ہی ممکن ہے لہٰذا تثلیث کی تشریح وتوضیح افہام وتفہیم عقلی طریقے سے اور استدلال و براہین سے ممکن نہیں کیونکہ احساسات شعور وجذابیات قلبی دوسروں تک منتقل ہونا ممکن نہیں ہیں۔

۳۔ تیسرا مفروضہ یعنی دین سے مراد اسلام ہے، دین اسلام جس کی ترجمانی قرآن کرتا ہے وہ اثبات وجود باری تعالیٰ، ضرورت وجود صانع، توحید صانع اور صفات صانع سب کے سب دلائل و براہین پر مبنی ہیں۔

۱۔ دلیل آسمان وزمین سے استدلال کرتے ہیں **افی اللہ شک فاطر السموات**۔

۲۔ دلیل فقر وحاجت مخلوق **انتم الفقراء الی اللہ**۔

۳۔ مفروضہ ریاضی سے **ام خلقو من غیر شیء ام ھم خالقون**۔

قیمت انسان عقل سے ہے:

انسان اپنے وجود میں جمادات، نباتات اور حیوانات کی خصوصیات اور امتیازات میں ان کے برابر ہے۔ خاصیت جمادی میں وزن، جسامت، خاصیت حیوانی میں حساسیات میں ان کے برابر ہے لیکن انسان کو سابق تین قسم کی مخلوقات سے جو چیز ممتاز ومختار بناتی ہے وہ عقل ہے۔ جب بھی مخلوق میں کوئی چیز اضافی یا زیادہ ہو اور پیچیدہ ہو تو سمجھ لیں اس کی مقصودیت دیگر سے مختلف ہے۔ مثلاً ایک گاڑی جس کا انجن ہوتا ہے وہ زمین پر چار پہیوں پر چلتی ہے، اسے چلانے کیلئے ان

پڑھ بھی کافی ہے، اس کے لئے کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس دوسری گاڑی ہے جس کیلئے باقاعدہ اعلیٰ سطح کی تعلیم دی جاتی ہے، کیونکہ اس گاڑی کو زمین پر نہیں بلکہ ہوا میں چلانا ہوتا ہے، جیسے ہوائی جہاز۔ اسی طرح جہاز سے آگے ایک اور سواری ہے جس کا نظام مزید پیچیدہ ہے اس پر سوار ہو کر تنہا ہوا میں سفر نہیں کرنا بلکہ خلا میں سفر کرنا ہے۔

ہمارے پاس معلومات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ معلومات ہیں جو عقل بداہت سے درک کرتی ہے جس کو مدرکات بدیہیہ قبلیہ کہتے ہیں ان کو درک کرنے کے لئے تصور سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کو تحلیل دلائل و برہان سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، دوسرے الفاظ میں کہیں گے کہ جو معارف نفس کے اندر جمع ہیں، ان کو درک کرنے کے لئے جو چیز باہر حقیقت ہے، اس کو درک کرنے کیلئے کسی اقامہ دلیل کی محتاج نہیں۔ اس کے ثواب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں مثلاً ان مدرکات میں یہ ہے ایک چیز موجود بھی ہو، معدوم بھی ہو یہ ایک ہی وقت میں ممکن نہیں لہذا اس کے لئے دلیل لانے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ ہر حادثہ یا واقعہ جو رونما ہوتا ہے بغیر سبب نہیں ہوتا۔

۳۔ کل جزء سے بڑا ہے۔

۴۔ ایک دو کا آدھا ہے۔

۵۔ مثلث غیر مربع شکل کو کہتے ہیں۔

۲۔ وہ مدرکات وہ معارف جو اپنی جگہ نظری ہیں، یعنی محتاج فکر ونظر ہیں ان کو کسب کرنے کیلئے عقل کو استنباط واستنتاج کرنا پڑتا ہے کہ یہ حقیقتاً واقعتاً موجود بھی ہیں۔ جزم کرنے کیلئے، اطمینان کے لئے دلیل کا اقامہ کرنا پڑتا ہے۔ دیکھا ہے، تجربہ ہوا ہے، امتحان ہوا ہے، تنہا ان پر ایمان کافی نہیں بلکہ ذہن کو گردش دینے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ چاند کی روشنی سورج سے لی گئی ہے، پانی منجمد ہوتا ہے تو اس میں کثافت حجم اور قلت وزن آجاتا ہے۔

۳۔ جسم، حرارت سے لمبا ہوتا ہے اور برودت یعنی ٹھنڈک سے اس میں کمی ہو جاتی ہے۔

اس نظریہ کے لئے ہمارے پاس دو مصادر ہیں۔ ایک اعضائے حواس ہے جن میں سمع، لمس، شمس ذوق آتا ہے، دوسرا فطرت غریضوی ہے جو ہمارے اندر پنہاں ہے، یہ ہمیں تصورات دیتی ہے اس کیلئے فطرت غریضی ہے۔ اس میں حواس کا کوئی کردار نہیں، بلکہ یہ نفس کے اندر سے پھوٹتی ہے جیسے احسان حسن ہے، ظلم تغیان ہے، خیر، جمال، حق، عدل کرامت وغیرہ یہ معنی تجریدی ہیں جو اعضائے حواس کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ امام اینکہ فطرت بذات خود ایک مصدر ہے درک ومعارف کیلئے اس کے دلائل اور بعض معانی جو آپ کے اندر ہیں، جو قانون حس کے خاضع نہیں اس کے اندر نہیں آتے ہیں یہ نفس کی بات ہے۔ یہاں سے انہوں نے حس کے علاوہ ایک اور مصدر کی ضرورت کو اپنایا ہے۔

عقلاء عالم نے عقل کی بہت سی اقسام بتائی ہیں۔

۱۔عقل برقی جیسے کمپیوٹر وغیرہ ۲۔عقل منفصل

۳۔عقل غربی ۴۔عقل غربی استعمار گری

۵۔عقل مسلم ۶۔عقل مسیحی

۷۔عقل عورت یعنی تسخیر شوہر ۸۔عقل اقتصادی

۹۔عقل مذہبی ۱۰۔عقل حوزوی یعنی دنیا و مافیہا سے غافل

۱۱۔عقل طبیعی ۱۲۔عقل اکتسابی

۱۳۔عقل منعصل یعنی بیوی کی ہر چیز میں مداخلت ۱۴۔عقل انفرادی

۱۵۔عقل اجتماعی ۱۶۔عقل روشن خیالی ۱۷۔عقل انسانی

عقل مطبوع جسے آپ عقل ریاضی بدیہی کہہ سکتے ہیں جو طفل، ممیّز، انپڑھ دیہاتی عورتوں سے لے کر صاحبان اختراعات و اکتشافات نوابغ تک یکساں پائی جاتی ہے، باقی کتنی ہے، انسان عقل مطبوع اور پڑھائی تجربات سے ملا کر مصروف مشغول ہوتا ہے۔اور وہ الگ اور دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔عقل غربی استعمار گر، دوسروں کی آبادیوں کو ویران و خاکستر بناتا ہے، مجرم و بے قصور دونوں کو مارتا ہے جیسے ایک قساوی عقل ہے۔اس بارے میں ایک مثال عورت کی عقل کی دی جاسکتی ہے۔عورت، عورت کو جانتی ہے کہ وہ آزاد ہے جبکہ مرد جانتے ہیں کہ یہ آزادی ان کیلئے مخصوص ہے، یہ دونوں ہی عقل کو استعمال کرتے ہیں۔

۲۔فلسفیوں نے عقل کی دو قسمیں بتائی ہیں:

عقل ’’مفارق از مادہ جوھر‘‘ جسے عقل فعال کہتے ہیں، یہ ایک موجود ازلی اور فنا ناپذیر عقل ہے۔اس عقل سے عقل انسانی معرفت حاصل کرتی ہے۔ جب عقل انسان اس عقل سے تعلق میں شدت اختیار کرتی ہے،تو وہ قدسیت اختیار کرتی ہے۔ اس عقل فعال کے مافوق بعض اور عقل بھی ہوتی ہیں جنہیں عقول عشرہ کہتے ہیں۔ اس عقل کو بھی اسلام میں جگہ دینے کی خاطر اس کو لباس شرعی پہنایا گیا ہے۔اسکو کبھی روح الامین، کبھی روح قدس اور کبھی شدید القوی کا نام دیا جاتا ہے اور اس کے جائے قرار کو ملا اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کتب روایات میں روایت بھی نقل کی گئی ہیں جبکہ علماء نے اس عقل کو مسترد کیا ہے۔

عقل و علم:[تکامل فی السلام ج ا ص ۳۲]

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس وقت مبعوث بہ رسالت ہوئے اُس وقت دین مجموعۃ تقالید و رسومات فاسدہ پر مشتمل تھا جو کسی دلیل و برہان سے استناد نہیں تھا۔ وہاں عقل ہر قسم کے تفکر تدبر و تعمق سوال و اعتراض سے معذور تھی۔ انسانوں پر حاکم قائدین جن کا تعلق چاہے کرہ ارض کے کسی بھی گوشہ و کنار سے کیوں نہ ہو ان کا حکم یہی رہا کہ عقل کے چراغ کو بجھا دو بمثل ’’**اطفی مصاح عقلک و اعتقد و انت اعمی**‘‘ حالانکہ عقل ہر اندھی کورانہ اذعان تقلید اور غافل گیر نظریات کی پیروی سے منع کرتی ہے۔ عقل دعوت فکر و نظر اقامہ دلیل و برہان کی دعوت دیتی ہے۔ کیا یہ صدائے بلند نہیں کہ جس کے پاس عقل نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ جس کے پاس آیات متکرر صارخہ بیداری عقل بلند ہوا **افلا**

تعقلون افلا تتدبرون یتفکرون تنظرون علم وجہل مساوی نہیں اور عالم و جاہل برابر نہیں، جاہل گونگے اور بہرے جیسے ہیں علم عالم مثل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون فیم کافرون کو جاهل کیا ینعق سے تعبیر کیا ص ۱۳۸ امام صادق سے مروی من کان عاقلا کان له الدین و من کان له الدین دخل الجنة لیس بین الایمان والکفر الاقلة العصل میزان عقاب وثواب عقل ہے۔

جس طرح دین کلیسا نے علوم کو رد کیا تھا یہاں کے مغرب نوازوں نے خود کو علوم اسلامی کا داعی قرار دے کر دین اسلام کو دین مسیح جیسا بنا کر پیش کیا، پھر کہنے لگے اسلام بھی علم کو رد کرتا ہے۔ ادیان سب ایک جیسے ہیں، یہ ایک قسم کا قیاس مع الفارق ہے کتاب تکامل فی الاسلام ج ا ص ۱۴۱ میں آیا ہے۔ کلیسا نے جب علماء کو قتل کیا تو یورپ میں یہ تاثر قائم ہوا کہ علم ضد دین ہے اور دین ضد علم ہے اور یہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ یہاں سے انہوں نے یہ فکر قائم کی ہے" ویجب ان یتحول الاخلاص الدین من خدمة اله غیر معروف الی خدمة الانسانیة" اس تصور کے بعد دین کا تصور خدمت انسان ہو گیا۔ واضح رہے خود عقل بھی افراط و تفریط کا شکار ہو گئی عقل کے بارے میں ادیان سماوی میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ علماء نصاریٰ کا کہنا ہے عقل دین کے سامنے خاضع ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس عقل کو لگام دینے کیلئے علماء نصاریٰ نے دین کو خرافات میں تبدیل کیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ دوسری طرف مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ عقل اللہ کی

طرف سے باطنی حجت ہے، مقیاس صحت وسقم اشیاء وسیلہ درک وفہم قرآن وسنت ہے۔ عقل اللہ کی طرف سے تیسری حجت ہے۔ انبیاء اور کتب آسمانی خاص کر قرآن کریم صاحبان عقل سے خطاب کرتا ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے عقل حجت باطنی ہے۔ عقل ہی کے ذریعے اللہ کی عبادت ہوتی ہے، سعادت دارین عقل سے ہی حاصل ہوتی ہے، عقل ہی سے تمیز حسن وقبح کرتے ہیں۔ عقل ہی سے وجود صانع متعال خالق کائنات ثابت ہوتا ہے، عقل سے صداقت وحقانیت انبیاء ثابت ہوتی ہے، عقل ہی سے قرآن مافوق کلام بشر ہونا ثابت ہوا ہے۔ دین اسلام، اثبات باری تعالیٰ، صادقیت نبوت حضرت محمدؐ کے بعد شریعت کی حاکمیت آتی ہے، اس طرح شریعت کا بول بالا ہوتا ہے۔ دین اسلام میں ممکن ہے بہت سی شقیں عقلاء کی سمجھ میں نہ آئیں لیکن اسلام کے عقائد وفروعات میں کوئی ایسی شق نہیں ملے گی جو عقل سے متصادم ہو۔

جس طرح ارباب کلیسا نے خود عقل کو لگام دے کر اپنے سامنے خاضع و سرنگوں تسلیم کروایا، یہی کام آج کل کے مسلمان اپنی قیادت کیلئے کر رہے ہیں، جو ان کی قیادت کے سامنے خاضع ہوتا ہے، اسے عاقل ومفکر پیش کرتے ہیں اور جو انکی قیادت کی ہدایات کو من وعن قبول نہیں کرتا اس کے لئے سخت و دردناک سزا ہے۔ یہ مقام کسی خاص قیادت تک محدود نہیں مثلاً قائداعظم محمد علی جناح، عسکری قیادت، عدالت کی قیادت، سیاسی قیادت، پارٹی قیادت اور مذہبی قیادت ہر ایک اس نعمت ضرب سازی کے لطف سے محفوظ ہیں، اسی وجہ سے ملک ہر آئے دن

سرنگوں ہو رہا ہے۔لوگوں کو قیادت و رہبران کے سامنے خاضع کر کے تازیانے مذمت لگاتے ہوئے کہتے ہیں تم کیوں عقل کی رٹ لگاتے ہو؟ ہر جگہ عقل استعمال نہیں ہوتی ہے، رہبر بھی کوئی چیز ہے۔لیکن رہبر، عقل سے ہٹ کر کوئی چیز ہے، یہ کس نے کہا ہے؟ اللہ نے کہا ہے یا رسول اللہ نے کہا ہے یا تمہاری عقل نے کہا ہے؟ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ رہبر کوئی چیز نہیں ہے، لیکن یہاں رہبر کا مقام رسول اللہ سے بھی مافوق ہے۔رسول اللہ دو حالتوں میں سے ایک پر ہوتے تھے کبھی تو خود اپنے فیصلے سے دست بردار ہو کر لوگوں کے فیصلے پر عمل کرتے تھے تو کبھی آپ کے فیصلے کی تائید و توثیق وحی سے ہوتی تھی۔لیکن یہاں کے رہبر نہ خود اپنے کسی من مانے فیصلے سے دست بردار ہوتے ہیں اور نہ ہی وحی کے ذریعے ان کے فیصلے کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

عقلیون:

یورپ میں انحطاط کے آخری دور اور بیداری کے ابتدائی دور میں کچھ ایسے مفکرین منظر عام پر آئے جو بعد میں عقلیون کے نام سے معروف ہوئے۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم اصحاب یقین ہیں۔ان میں سرفہرست ڈیکارٹ کا نام لیتے ہیں اس نے سترہویں دوسری نصف میں سوید میں وفات پائی۔اس نے حصول یقین کے لئے خود کو پہلا شک قرار دیا۔آخر میں کہا کسی چیز کے وجود میں مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ موجود ہے۔لیکن مجھے اتنا یقین آتا ہے کہ میں تمسک کر رہا ہوں لہٰذا میں موجود ہوں اس لئے کوئی اور بھی موجود ہو سکتا ہے۔

صاحب مصادر معرفت اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں یونان میں قبل از میلاد مسیح چھ سو سال قبل رسالت آسمانی کا کوئی ذکر نہیں تھا، یہاں بت پرستوں کا راج تھا، اعتقادات کثیرہ متنوعہ متشتہ میں عوام الناس اور فلاسفہ یکساں تھے۔ فلاسفہ ان اعتقادات کے مصادر و ماخذ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، گرچہ وہ ان کو اپنے تمسخر کا نشانہ ضرور بناتے تھے، کہتے تھے یہ کہانیاں، کہاوتیں اور اساطیر اولین ہیں۔ چنانچہ سادہ انسان نے ان پر یقین کیا ہے۔ بعض کا خیال ہے یہ اعتقادات وحی اور فکری بشری سے مردود عقائد تھے، گزشتہ زمانے نے ان پر پردہ ڈالا ہے۔ سومرائی نے دیانت یونان کے بارے میں لکھا ہے یونان میں دیانت پانچ مراحل سے گزری ہے:

۱۔ دیانت سماوی

۲۔ دیانت بشری اسطوری، فلسفہ یا ممزوج بہ دیگر دیانات۔

۳۔ یہودیت

۴۔ نصرانیت

۵۔ اس کے بعد دور عقل آیا ہے اس کا آغاز ۳۹۹ سال قبل میلاد سقراط ۳۴۷ افلاطون سے ہوتا ہے۔

انہوں نے اعلیٰ درجہ معرفت، عقل کو دی، افلاطون نے سوخہ الہ کو واجب قرار دیا اور کہا یہ عقل کے بغیر ناممکن ہے۔ رفع عیسیٰ کے بعد نصرانیت ، یہود کے مظالم کا نشانہ بنی۔ اس تسلسل میں بولیس اثینا یونان میں پہنچا۔ بولیس پروردہ یہودی تھا پھر

خود مسیحی ہو گیا، پھر مسیحیت کا داعی بنا۔ کلیسا اس نے بنائے ہیں۔ موسوعۃ میسرہ عربیہ میں آیا ہے بولیس کے ۲۴۰ میں نصرانیت میں داخل ہونے کے بعد اسے ماننے والوں کی تعداد میں روز افزون اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ انقلاب صنعت برپا ہوا۔ انقلاب صنعت سے پہلے لوگ مسیحیت کو دین آسمانی، دین وحی سمجھتے اور خود کو تنہا تابع وحی گردانتے تھے۔ اس دور میں فلاسفہ یونان اس نتیجے پر پہنچے کہ دین وفلسفہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہ انسان کی استطاعت اختیار میں ہے کہ وہ فلسفہ کو انتخاب کریں یا دین کو یا دوسرے الفاظ میں عقل کی راہ کو اپنائیں یا نقل کی پیروی کریں۔

دوسرا گروہ وہ ہے جن کا کہنا ہے عقل ونقل یا عقل وحی دونوں کی برگشت اللہ ہے۔ محال ہے کہ یہ دونوں آپس میں متضاد ومتعارض ہوں۔ عقل وحی سے ہدایت رہنمائی لیتی ہے، عقل وحی کی شناخت کرتی ہے، جبکہ وحی عقل کو ضیاء وصیقل کرتی ہے۔ یہاں سے دونوں گروہوں کے راستہ الگ ہو گئے۔

انقلاب فرانس سے پہلے:

عقل کی تمجید اور عقل کی رسائی چلتی تھی، حقائق درک کرنے کا واحد ذریعہ عقل کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ عقل ودین میں تضاد کی تحریک شروع ہوئی پھر منورین فتنہ عقل میں مبتلا ہوئے اور عقل کی آراء ونظریات کے لئے عصمت کے قائل ہوئے۔ عقل کو ہر قسم کی خطاء ولغزش سے معصوم گردانے لگے، یہاں تک انہوں نے فلاسفہ مفکرین کے آراء ونظریات، غلطیوں سب پر مہر حجت، عصمت لگائی یا لوگوں کی خواہشات تمیلات اس وقت کے منورین ان غلطیوں کو احکام عقلی

اور صحیح گردانتے تھے۔ یہ ایک مسلمات عقلی ہے، یہ فتنہ عقل پرستی فلاسفہ کی آراء پر، انجماد پر جاری رہا۔ یہاں سے یورپ میں مذہب عقلی چلا، اس دور کو عقلانیت کہا گیا یا مذہب عقلانی کہا گیا۔ عقل سے فریفتہ اور آراء فلاسفہ سے وابستہ لوگوں نے کائنات کے تمام مسائل کو اور دین وغیبیات سب کو عقل پر چلایا، چاہے یہ نظریات صحیح ہوں یا غلط۔ فرانس مغربی یورپ کا ایک ملک ہے جس کا مذہب رومن کیتھولک اور دو فیصد پروٹسٹنٹ ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اختتام پر اقتصادی بدحالی نے انقلاب کی شکل اختیار کر لی۔

کشف علمی غرب نے عقائد کلیسا کو بہا دیا:

کلیسا کو بے دخل کرنے کے عکسی نتائج میں تاریخ بشری کا یہ صفحہ بہت درشت اور تابناک صفحہ ہے جس سے موافق ومخالف دونوں واقف وآگاہ ہیں، لیکن تاریخ کے اس مقطع سے ہمیں کیا دروس وعبرت ملتے ہیں، وہ ہمارے لئے اہمیت کے حامل ہیں۔ دین کا جو تصور کلیسا نے عوام کو دیا وہ جہالت پر مبنی تھا، عند التحقیق وہ علم کے سیلاب میں بہہ گیا۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو ہر جگہ نافذ العمل ہے جہاں کہیں ایسا ہو وہاں انقلاب کو روک نہیں سکتے، جہاں کہیں ایسے انقلاب کے آنے کے حالات پیدا ہوں، اس کے تلفات نقصانات متوقع ہوں تو دوسروں کو قبل از وقت سوچنا چاہیے کہیں ان کا بھی ایسا حشر نہ ہو جائے۔ انہیں اپنے دینی تصورات پر غور کرنا چاہیے کہیں ان کے پاس اللہ کا تصور کلیسا کے تصور جیسا تو نہیں ہے۔

انقلاب فرانس: [کوشف زیوف ص ۶۰]

یہودیوں کے کید و مکر کے قہرمانوں نے انقلاب فرانس کو جو وہاں کے عوام کی کوششوں سے جہاں پہنچا تھا، اسے اپنے حق میں چلانے کیلئے سوچا۔ کیونکہ فرانس کی عوام مزاجی طور پر جلدی متاثر ہونے والی عوام تھی، چنانچہ یہودیوں نے پہلے مرحلہ میں اس انقلاب کو قائم کرنے کیلئے کوشش کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ فرانس میں ۱۷۸۹ کو یہ انقلاب کامیاب ہوا تو اس کا پھل یہودیوں نے چھینا۔ یہودی ہمیشہ اقوام وملل کی زحمتوں اور بہائے گئے خون کا پھل خود وصول کرتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ باہر کے غوغا سے بہت دور رہتے ہوئے اپنے عزائم مکر وفریب کی غرض و غایت کو ہمیشہ چھپا کر رکھتے ہیں۔ یہاں بھی یہودیوں نے اس انقلاب کے لئے تین شعار بنائے۔

۱۔ آزادی ۲۔ مساوات ۳۔ برادری

ان تین اصولوں کی بنیاد رکھنے والے گروہ کا نام نورانین تھا، انہوں نے یہودی سرمایہ داروں کے عالمی سطح کے سرمایہ داروں سے بھاری بھرکم سود اس مقصد کے لئے استعمال کیے۔ نہضت علمی یورپ میں ۱۳۰۰ تا ۱۵۰۰ کے دور میں پہنچا۔ جبکہ یورپ کے علوم کے تشنہ حصول علم کے لئے اندلس جاتے تھے۔ یورپ ۱۳۰۰ تا ۱۵۰۰ تک وہاں قائم حرکت انسانوں سے وابستہ تھی یہاں تک ۱۷۰۰ میلادی میں تحقیقات علوم طبیعی شروع ہوئیں ۱۶۰۰ میلادی حرکت علمی علوم طبیعیات فیزیکی شروع ہوئی، جس کے قائد زبلستی لافوازیہ وایض فرادای تھے۔

یورپ قرون وسطیٰ سے دور علمی میں کب منتقل ہوا اس کا درست تعین کرنا مشکل ہے چونکہ جو نظریات وعقائد قرون وسطیٰ میں رائج تھے اس کا ایک کا بڑا حصہ نہضت علمی کے بعد بھی رہا ہے۔ اس کا آغاز سقوط قسطنطانیہ ۱۲۵۳ سے ہوا ہے جب قسطنطانیہ سے بہت سے علمی یونانی اپنے ساتھ مخطوطات قیمتی لے کر گئے تھے۔ یورپ میں کلیسا عقائد امور دین کے علاوہ نظام تکوینیات بھی تو راو منحرفہ کے تحت تغیر کرتے اور عقل کو پابند سلاسل کئے ہوئے تھے۔ موبقات فاحشہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم نے ان کے علماء کی مزورانہ حرکتوں کی شکایت اپنے عصر نزول میں بیان کیا تھا چنانچہ فساد دین کے علاوہ فساد کلیسا کے عمل کے خلاف ایک حرکت نہضت اصلاح دین، اصلاح کلیسا بھی نہضت علمی سے پہلے وجود میں آئی تھی۔ یہ باتیں اس صورت میں درست قرار پائیں گی جو دین انہوں نے کلیسا سے اخذ کیا ہے۔ چونکہ کلیسا نے علوم تکوینیات یا علوم کائنات کے بارے میں غلط بیانیاں کی ہیں۔ اور غلط تفاسیر کی ہیں اور ان کی جو غلطیاں ہیں انہیں دین سے منسوب کیا ہے۔ نہ جانتے ہوئے یا عملاً یہاں سے انھیں دین عقل اور علم سے متضاد نظر آیا۔

۳۔ یہود کی غلطیاں اور تحریفات وہ ہیں جو اسے اصول ادیان سے منحرف بناتی ہیں یعنی کتب آسمانی میں جو تحریفات کی گئی ہیں انہیں برداشت کرنا ہے۔

۴۔ دیگر ادیان جیسے مجوس ونصاریٰ نے ان ادیان سے غلطیوں کو چنا ہے۔

۵۔ خود بشر کی بنی ہوئی ہے۔ یعنی جتنے فرقے یہودی اور خود نصرانیوں اور

مسلمانوں کے بنے ہیں، انہیں بنیاد بنا کر کہا ہے کہ دین غلط ہے۔ جبکہ دین کا ان سے رشتہ نہیں نہ ان کی تحریفات میں حصہ ہے۔

۶۔ نصوص دین میں مفسرین کی غلطیوں کو دین کی طرف نسبت دی گئی ہے، ان کے دین کی طرف نسبت دینے کی وجہ سے کہا کہ دین عقل وعلم کے خلاف ہے۔ یہ چیزیں دین یہود ونصاریٰ میں تھیں، اسلام میں ایسا نہیں تھا لیکن دشمنان اسلام نے اسے بھی دین پر تطبیق کیا ہے۔

حریت:

ہم میں سے ہر ایک حریت یعنی آزادی کو درک کرتا ہے، ایسا کوئی نہیں جسے آزادی کی سمجھ نہیں آتی، کوئی ایسا نہیں جس میں شوق آزادی نہ ہو۔ شوق ورغبت آزادی انسان کے نفس کے ساتھ خمیر شدہ ہے، وہ ہمیشہ اسے درک کرتا ہے، آزادی کی طرف شوق رکھتا ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اجمال وابہام نہیں رہتا۔ آزادی کو انسان نے اس وقت درک کیا جب انسان طبیعت کے دامن میں پل رہا تھا۔ جہاں چاہتا چلا جاتا، وہ غذا کھا رہا تھا، صبح وشام آنا جانا آزادی کے ساتھ ہوتا تھا۔ آزادی اس کیلئے کوئی بھاری بھر کم وزن نہیں تھا، تمام مصیبتوں کے باوجود مشکلات کے باوجود آزادی کو انسان آرام سے درک کرتا تھا۔ انسان کی آزادی کو آرام سے درک کرتے ہوئے طویل عرصہ اور صدیاں گزر گئیں کسی نے اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ لیکن ان تمام وضاحت، بدایت وضرورت کے باوجود آزادی کی حقیقت اور حدود کیا ہیں، اس کا غیر غلامی سے کیسے فرق کریں؟ ہر ایک اپنے لیے دوسرے

سے آزادی چاہتا ہے، ہر ایک کی آزادی دوسرے کی آزادی سے مختلف ہے۔

کتاب ''حریت الاعتقاد فی ظل الاسلام'' تالیف تیسر خمیس عمرص ۳۱ میں لکھا ہے آزادی اقوام شرفاء کرما کی نشانی رہی ہے، اس آزادی کے سایہ میں استقرار اور امن وسکون، اطمینان کی زندگی گزارتے ہیں، ایسی آزادی کے سایہ میں انسان احساس مسولیت درک کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے اور اپنی حدود کا تعین کرتا ہے وہ اس حدود سے تجاوز نہیں کرتا، کسی کو اس حق کو چھیننے یا اس حق کو روکنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آزادی کا حقیقی تصور یہی ہے لیکن جو آزادی اس وقت ہم تک پہنچی ہے اس آزادی میں اچھی امیدیں اور مصیبتیں دونوں ساتھ ہیں۔ جس میں یہ اگر آزاد مردوں کی آواز ہے تو دوسری طرف فرصت طلبان کے کینہ پروروں کا استفادہ بھی ہے۔ یہ آزادی جہاں انسان کو سعادت سے نوازتی ہے، بعض اوقات یہی آزادی انسان کی شقاوت وبدبختی کا سبب بھی بنتی ہے ،اس پر منافق اور برے عزائم کے انسان سوار ہوتے ہیں۔

اس آزادی کے منادی بزدل لوگ ہوتے ہیں۔ جو آزادی کو بنیاد بنا کر دین کے ستون کو منہدم کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں اس آزادی سے گریز کر کے ایک ایسی آزادی کی تلاش کرنی چاہیے جو قرآن وسنت کی حدود میں ہو، اس کے سانچے میں بنی ہو لیکن ہم پہلے آزادی کے لغوی معنی کی وضاحت کرنا چاہیں گے۔ کتب لغت عربی میں آزادی کی تعریف کبھی اس کے مقابل اس کی ضد سے کی جاتی ہے یعنی غلامی کی ضد آزادی ہے۔ آزاد انسان کسی قوم کے اشراف اور افاضل کو کہتے ہیں ہر

چیز کے پرانے کو خمر الوجہ کہتے ہیں یعنی چہرہ پر نمایاں سرخی کو کہتے ہیں، حرہ کریمہ یعنی آزاد خواتین کو کہتے ہیں۔ آزاد خواتین یعنی ضد کنائز کو کہتے ہیں یہ کلمہ قرآن کریم میں سورہ آل عمران ۳۵ میں آیا ہے۔ کلمہ حُر نیک اخلاق کے لئے استعمال ہوتا تھا، شرافت مندوں کے لئے جن کا اخلاق سلوک صحیح ہو، یہ کلمہ قرآن کریم میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ جس پر کوئی حکم جاری نہ ہُوا ہو۔ الحر بالحر بقرہ ۱۷۸۔

۲۔ جو بری صفات کے حامل نہ ہوں، صفات مذمومہ نہ رکھتے ہوں، جیسے حرص طمع کنجوسی لالچ وغیرہ سے پاک ہوں۔

۳۔ حدیث میں شہوت پرست انسان کو غلاموں سے بدتر گردانا گیا ہے۔ آزادی مفہوم میں ہی اچھی ہے، قیمتی اخلاق کے حامل انسان کو آزاد انسان کہتے ہیں، وہ مرد جو خواہشات وشہوانیات کے پیچھے نہیں جاتے انہیں آزاد کہتے ہیں۔

حریت اہل یونان کے پاس:

یونانیوں کے پاس حریت کے مختلف معنی ہیں، سقراط نے حریت کو انسان کا نیک انجام، صدق کہا ہے، یہ اسیر کے مقابل میں کہا ہے۔ سقراط نے کہا ہے بہتر اچھے کام کرنے، ضبط نفس رکھنے کو آزادی کہتے ہیں۔ ارسطو نے اختیار کو، جہاں عقل وارادہ چلتا ہو آزادی کہا ہے۔ یورپی مفکرین اور فلاسفہ، حریت کے بارے میں دو مدارس اور نظریات میں تقسیم ہوئے ہیں، ایک گروہ کا کہنا ہے آزادی یعنی قدرتمند انسان جو حق تصرف رکھتا ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے جہاں عقل حاکم ہو۔ ایک

نے کہا کہ جہاں انسان کا ارادہ چلتا ہو، اس فکر کے حامل جان انگریز لوگ اور اس کے تابع دار لوگ ہیں۔

اسلام میں آزادی نفس:

آزادی نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال میں، خیر و شر میں تمیز کرتا ہے، کوئی بھی عمل وہ بنا سوچے سمجھے انجام نہیں دیتا۔

آزادی ادیان سماوی کا پھل ہے، آزادی یعنی صاحب اختیار اپنا فیصلہ خود کرتے ہیں۔ لہٰذا اصحاب کہف کو آزاد مرد کہتے ہیں سورہ کہف آیت ۱۳ لیکن جو آزادی مسلمانوں کی زندگی میں اب داخل ہو چکی ہے یہ دھوکے کے راستے سے داخل کی گئی ہے۔ یہاں تک مسلمان اس سے نفرت کرنے لگے، کیونکہ اس آزادی کے اندر برے عزائم رکھے ہوئے تھے، مسلمانوں میں وہ افراد جو مغرب زدہ تھے انہوں نے اسے مسلمانوں پر ٹھونسا ہے اور اسے قبول نہ کرنے والوں کو انہوں نے رجعت پسند کہا ہے۔

عقائد عقلاء:

۱۔ بعض عقلاء خالق متعال کے حضور میں خشوع و خضوع سے سجدہ ریز ہیں۔

۲۔ بعض عقلاء انکار و الحاد خالق متعال بجالاتے ہیں۔

۳۔ بعض عقلاء اس مبداء آفرینش کو تسلیم کرتے ہوئے بتوں کے سامنے بھی خاضع ہوتے ہیں۔ جیسے گاندھی و من موہن سنگھ وغیرہ۔

۴۔ بعض عقلاء اللہ کے سواء کائنات میں کچھ اور نہیں دیکھتے، جیسے بعض ملحدین

صوفی، ابن عربی وغیرہ۔

۵۔بعض عقلاء اپنی تمام تر بدبختی، فقر و مسکنت، سبّ و شتم اور زندان و شکنجہ کے باوجود یارب کہتے ہیں۔بعض عقلاء توحید کے ساتھ شرک کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ یہاں عقلاء عالم کے اس اختلاف کی کیا تفسیر کریں گے، اگر کریں تو وہ کس چیز سے ہوگی اور خود اس چیز کی صحت و سقم کی سند کہاں سے لیں گے؟ یہ سوالات غور طلب ہیں۔

۶۔بعض ان پڑھ عقلاء جیسے شاہ عباس صفوی، معتصم عباسی شامل ہیں جن کی مجلس میں میر داماد صدر متعالین ہوتے تھے۔

۷۔بعض عقلاء بادشاہوں کے وزیر تھے، جیسے ارسطو۔

۸۔امام رضا نے وزارت کو قبول کیا اس شرط پر کہ وہ کوئی حکومتی حکم جاری نہیں کریں گے یہ بھی آزادی کی قسم ہے۔

عقلاء ملحدین: [تکامل فی الاسلام ج ا ص ۲۱]

ایک سوال جو اذھان میں گردش کرتا ہے کہ موحدین کا کہنا ہے وجود باری تعالیٰ پر محکم متقن دلیل عقل ہے، لیکن مشاہدے میں آیا ہے بہت سے عقلاء بلکہ نوابغ عقلاء منکر اللہ ہیں۔ وہ اللہ کی بجائے اصنام کی پرستش کرتے ہیں۔بعض علماء طب و ریاضیات، منکر اللہ ہیں۔ بہت سے سطحی افکار کے حامل طلباء اور علماء بھی خرافاتی عقائد رکھتے ہیں۔

مجلّہ فکر اسلامی شمارہ ۳۔۴ صادر از قم ایران ص ۳۴۹ پر کامل ہاشمی نے کتاب

تکوین عقل العربی تالیف محمد عابد الجابری پر نقد لکھی ہے۔اس کتاب میں مؤلف نے تمام فرقہ رافضیہ کو عقل مہجور کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔انہوں نے کہا ہے رافضیہ کے فرقوں سوائے زیدیہ کے یہ کیسے کہتے ہیں کہ تمام معارف الٰہی اضطراری ہیں۔ یعنی خلق مضطر و مجبور ہے یہ تسلیم کریں۔فکر و نظر انسان کو علم کی طرف رہنمائی نہیں کرتے۔فکر و نظر سے اللہ کی عبادت و بندگی ممکن نہیں ہے۔ناقد ہاشمی نے اس مقالہ میں یہ اعتراف کیا کہ فرقہ رافضیہ اسماعیلیہ وغیرہ اتباع غنوصیہ ہے یہ درست ہے لیکن اثنا عشریہ کو بھی اس میں شامل کرنے کو نا انصافی گردانا ہے۔اگر کوئی اس میں دقت و تحقیق کرنا چاہے کہ اثنا عشری اس سے خارج ہیں جیسا کہ ہاشمی کہتا ہے لیکن وہ بھی انھی میں شامل ہیں۔انسانوں کے اندر ودیعت شدہ عقل اطفال کی تعلیم و تربیت کے لئے اللہ نے انبیاء بھیجے ہیں۔چنانچہ امیر المومنین فرماتے ہیں ''**بشر لھم وفرة فی العقول** ''اسی طرح کثیر آیات و روایات میں عقل کو ابھارنے کی دعوت دی گئی ہے۔

دوسرا مصدر عقل ہے۔گرچہ خود عقل کے مصادر کہاں ہیں؟ اس کے لیے بھی کہانیاں بنائی ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے عقل رشد فطرت کے ساتھ نکلتی ہے، محسوسات کے جمع کرد ہ تجمعات سے نکلتی ہے۔لیکن یہ تنہا پڑھائی پر متوقف نہیں، بلکہ بہت سے ان پڑھ انسان بھی عقلاء نکلے ہیں جیسے معتصم عباسی، شاہ عباس صفوی، اکبر بادشاہ، سلطان ٹیپو وغیرہ۔لہٰذا قرآن نے دور جاہلیت کے ان پڑھوں کو عقل استعمال نہ کرنے کی مذمت کی ہے۔بڑی بڑی شخصیات، دانش پرست لوگ

،علم کی پوجا کرنے والے، اعلیٰ اسناد کے حامل افراد جو نظام قرآن وسنت کو روکنے کیلئے کمر بستہ ہوئے ہیں، انہیں قرآن نے جاہلیت اولیٰ کہا ہے۔اس علم کے فروغ واشاعت کا سہرا اور برگشت انبیاء کو جاتی ہے۔

۶۔علم ودین میں تضاد کا تاریخی پس منظر

طغیان کلیسا:

ا۔طغیان دینی سلطہ مطلقہ تھے لیکن کسی قسم کے مصادر دینی سے عاری تھے۔ ان کے پاس جو کچھ دین کے نام سے تھا، وہ کانفرنسوں کی قراردادیں تھیں چاہیے عقائد ہوں یا احکامات یا معاملات ہوں۔

۲۔صرارت پایا

احتکار علم وفتویٰ اپنے لئے مخصوص تھا اور ان سے اختلاف کرنے والے علماء کو دردناک عذاب دیا جاتا تھا۔کلیسا والوں نے اپنے دین میں نئی معلومات بشری کو داخل کیا جنہیں اس وقت مسلمات سمجھا جاتا تھا۔یہی علوم بعد کی تحقیقات منظومہ میں تنافر وتضاد کا باعث بنے۔عقول میں انفجار کلیسا کے مظالم سے پیدا ہوا۔

مسیحوں کا دوسرا عقیدہ مصلوبیت مسیح ہے۔کتاب دراسات فی الادیان عبد العزیز خلف ص ۲۵۶ پر آیا ہے کہ صلیب سخت لکڑی کے دار پر لٹکانے کو کہتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا عقیدہ ہے حضرت مسیح نے تختہ دار پر ہی وفات پائی ہے لیکن وجہ مصلوبیت میں یہود اور نصاریٰ میں فرق ہے، یہود کہتے ہیں حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ کافر ہو گئے تھے لہٰذا وہ مستحق دار قرار پائے، یہودیوں کا یہ بھی عقیدہ

ہے جو تخت دار پر مرتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔ لیکن نصاریٰ کا اعتقاد ہے، کہ مسیح دار پر لٹکائے گئے، تا کہ بشر پر فداء ہو جائیں اور بشر کے گناہوں کیلئے فدا ہو جائیں۔ جو ان کے دادا آدم نے شجرہ ممنوعہ سے تناول کر کے کیا تھا جس پر اللہ ان کے فرزندوں سے ناراض و غاضب ہو گیا۔ یہاں معافی کیلئے کسی واسطے کی ضرورت تھی، اس عذاب کو چکھنے کیلئے دوسروں سے منفرد ایک مخصوص شخص ہونا چاہیے جو گناہ و خطاء سے پاک ہو۔ اور اس خصوصیت کا حامل صرف ابن اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس تخیلاتی وجود سے بشری اور خاکی وجود میں آنے کے لئے حضرت عیسیٰ پہلے شکم مریم میں پہنچے، وہاں سے متولد ہوئے اور صلیب پر چڑھ گئے۔ اس طرح سے موت آئی اور آپ نوع بشر پر قربان ہو گئے۔ بقول ان کے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں اللہ ان تمام انسانوں سے راضی ہوا جن سے اب تک ناراض تھا۔

اس کی عدالت کا تقاضا تھا انھیں عذاب دیں اور ان پر رحم کریں، اس لئے اپنے بیٹے کو بھیجا یہ عذاب غیبی صلیب پر چڑھے اور احرار موت تک چکے۔ قصہ صلیب کے حوالے سے کہتے ہیں یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو تلاش کیا تا کہ انہیں قتل کر سکیں۔ مسیح کو ڈھونڈنے میں ان کی مدد جس شخص نے کی وہ مسیح کے ساتھوں میں سے تھا جس کا نام یھودالسحر تھا۔ جمعہ کی شب نماز کے ایک طویل وقفے کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ پھر انہیں دار کیساں کے پاس لے گئے جس نے سزا سنائی تھی۔ اس کے بعد دار والی رومانی لے گئے جس نے یہودیوں کے مطالبے پر انہیں گرفتار کیا تھا۔ حضرت مسیح کو جمعہ کے دن سہ پہر کو سولی پر لٹکایا گیا اور جمعہ کی

رات کو انہوں نے وفات پائی پھر صلیب سے اتار کر قبر میں اتارا گیا یہاں تک کہ ہفتہ کا دن گزر گیا۔ اتوار کی رات تک قبر میں رہے۔ جب اتوار کے دن قبر کشائی کی گئی تو قبر کو خالی پایا۔ کہتے ہیں چالیس دن ان کے ساتھ رہے اور پھر سے آسمان کی طرف بلند ہو گئے جو انہوں نے خود دیکھا۔

طغیان وطغاۃ کلیسا:

کتاب مذاہب فکریہ ج ا ص ۵۷ قرون وسطیٰ میں یورپ انتہائی جہالت، خرافات فرسودات کے دور میں تھا۔ قوموں کی جہالت وفرسودگی، خرافاتی زندگی کا سہرا حاکم وقت پر عائد ہوتا ہے۔ اس وقت یورپ پر حاکم کلیسا تھا جس نے اپنے لئے غیر محدود اختیارات گھڑ رکھے تھے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ پوپ اور کلیسا کے افکار ونظریات پر اظہار نظر کر سکے۔ ان کے نزدیک حق وہی ہے جو پوپ و کلیسا کہے، باطل وہی ہے جسے پوپ وکلیسا باطل قرار دے، حلال وہی ہے جسے پوپ وکلیسا حلال قرار دیں حرام وہی ہے جسے پوپ وکلیسا کہیں۔ شقی و بدبخت بدقسمت اور جہنمی وہ انسان ہے چاہے امور دینی ہو یا دنیوی جو ان کے مقررہ دائرے سے خروج کرے، وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ کلیسا نے اس وقت اپنی طغیانی وسرکشی کے نفاذ کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات ترتیب دیئے تھے:

ا۔ کلیسا کے مخالفین کو قعر طبقہ کے نام سے یاد کریں۔ اس سے مراد یہ تھی کہ یہ شخص فاسق و فاجر اور دین سے خارج ہونے کے علاوہ دردناک عذاب وسزا کا مستحق بھی ہے۔ اس لقب کے بعد اس کی جان، خون مال بہانا مباح ہو جاتا۔ اس

طرح کلیسا لوگوں کے جان و مال، ناموس حتی کہ حکومت سلاطین پر مسلط ہو گئے۔
ان کا یہ ماننا تھا کہ کلیسا ان پر راضی ہے جب تک کلیسا راضی نہ ہو اللہ کوئی چیز لوگوں کو نہیں دے سکتا، اللہ کا ارادہ کلیسا کی رضا پر موقوف ہے۔اس کے تحت انہوں نے ہر چیز کو کلیسا سے مربوط کر دیا چاہے وہ دنیاوی امور ہوں یا دینی۔

۲۔لوگوں کو علماء کلیسا کی ہر حوالے سے آنکھ بند کر کے اطاعت کرنے کا حکم تھا۔لوگ آنکھ بند کر کے خاضعانہ، خاشعانہ بغیر کسی اعتراض وسوال کے کلیسا کی اطاعت کرنے پر مجبور تھے۔

۳۔لوگ خود اللہ تک نہیں پہنچ سکتے بغیر کسی واسطہ کے، یعنی علماء کلیسا ہی لوگوں اور اللہ کے درمیان رابطہ ہیں۔

۴۔کسی بھی شخص کو چاہے وہ کتنا ہی ذہین وفطین اور ہونہار کیوں نہ ہو، حق تفسیر کتاب مقدس نہیں، یہ حق خاص علماء کلیسا کا ہے۔

۵۔مراسم عبادت میں کوئی بھی شخص جہاں کہیں جرم و جنایت گناہ کا ارتکاب کرے تو توبہ کرے۔ وہ توبہ تنہائی میں نہیں کرسکتا اسے چاہیے کہ وہ پادری کے سامنے جا کر اعتراف گناہ کرے، پادری ہی اپنے ہاتھ سے اس کے گناہ مٹائے گا۔

۶۔ایجاد صکوک غفران، یعنی گناہ گار انسان اپنی آخرت کی مغفرت کے لئے غفران نامہ کلیسا سے حاصل کریں۔اس طرح انہوں نے لوگوں کا مال چھیننا شروع کیا۔اس طرح امور دینی و دنیوی یا فکری سوچ سب کلیسا کے لئے مختص کی گئی تھی۔اگر کوئی دین و دنیا کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا تو اپنی جائداد کا کچھ حصہ

بطور تحفہ یا نقد مال کلیسا کو دینا پڑتا تھا گناہ گار انسان صکوک غفران خریدے گا اور اس کے لئے واسطہ کلیسا کو بنائے گا۔ اللہ تک رسائی ممکن نہیں جب تک علماء کلیسا کو واسطہ نہ بنائیں۔

۷۔ لوگوں پر ایک ایسا نظام مسلط کیا گیا تھا کہ جس کے تحت جن لوگوں کے پاس زمین نہیں تھی وہ کلیسا کی زمین میں بغیر اجرت کے کام کرتے۔ اگر اپنی زمین ہوتی تو اس کی آمدنی کا دسواں حصہ کلیسا کو دینا ہوتا تھا۔

۸۔ علماء کلیسا معاشرے میں اٹھنے والے ہر قسم کے فکر و نظریات پر سختی سے نظر رکھتے تھے۔ کسی کو کسی قسم کی کائنات کے بارے میں یا خلقت انسان کے بارے میں یا تاریخ کے بارے میں تحقیق کرنے کی اجازت نہیں تھی اور کسی کا یہ عمل کتاب مقدس کے خلاف بغاوت تصور ہوتا تھا۔ ہر قسم کی تحقیق کتاب مقدس کے خلاف بغاوت تصور ہوتی تھی۔ ایسا انسان مستحق قہر و عذاب قرار پاتا تھا۔

۹۔ کلیسا نے اپنے طور پر علم طب اور کونیات کے بارے میں اپنے خاص نظریات پیش کئے تھے اور پھر ان نظریات کو قدسیت بخشی تھی۔ ان کی مخالفت کو جرم گردانا گیا تھا۔ اگر اس کے بعد بھی کسی نے مخفی چھپ کر تحقیق کی تو وہ کافر و ملحد ہوگا، اسکا خون مباح ہوگا۔ اس طرح پاپ اور علمائے کلیسا اپنے علاقے کے سب سے بڑے جاگیردار بنتے گئے، صاحب عیش و نوش و اسراف بنے اور فسق و فجور کے مرتکب ہوئے، حتیٰ کہ ان کے مقابلے میں بادشاہان تک ذلیل و خوار تھے۔ جب ان حالات سے اصحاب فکر و نظر تنگ آ گئے تو انہوں نے آہستہ آہستہ بغاوت شروع

کی، یہاں اللہ نے ظالمین کو ظالمین سے لڑوایا ہے، کیونکہ یہ سنت کونیہ ہے۔ یہاں تک کہ خود کلیسا کا متوسط طبقہ یا نیچے والے بھی ان کے ظلم و جور سے تنگ آ گئے تھے۔

کلیسا اور علم:

کتاب الکون و الارض تالیف اباعبدالمجید محرابی ص ۲۵ میں اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ اس وقت کلیسا لوگوں کی عقلوں پر مسلط تھا، ہر قسم کے علم و معرفت اور تحقیق کے مظاہروں پر پابندیاں تھیں، جو نصوص کتاب مقدس سے اختلاف رکھتے تھے۔ جب یورپ میں انقلاب علمی آیا تو اس وقت کے کلیسا نے بہت سے علماء کو سخت عذاب و تہدید کا نشانہ بنایا، بہت سوں کو موت کی سزا دی، بہت سوں کو جلایا۔ اس وقت کے عالم محقق و مبتکر علم جدید خاص کر علم فلکیات اور ریاضی کے مبتکر تھے، وہ ابطالیا سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۵۶۴۔۱۶۴۲ کے دور میں انہوں نے ایک کتاب عالم ملکی کوپرنیکس جو ۱۴۷۳۔۱۵۴۳ کے دور میں تھے، تائید کیا تھا۔ کوپرنیکس نے ''سورج مرکز ہے اور زمین اس کے گرد گردش کرتی ہے'' اس نظریہ کو مسترد کیا کیونکہ بطلیوس یونانی کہتے تھے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا اور انہیں سزائے موت سنائی گئی۔ کلیسا کی اس سختی اور کینے کی وجہ سے کوپرنیکس کو اپنے نظریے سے رجوع کرنا پڑا۔ ان تمام سختیوں اور جاہلانہ روشوں کے باعث یورپ میں الحاد نے جنم لیا۔ تاہم بعد میں بیسویں صدی میں اس الحاد کا سہرا قہقری کو جاتا ہے۔

نصرانیت: [موسوعۃ میسرہ فی الادیان والمذاہب والاحزاب معاصرہ ج ۲ ص ۵۶۴]

دین نصاریٰ وہ دین ہے جو اللہ نے حضرت عیسیٰ پر نازل کیا ہے، یہ دین تکمیل وتتمیم تہذیب شریعت تورات تھا۔اس میں توحید فضیلت تسامح کی دعوت دی گئی ہے ۔لیکن اس دین کو یہودیوں کی طرف سے شدید مزاحمت و مقاومت کا سامنا ہوا اور جلد ہی وہ اپنے اصولوں سے منحرف ہوئے اور اصول کھونے کے بعد یہودی تحریفی ہاتھ ان کی طرف بڑھے اور رفتہ رفتہ یہ اپنے مبانی اصول نصرانیت سے دور ہوتے گئے اور بت پرستی سے آلودہ ہوتے ہوئے شرک اور لغزو معمیٰ گوئی اس میں شامل ہوگئی۔ دین نصرانیت اپنی طویل تاریخ میں بہت سے مراحل وادوار سے گزرا ہے، یہ دین اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے دین سے نکل کر دین خرافاتی میں تبدیل ہوگیا۔اس کو منحرف کرنے میں یہودیوں اور مشرکین کا کردار ہے۔اس کے پہلے انحرافی دور کو مورخین کلیسا نے عصر رسولی کہا ہے، یہاں سے دور انحراف کا آغاز ہوا۔حضرت عیسیٰ کے رفع کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں کو شدید اذیت وآزار تکالیف پہنچیں جس میں آپ کے حواریوں میں سے یعقوب بن ضبدی کو قتل کیا گیا، پطرس کو زندان کیا اور باقی مبلغین کو تعذیب کا نشانہ بنایا گیا اور ایک عجیب فتنہ اتباع مسیح والوں پر گزر گیا، یہاں تک یہ دعوت صفحہ ہستی سے مٹنے کی طرف چلی۔اس دور پر آشوب میں شاول ترسوسی یہودی فریسی جو اپنے دور کا بہت بڑا پائے کا مفکر سمجھا جاتا تھا اور علماء یہود میں شمار ہوتا تھا، اس نے اعلان کیا کہ مسیحی

جہاں جہاں ملیں، انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔اس کو بعد میں بولیس کہا گیا ہے۔ یہاں سے حواریین دیگر علاقوں میں منتشر ہوئے۔

مسیحیت: [کتاب قیم حضاریہ فی القرآن الکریم تالیف ڈاکٹر توفیق محمد سبع ص ۱۴]

مسیحیت یہودیت کی نقص وکمی کو پورا کرنے کیلئے آئی تھی۔اُن کا مدعا ان کی خشکی میں رطوبت ڈالنا تھا۔مسیحیت کی باتیں خوشگوار تھیں۔ابتداء میں رہبانیت وجدان رقیق یا رقت قلبی، نرم دلی کا نمونہ اور صاف شعور کا مظہر تھی۔لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ رہبانیت اس صفت سے نکل گئی۔اب وہ قصہ دور غلیظ تند انسان بن گئی اور حیاتی زندگی سے نکل کر دیر کنائس میں چلی گئی۔وہاں خشک زندگی گزاری قسوت و انف وقساوت کی زندگی گزاری یہاں تک کہ راہبان نے لباس پہننا چھوڑ دیا تھا، وہ اپنے لمبے بالوں سے اپنے جسم کو ڈھانپتے اور مثل حیوان ہاتھوں سے چلتے تھے۔ اکثر بیشتر درندوں کی غاروں یا کنوئیں، قبرستانوں میں زندگی گزارتے تھے۔ان کا کھانا سبزی اور حشیش تھا۔

وہ نظافت وطہارت کو روح کے خلاف سمجھتے اور اپنے اعضاء کو دھونا گناہ سمجھتے تھے۔سب سے زاہد اس انسان کو سمجھتے جو طہارت سے دور ہو نجاست میں غرق ہو، گندگی میں زیادہ غرق ہو، وہ ان کے نزدیک زیادہ عابد ہوتا تھا۔راہب بازاروں میں گشت کرتے رہتے تھے، وہ ماؤں کی گود سے بچوں کو اغواء کرتے تاکہ انہیں رہبانیت اور گندی زندگی کی تربیت دیں، نفس کو دبانے کی تربیت دیں اس سلسلے میں ہر قسم کی سختی وشدت کو اپناتے تھے۔عورتوں کو رجز ونجس سمجھتے تھے، عورتوں سے

دوری اور فرار اختیار کرتے حتیٰ کہ ان سے بات کرنا اعمال کو حبط کرنے کے برابر سمجھتے تھے۔ ان حالات کے بارے میں ذرا آپ سوچیں کہ یورپ اس وقت کس حال میں تھا۔ ویلس کہتا ہے یورپ پر پانچویں صدی سے دسویں میلادی تک کا دور تاریک رات کا دور ہے، ان راتوں میں ان کی تاریکی ہر آئے دن بڑھتی تھی ہر ایک دن سیاہ کارنامے لے کر نکلتا تھا۔ اس وقت کی زندگی ایک وحشیانہ زندگی تھی یعنی بد امنی وھولعب کی زندگی بلکہ قدیم دور کی زندگی سے بھی بدتر تھی۔

[کتاب اخطار الغزوی الفکری ص ۳۹] یورپ قرون وسطیٰ کی ظالمانہ، وحشیانہ، تاریکانہ عقول کی پابند سلاسل کے دور سے گزر کر نہضت علمی کے دور میں داخل ہوا۔ ایک طویل عرصہ جنگ وجدال کے بعد کلیسا کا مستبدانہ، آمرانہ، جابرانہ حکمرانہ اور عامہ وخاصہ کا دور ختم ہوا جو علماء امراء کے علاوہ بادشاہان پر بھی جابرانہ حکومت کرتا تھا کلیسا کی تعذیبی تازیانہ تنہا کلیسا کی مخالفت پر نہیں بلکہ یہ اظہار رائے کرنے پر کلیسا کے پوپ نے چوتھے بادشاہ کی تذلیل کرتے ہوئے توبہ کرنے پر مجبور کیا بادشاہ کو توبہ کرنے کے لئے پاپ کے دروازے پر جانا پڑا۔ برف میں ننگے پاؤں کلیسا کے باہر حالت غفران کے لئے انتظار کرنا پڑا، کتنے ہی علماء مبتکرین، علم کیمیا، فزکس کو تعذیب کا نشانہ بنایا گیا۔

اس دور میں تمدن کے راستے مٹ چکے تھے، زوال اور نابودی ان کے دہانے پر آچکا تھا، خراب و بربادی ان کے سامنے تھی۔ کلیسا بہت بدترین حالات میں منحرف ہو چکا تھا۔ کلیسا نے کہانت کو اپنی معرفت کے لئے مختص کیا، قہار رہاب تشدد

کو علماء پر رواج دیا، علماء کو اپنے ملک سے بدر کیا مار پیٹ کی، انہیں قتل کیا انہیں سزائیں دینے کیلئے عدالتیں قائم کیں۔ آزادی رائے کو ان سے چھینا۔ اصول معارف رجعیت کو اپنایا جو کسی اور دین و مذہب میں نہیں تھا، یہاں سے علم و دین میں دشمنی کا آغاز شروع ہوا۔

[دراست مقارنہ تالیف مصطفیٰ حلمی ص ۱۶۴]

جس طرح دین یہود دین سماوی الٰہی سے نکل کر خالص سیاسی مذہب بن گیا تھا، نصرانیت بھی اس فارمولے سے یا اس خود ساختہ رحم شقاوت مساوات اخلاق کی آستین سے نکل گیا اور اس نے پورے عالم اسلام کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ ہم یہاں نصرانیوں کے اسلام پر مسلسل حملوں اور جنایات کا ذکر کریں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس پورے ادوار میں نصرانیت نے اسلام کو تباہ کرنے کیلئے کیا کردار ادا کیا ہے۔

ادیان گذشتہ اور ان کے مصادر

دین یہود و نصاریٰ کے مشترک مصدر کو کتاب مقدس کہتے ہیں، کتاب مقدس کے بارے میں علامہ قرضاوی فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی شناخت قرآن کریم میں اس طرح کی گئی ہے:

۱۔ کفران نعمت والے

۲۔ اقرار کے بعد مکر جانے والے۔

۳۔ شریعت میں حیلہ بہانہ تراشی کرنے والے۔

۴۔ یہودی اپنے علاوہ کسی اور دین وملت کو نہیں مانتے۔

مصادر دینی نصاریٰ

مسیحی اپنی کتاب دینی کو کتاب مقدس کہتے ہیں۔ کتاب درسات فی الادیان تالیف خلوص ۱۳۴ میں آیا ہے کتاب مقدس دو عہد پر مشتمل ہے ایک عہد قدیم ہے اس سے مراد تورات اور اس کے ملحقات کہتے ہیں اور دوسرا عہد جدید ہے یہ ۲۷ کتابوں پر مشتمل ہے جس میں سرفہرست انجیل متی، مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا ہیں، اصل انجیل وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں سورہ مائدہ ۴۶ میں آیا ہے جس کی طرف حضرت عیسیٰ نے دعوت دی لیکن یہ انجیل اب مفقود ہے، ان کے درمیان میں نہیں ہے۔ وہ ان چار اناجیل میں شامل نہیں ہے۔

علماء نصاریٰ ان اناجیل کی اسناد تسلسل دینے سے قاصر ہیں، جب ان کی اسناد حوارین سے دینے سے قاصر ہو جائیں گے تو یہ محفوظ ومحصون نہیں ہوسکتی۔ طبیعت بشری کے تحت گزشتہ زمانے سے ہی یہ نسیان یا اغراض دیگر کا شکار ہوئی ہیں جبکہ مسلمانوں کے دین کی کتاب قرآن اور سنت ہے۔ قرآن اپنی جگہ خود متمدی ہے جہاں تک سنت پیغمبر کی بات ہے وہ گرچہ آمیزش غیر نسبت سے محفوظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے تاہم آغاز سے آج دن تک مسلمانوں کے پاس مخرج صحیح از غلط کا قانون موجود ہے جیسے صحیح اور سقم کی اصطلاحاتہیں۔ یورپ میں صنعتی انقلاب سے پہلے بہت سے ملاسفرادیان نظریات نکلے جنہوں نے اپنے سامنے نظر میں آنے والی ہر چیز کی تفسیر وتحلیل کرنا شروع کی۔ خود انسان، حیوانات، تاریخ، نظام زندگی اور ان

میں سرفہرست ادیان جوان پر حاکم تھے چونکہ کلیسا اور اس کے ارباب پہلے سے علم و فلسفہ کے خلاف یا ان کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے متعلق افکار ونظریات سب کو ضد علم قرار دیا۔ اس کی دلیل میں انہوں نے کہا ہر وہ چیز جو حس کے تجربہ میں نہیں آتی وہ باطل ہے۔ یہاں سے بحث چھڑی کہ حقائق جاننے کے کتنے مصادر ہیں اور ان میں سے اہم مرکزی مصدر کہاں سے شروع ہوتے ہیں؟ یہاں سے انہوں نے دین کو ضد علم قرار دیا۔

موجود اناجیل:

کتاب درسات فی الادیان تالیف دکتور عبدالعزیز خلف ص ۱۳۸ میں آیا ہے موجود اناجیل میں تاریخ و سیرت مسیح کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ان اناجیل میں ولادت مسیح پھر ان کی سفری دعوتیں، مواعظ ونصیحت خطب ومعجزات کا ذکر ہے، پھر خود مسیحیوں کے زعم کے مطابق دار سے ایمان کی طرف صعود بلندی کا ذکر ہے۔ ان اناجیل کے مضامین کا تذکرہ دو چیزوں پر مشتمل ہے:

۱۔ دعوت توبہ وانابہ وعمل بشریعت موسیٰ۔

۲۔ تبشرہ وقرب قیامت مملکت اللہ ہے جس میں عدل ومساوات کے قیام کا ذکر ہے۔

کتاب مقدس:

یوسف القرضاوی اپنی کتاب کیف نتعامل مع القرآن العظیم ص ۲۹ پر لکھتے ہیں علماء غرب کی تورات یا کتب عہد قدیم کے بارے میں تحقیق یہاں تک پہنچی کہ

کتاب تورات میں تحریف ہو چکی ہے، اس کتاب میں موجود نصوص کی حضرت موسیٰ کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی ۔ یہاں تک کہ فیلسوف اسینوزا یہودی نے آزاد خیال عہد قدیم پر شدید تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے اس کتاب کی انبیاء کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی ۔ خاص کر موجودہ تورات تو حضرت موسیٰ کی وفات کے کئی سو سال بعد لکھی گئی ہے ۔ بعض مغربی علماء متفکرین نے فتویٰ دیا اور مطالبہ کیا ہے کہ اس کتاب مقدس کو مدارس سے ہٹایا جائے ، خاص کر عہد قدیم کے نسخہ کو کیونکہ اس میں ایسے مواد موجود ہیں جو امور زندگی اور آداب زندگی کے منافی ہیں ۔ لیکن انجیل جو عیسیٰ پر نازل ہوئی وہ تو حضرت عیسیٰ کے رفع کے تھوڑے عرصے کے بعد ناپید ہوگئی تھی ، اس کے کوئی آثار کہیں بھی نظر نہیں آتے ۔ جو کچھ اناجیل کے نام سے اس وقت موجود ہے وہ انہی افراد سے منسوب ہے جن کی تعداد چار بتائی جاتی ہے ۔ جو متی ، مرقس ، لوقا اور یوحنا یہ چار اناجیل سے چنا گیا مواد ہے ۔ اس کا پڑھنا حرام اور تلف کرنا واجب ہے ، ان اناجیل کی تاریخ تالیف میں اختلاف ہے ۔ جس طرح جس لغت میں یہ تالیف ہوئیں اس میں بھی اختلاف ہے پھر آخر اسے کس زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے ؟ ان اناجیل کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو شک ہے کہ کیا یہ نسبت جن افراد کی طرف دی جاتی ہے درست ہے یا نہیں ۔ شیخ رشید رضا نے مجلّہ المنار میں لکھا یہ چار اناجیل جس پر نصاریٰ اعتماد کرتے ہیں یہ رفع عیسیٰ کے تین صدی بعد منظر عام پر آئی ہیں ۔ عبد الوحد داؤد نے لکھا ہے یہ میلاد مسیح کی چوتھی صدی سے پہلے معروف نہیں تھیں ۔

لیکن مسلمانوں کی کتاب قرآن پر اپنی نصوص آیات کے علاوہ ملت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے یہ کتاب ہر قسم کی تحریف زیادتی اور نقائص سے پاک کتاب ہے۔ چنانچہ راقم نے اپنی کتاب ''اٹھو قرآن سے دفاع کرو'' میں علماء اسلام کے اقوال و نظریات بیان کیئے ہیں۔البتہ اس حقیقت کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں کہ فرق و مذاہب کے علماء نے اس کتاب کو آئین حیات قرار دینے اور سوچنے و سمجھنے کی کاوش سے باز رکھنے کے لئے مذموم ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں جس کی جھلک، تفسیر تراجم اور حاشیوں میں نظر آتی ہے۔ترجمہ اور تفسیر میں دست خیانت، تغیر و تبدیل سے ایسی کہانیاں بنائی گئی ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف فرقوں کو قبول نہیں ہیں۔

مذاہب و فرق نصاریٰ:

تعذیب و تذلیل اور تحقیر و قتل کے نتیجہ میں مسیحیوں نے رہبانیت اور دہریت کو اپنے لئے ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔یہیں سے رہبانیت مسیحیت کا جزء دین بن گئی۔جس طرح بہت سی چیزیں جو فرقوں کی ایجاد کردہ ہیں لیکن مسلمان انہیں جزو دین میں شمار کرتے ہیں، ایسے ہی بعض چیزیں مذہب نصرانیت کا بعد میں جزء بن گئیں۔کتب فرق و ادیان میں مسیحیوں کے انتشار و افتراق کو ۳۲۵ میلادی سے قبل بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب دراسات فی الادیان تالیف دکتور سعود بن عبد العزیز الخلف اپنی کتاب کے ۲۱۲ پر لکھتے ہیں ۳۲۵ میں حالیہ ترکی کے شہر نیقہ جسے ازنیق بھی کہتے ہیں، ۳۱۳ کو امپراطور قسطنطین نے نصاریٰ کے لئے آزادی اظہار عقائد کا اعلان کیا۔جس کے نتیجے میں روم میں ہر آئے دن ایک نئے عقیدے نے جنم

لیا۔فرقہ دین سوز ہوتا ہے فرقے دین سے قریب نہیں بلکہ دین سے دور کھڑا کرتے ہیں۔ کیونکہ فرقوں کی نیت کو چاہے آپ اسے حسن نیت پر منطبق کریں یا میلا د پرستی کہیں بہرحال فرقوں کے عزائم حکومتوں کے اشتراک عمل سے کفر و الحاد پر مبنی ہو تے ہیں۔فرقوں میں تشدد ان میں دلیل و برہان کے فقدان کی وجہ سے ہوتا ہے۔وہ ہمیشہ تشدد کو دلیل کے بدلے میں استعمال کرتے ہیں۔ہم نے سنہ ۲۰۰۰ سے پہلے کے سالوں میں دیکھا کہ ایک فرقے نے کتنی تنظیمیں بنائیں، حکومتوں کا منشور مفادات کی تقسیم ہوتی ہے، اسی سے فرقے بنتے ہیں۔اس تقسیم میں حکومتوں کی بقاء ہوتی ہے۔ دین سے جنگ فرقوں اور حکومتوں کے اشتراک سے لڑی جاتی ہے۔ دین انسانوں کی سرشت کا خمیر ہوتا ہے، اس لئے کبھی دب تو جاتا ہے لیکن ختم نہیں ہوتا۔دوسری طرف حکومتوں کی کمزوری عوام کی نیازمندی ہے۔لہٰذا تاریخ میں بارہا حکومتوں کو دین دار عوام نے جھکنے پر مجبور کیا ہے۔

فرقے جب مظالم دیکھتے ہیں تو دین کی طرف برگشت کرتے ہیں، متحد ہوجاتے ہیں لیکن جب آزادی ملتی ہے تو سب اس کاروبار کو دوبارہ شروع کرتے ہیں، ہر گلی کوچے میں تنظیم بناتے ہیں۔لہٰذا ہمیشہ یاد رکھیں کہ اہل دین کیلئے سختی کے ادوار کبھی بھی آزادی کے ادوار سے اچھے نہیں رہے۔آزادی کے ادوار میں انسان بے لگام ہوتا ہے۔آزادی کے ادوار میں سارا کچرا دین پر پھینکتے ہیں، چنانچہ نصاریٰ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ جب بادشاہان روم نے انہیں اپنے مظالم کا نشانہ بنایا تو یہ روپوش ہوگئے لیکن جونہی آزادی ملی یہ دوبارہ سرگرم ہوگئے۔ چنانچہ انہوں نے

نئے سرے سے عقائد گھڑنے شروع کئے البتہ وہ عقائد بھی شرک رومی سے آمیزش والی مسیحیت پر مبنی تھے۔ چنانچہ اس وقت نصاریٰ میں کلیسا سکندریہ کی طرف سے الوہیت مسیح کا اعلان ہوا اس کا حامی گروہ بولیسی کے نظریہ پر تھا۔ جبکہ اسقف لیلین اربوس بھی اسکندریہ اسقف تھے۔ یہ بڑے پائے کے عالم متجر واعظ دل پذیر اور مثقف ومفسر کتب عہدین تھے۔ اس نے سابق الذکر عقیدہ کے برعکس کہا اللہ واحد ازلی ہستی ہے جبکہ ابن نہ ازلی ہے اور نہ ابدی ہے بلکہ یہ ابن مولود از عدم ہے جس طرح دیگر خلائق نکلی ہیں۔ اربوس کے اس عقیدے میں بعض دیگر اساقف نے ساتھ دیا جن میں اسقف نیوقومیدیہ مسیحی اوسابیوس سرفہرست تھے۔ جب امپراطور قسطنین نے یہ صورت حال دیکھی کہ نصاریٰ دوبارہ اختلاف وانتشار کا شکار ہورہے ہیں اور یہ ان کی حکومت کے لئے خطرے کا سبب بن سکتا ہے تو اس وقت اسقف اسکندریہ لکندروس نہ رومی امپراطور کو ایک اجتماع اساقف کرنے کی دعوت دی۔ جس میں اسقف اریونس کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا چنانچہ مجمع نے اربوسی کو اسقف کے منصب سے برطرف کرنے کا کہا۔ اسقف اربوس سکندریہ کے عقائد درج ذیل تھے:

۱۔ مسیح اوران کی ماں مریم دونوں اللہ ہیں۔

۲۔ مسیح اپنے آپ سے اس طرح منتقل ہوگئے جس طرح آگ سے شعلے نکلتے ہیں، اس انفصال سے اس آگ میں نقص نہیں آتا۔

۳۔ مسیح شکم مریم میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ پانی میزاب سے گزرنے کی

حد تک رہے۔

۴۔ یہ تینوں اللہ ہیں، صالح، طالح اور درمیان والا معتدل ہے۔

۵۔ صرف مسیح اللہ ہے۔

قرارداد کی صورت میں مندرجہ ذیل اعتقاد کا اعلان کیا گیا جو ص ۲۷۵ حاشیہ میں ملاحظہ کریں۔ پھر لکھا کہ اللہ بشری جسد کی صورت میں انسانوں کی نجات کے لئے ظاہر ہوا ہے پھر مرنے کے بعد آسمان پر عروج کیا۔ نیز اریوس کو مردود وملعون قرار دینے اور اس کی کتابوں کو جلانے کا اعلان کیا گیا۔

مجمع قسطنطنیہ ۳۸۱م امپراطور تیودسیوس نے ۳۸۱ میں ایک اجتماع اساقف کی دعوت دی گئی جس میں کلیساوں میں جاری مختلف عقائد کا جائزہ لینا تھا۔ ان عقائد میں سے ایک مقدونیوس کا عقیدہ تھا جس کا کہنا تھا روح القدس مخلوق ہے الہ نہیں، دوسری دعوت مابیلوس کی تھی جو سرے سے منکر اقالیم ثلاثہ تھا، تیسرا ابولیناربوس، یہ شام اور لاذتیہ کے اطراف کے اسقف تھے۔ انہوں نے مسیح میں کسی قسم کی بشریت ہونے سے انکار کیا۔ اس مجتمع میں ۱۵۰ اسقف نے شرکت کی، اس مجمع کے اختتام پر یہ اعلانیہ جاری ہوا کہ روح القدس ہی اللہ ہے، اس کے مخالفین کو ملعون ومردود قرار دیا جائے۔ یہ کانفرنس خود امپراطور کی طرف سے منعقد ہوئی تھی جس میں مسیح کی الوہیت ہی کا اعلان ہوا۔

مجمع خلیفہ رومیہ ۴۵۱م ص ۲۱۹ اس مجمع میں حضرت مسیح کی حیثیت کو موضوع بحث قرار دیا گیا چنانچہ اس کے اختتام پر یہ قرارداد پیش کی گئی کہ مسیح کی دو حیثیت

ہیں جن میں ایک الہیہ و بشریہ، اختلاط و بلا تحول و بلا انقسا و انفصال ہے۔ اس قرار داد کا داعی اسقف غربی ہے جس نے اس کے مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو ملعون و مطعون قرار دیا، اس کی اس قرارداد میں کنائش شرقی نے مخالفت کی، وہ لوگ اپنی مجمع انس پر قائم رہے۔

دین نصاریٰ ضد علم و تحقیق

دین نصاریٰ یہودیوں کی ایجاد کردہ بدعات و خرافات، الحاد و شرک کے بدلے توحید و تجدید شریعت تورات کے باوجود مطعون و معتوب علماء و مفکرین قرار پایا ہے اور کلیسا کو ایک کونے پر لگایا ہے۔ اس مدعی کی وضاحت اور ثبوت کیلئے ہمیں پہلے مرحلے میں دین نصرانیت کے پس منظر کو پڑھنا ہوگا۔ دراسات فی الادیان الیہودیہ تالیف عبد العزیز الخلف ص ۱۸۹ پر آیا ہے حضرت مسیح ایک صاف ستھرا پاک و پاکیزہ اور کفر و شرک، انحرافات کی آلودگیوں سے پاک دین لائے تھے جس میں کسی قسم کا ابہام و اجمال نہیں پایا جاتا تھا لیکن گزشتہ زمانے میں مسیحیوں نے دین مسیح کو منحرف اور شرک سے آلودہ کیا جو مسیح اور اس کے حواریان کے بعد داخل کیا گیا۔ یہ عمل حضرت مسیح کے رفع کے پانچ سو سال کے بعد سے شروع ہوا۔ مسیحیوں کے بنیادی عقائد یہ ہیں:

تثلیث۔ صلب و فدا۔ محاسبہ الناس

تثلیث سے مراد الہ واحد ابن روح القدس، یعنی اب ابن روح القدس مل کر لاہوت ہے یعنی جوہر میں واحد اور قدرت میں متساوی ہے اب بعض مخصوص اعمال

ہیں اور بعض مخصوص ابن اور بعض مخصوص بہ روح القدس ہیں۔لیکن علماء قیس نصاریٰ کہتے ہیں ثالوث ایک سر ہے جس کا سمجھنا اور درک کرنا مشکل ہے۔اس تثلیث کو وہ اقنوم ثلاثہ بھی کہتے ہیں لیکن اس سے مراد جوہر ذات ہے۔نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اب ابن سے متحد ہو گیا یعنی اس نے جسد خاکی پہن لیا ہے۔

[کتاب قاموس ادیان تالیف حسین احمد]

۱۔مسیحین الوہیت واحد اقنوم سہ گانہ اب ابن روح قدس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ایمان بہ آخرت رکھتے ہیں۔

۳۔ایمان بہ صلیب رکھتے ہیں،اب صلیب شعار مسیحی ہے۔

۴۔خنزیر کا گوشت حلال سمجھتے ہیں۔

۵۔مسیحیت مسلمانوں میں اس طرح نفوذ وسرایت کر چکی ہے جس طرح نصرانیت میں یہودی افکار ونظریات سرایت کر چکے ہیں۔انہوں نے اس دین کو اس کے صحیح عقائد سے منحرف کر کے شرک کے تالاب میں پھینکا ہے۔اسی طرح نصرانیت نے مسلمانوں میں داخل ہوکر دین اسلام کی مسیحیت سے آمیزش کی ہے۔دین اسلام کو مسیحیت سے آمیزش کرنے کی مہم چلانے والے یا اس کا بانی جیسا کہ کتب فرق و مذاہب ادیان میں آیا ہے وہ فرقہ نصیری کا بانی ہے،جس نے مسیحیت سے اسلام کو آمیزش کیا ہے۔یعنی محمد بن نصیر بصری سے منسوب ہے۔کتاب قاموس ادیان ص ۲۱۲ پر آیا ہے اس نے پہلے دعویٰ باب امام کیا،بعد میں خود

دعویٰ نبوت، بعد میں الوہیت کا قائل ہوا۔ اس کے عقائد میں سے ہے کہ علی اللہ ہے، علی کی سکونت چاند میں ہے، علی نے محمد کو خلق کیا ہے، محمد نے سلمان فارسی کو خلق کیا ہے، پھر سلمان فارسی نے ائمہ خمسہ کو خلق کیا ہے یعنی مقداد کندی، ابوذر غفاری، عبداللہ بن رواحہ، مقداد کندی رب الناس خلق الناس موکل با الرعود ہے۔ ابوذر غفاری موکل سیارات و کواکب ہے۔ عبداللہ بن رواحہ موکل سر پاج ہے۔ وقبض ارواح بشر عثمان بن مطعون ہے۔ موکل امراض انسان ہے۔ قنبر بن کاوان نفخ روح در اجسام تعظیم خمر یہ ان کے پاس نور ہے واضح رہے کہ یہ ابوبکر، عمر، عثمان کے کفر کا معتقد تھا۔ اس کے بعد میں آنے والوں نے جس طرح یہودیوں نے انقلاب فرانس پر ڈاکہ ڈال کر اسے اپنے قبضے لیا تھا، اسی طرح نصیریوں نے قیام امام حسین پر ڈاکہ ڈال کر اسے مسیح مصلوب مسلمان بنایا ہے۔

دین عیسیٰ: [مسیحیت تالیف شیخ علی خوینی ص ۵۱]

حضرت عیسیٰ جیسا کہ اناجیل سہ گانہ متی، مرقس، لوقا میں آیا ہے عیسیٰ خود کو فرزند انسان سمجھتے اور دیگر انبیاء کی مانند خود کو اللہ کا رسول سمجھتے تھے۔ خرافات افکار، بت پرستی جو دیانت موسیٰ میں شامل ہوئی تھی اس کے ازالہ یا پاک کرنے کے ذمہ دار سمجھتے تھے، حضرت عیسیٰ خود کو انسان اور اللہ کے نبی سمجھنے کے ساتھ کسی قسم کی مقام منزلیت شخصیت اور دوسروں سے برتری کے قائل نہیں تھے۔ سب کو درس برابری اور مساوات دیتے تھے۔ کوئی انسان دوسرے انسان پر امتیاز و برتری نہیں رکھتا حضرت عیسیٰ کی ولادت زندگی، دعائیں دوسرے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک

یہاں تک یہودیت کے ظلم وستم کا نشانہ بننے کا ذکر انا جیل میں ملتا ہے۔لیکن بدقسمتی سے آج یہ والی صفات مسیحیت میں ناپید ہیں۔آج خود عیسیٰ کو اللہ' فرزند اللہ' تین مل کر اللہ، امت پر انسانوں پر فدا، ایسے نامفہوم نامعقول تعلیمات بھی ان انا جیل میں ملتی ہیں۔اس وقت مسیحی علماء کا اعتراف ہے انہوں نے حضرت عیسیٰ کی شریعت اور تعلیمات کو چھوڑا اور دین بت پرستان، عقائد فلاسفہ یونان، افلاطونی، جدید فلاسفہ کو دین عیسیٰ کے نام سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔اس سے دین عیسیٰ کو وہم وخیال کی عمارت قائم کی ہے۔اس وقت مسیحی بت پرست ہیں۔وہ خلقت کائنات ،خلقت وجود میں یہودی افکار کے حامل ہیں یہاں تک کہ شاول پولوس یہودی نے مسیحیت کو فلسفہ تجسم اللہ پیکر انسانی میں پیش کیا ہے۔بولس جیسا کہ تاریخ میں آیا ہے یہودی تھا اور عالم افکار یہودی تھا،اس نے شاگردان عیسیٰ پر اثر ڈال کر انہیں گمراہ کیا ہے۔انسانوں کو آدم کے گناہ کی بخشش کے لئے فدا اور نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا ہے۔یہ فکر رفتہ رفتہ انجیل یوحنا میں سرایت ہوئی اور اسے ایک عہد جدید کے نام سے پیش کیا گیا ہے۔

عہد سنہری نصاریٰ

مسیحیوں کے انتشار و پراگندگی، تفریق وتمزیق کو دوبارہ منظّم کرنے ،جمع کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً کانفرنسیں اور سمینار تشکیل دیئے گئے۔سب سے پہلا اجتماع جو ۵۱ سے ۵۵ میلادی کے دور میں ہوا جہاں حوارین جمع ہوئے اسے مجمع اورشیلم کہتے ہیں جو یعقوب بن یوسف نجار کی قیادت میں ریاست میں قائم ہوا جو

۶۲ میلادی کو قتل ہوا۔

مورخین کلیسا کا کہنا ہے جب امپراطور قسطنطین ۳۱۲ کو اقتدار کی کرسی پر بٹھایا گیا تو یہاں سے نصرانیت نئے دور میں داخل ہوئی جس میں کوشش کی گئی کہ سب نصاریٰ ایک عقیدہ پر جمع ہو جائیں، اس کو عصر مجامع یا عہد مناقشات بھی کہتے ہیں۔ قسطنطنین نے نصاریٰ کو جمع کر کے انہیں حکومت میں بہت سے مناصب دیئے اور ان کے لئے عام معافی کا اعلان کیا۔ ان کے لئے کنالیس بنائے۔ کہتے ہیں سب سے پہلے ان کی ماں ہیلینہ نے صلیب مقدس کو ایجاد کیا یعنی جس تخت پر عیسیٰ کو سولی پر لگایا تھا اس کا نقشہ ایجاد کیا اور اسے اپنی حکومت کا شعار گردانا گیا اور اپنی پرانی بت پرستی کے شعار بلند کئے۔ بہت سے مشرکین بت پرست دین نصاریٰ میں داخل ہوئے۔ بہت سے یونان کے فلسفی بھی اس میں داخل ہوئے جس کی وجہ سے بہت سے عقائد متضاد افکار و نظریات کے ساتھ خود انجیل بھی ایک دوسرے سے متصادم اناجیل کے طور پر وجود میں آئیں۔ کہتے ہیں ۵۰ سے زائد انجیل وجود میں آئی تھیں۔ ہر ایک فرقہ کہتا تھا ہماری انجیل صحیح اور باقی غلط ہیں۔ ان تمام فاسد عقائد کی حامل اناجیل جو متضارب، متفرق متناقض نظریات رکھتی ہیں، ان میں جنم لینے والے عقائد درجہ ذیل ہیں:

۱۔ عیسیٰ مسیح اور ان کی ماں دونوں اللہ ہیں۔

۲۔ صرف مسیح اللہ ہیں۔

۳۔ الہ صالح، الہ طالح، الہ معتدل، اللہ ہیں۔

جب یہ اعلان ہوا تو کلیسا اسکندریہ کے ایک بڑے فیلسوف نے بانگ دہل صراحت سے اس عقیدے کے خلاف آواز اٹھائی کہ عیسیٰ ازلی نہیں بلکہ وہ ایک مخلوق ہے، بیٹا اپنے باپ سے جوہر میں مساوی نہیں ہے۔ بہت سے نصاریٰ ان کے پیروکار ہو گئے۔ امپراطور شرقی ان کی اتباع میں آئے مصر' اسکندریہ' اسیوط' فلسطین' مقدونیہ' انطاکیہ' بابل سب نے ان کی تائید کی تاہم بطرس کے اسکندریہ کو یہ اقدامات پسند نہیں آئے تو اس نے غصہ میں اسے کلیسا سے نکال دیا اس پر اس نے اپنی حکومت کے دوام و بقاء کی خاطر ۳۲۵ کو ایک دوسرا مجمع کا اعلان کیا کہ سب کو یہاں ایک عقیدہ پر متحد کرے۔ اس میں ۲۰۴۸ شرکاء میں سے ۳۳۸ اسقف نے مسیح کی الوہیت کا اعلان کیا اور بادشاہ نے اسی کو قرارداد میں پیش کیا کہ عیسیٰ اللہ ہے اسی کو نافذ کریں گے۔ اس میں مندرجہ ذیل قرارداد کو پیش کیا گیا:

۱۔ اریوس جو توحید کا قائل تھا اس کو جلاوطن کیا جائے، اس کی کتابوں کو جلا دیں اور قانون نیقہ کو نافذ کیا جائے۔

۲۔۲۰ مادی قانون وضع کیے جن کے تحت کنیسا اور شہری نظم و نسق کو چلائیں گے۔

۳۔ صرف انجیل چلے گی جو متی، لوقا، مرقس اور یوحنا ہے اور باقی انجیل کو خلاف عقیدہ گردان کے جلا دیا گیا۔ بادشاہ امپراطور نے اپنے ملک کو بچانے کیلئے ایک روم جدید تاسیس کیا جو بزنطینہ یونان کے قدیم شہر میں تھا۔ یہاں ایک کلیسا بنایا، اس کے لئے ایک بطریق معین کیا (ایک عام پادری سے اعلیٰ عہدہ مقرر

کیا) اور دارالخلافہ کو یہاں منتقل کیا۔ اور یہاں کے علاقہ میں رہنے والوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے امپراطور نے اریوس کے عقیدہ کو اپنایا اور ان سے اتفاق کیا۔ اس کے لئے ۳۳۴ کو اس نے ایک اور مجمع کا اعلان کیا اور اس میں اعلان کیا میں عقیدہ اریوس پر ہوں اور مجمع نیقہ کو معطل کیا۔ اریوس نے ان کے ماننے والے کو عام معافی دی ۔ اسناسیوس کو لعن کیا اور ان کو جلاوطن کیا۔ تعلیم اریوس کو قسطنطنین کے حکم پر نافذ کیا، قسطنطنین نے ۳۳۷ کو اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کیا۔ قسطنطنین ثانی کو مغربی علاقے دیئے قسطنطینیوس کو مشرق دیا، قنسطانیوس کو شمالی افریقہ دیا اور ہر ایک نے اپنے علاقہ میں رائج مذہب کو اپنایا اور قسطینطینیوس نے مذہب اریوس کو اپنایا جبکہ باقی دو نے یونان اور مغرب میں اس کے خلاف چلتے رہے۔ امپراطور میں بعد میں قسطینطیونس کی وفات کے بعد پورے ملک شرق و غرب میں اریوس کے عقیدہ کو نافذ کیا ایک عرصہ نہیں گزرا امپراطور فلیودیس نے ۳۷۹ سے ۳۹۵ کے دور میں اریوس کے عقیدہ کو ملغا کیا اور اس عقیدہ والوں کو دردناک عذاب دیا اور دوبارہ اسنانیوس کے مذہب کو رواج دیا۔ اس دور میں اقالیم ثلاثہ اور لاحوت روح سب کو مسترد کیا تھا، یہاں سے دوبارہ ایک اور مجمع ۳۸۲ کو جمع قسطنطنیہ کے نام سے وجود میں آیا جس میں مذہب اریوس پر قائم عقائد والوں کو دردناک عذاب دیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ روح القدس ہی روح اللہ ہے، روح القدس ہی حیات ہے، وہ لاحوت سے ہے اور اس کے مخالفین کو دردناک عذاب دیا گیا۔

ظہور بابویہ:

امپراطور روم شرقی وغربی میں تقسیم ہونے کے بعد امپراطور غربی کمزور ہوا اور یہاں سے بادشاہ اور کلیسا میں جدائی آئی جبکہ روم شرقی میں قیصر اور پوپ میں علاقائی رسوخ تھا، یہاں سے اسقف روم قوی ہوا اور اس کی کرسی کو بڑا مقام ملا۔

محاکم تفتیش کا قیام: [کتاب مذاہب فکریہ ج ا ص ۶۱]

محاکم تفتیشی کلیسا کے سیاہ صفحات میں سے ہے جو کلیسا نے علم وتحقیق کے خلاف ارتکاب کیئے۔ باپ کلیسا، جاہلوں اور نادانوں پر حاوی و غالب تھے لہٰذا انہوں نے علم وتحقیق آزادی فکر سے عداوت ودشمنی کو اپنایا اس خوف سے کہ ان کی تحقیقات ان کے دین ودیانت کو بہا کے نہ لے جائیں لہذا ان کی تلوار علم وتحقیق والوں کے سر پر منڈلاتی رہتی تھی۔ کہتے ہیں ۱۴۸۱۔۱۴۹۹ کے اٹھارہ سال کے دوران دس ہزار دوسو بیس مفکرین کو زندہ جلایا گیا۔ ۶۸۰۰ کو گردن میں رسی ڈال کر مارا گیا، ستر ہزار تئیس افراد کو مختلف سزائیں دے کر قتل کیا گیا ان مقتولین صاحبان فکر ونظر میں سے چیدہ چیدہ افراد میں چند کا ذکر کرتے ہیں:

ا۔ گلیلیو جس نے زمین کا سورج کے گرد گردش کرنے کا نظریہ پیش کیا اور کہا آسمان میں سات ستاروں سے زیادہ کواکب پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ یوحنا کے سفر میں موجود نظریہ کے خلاف تھا اس لئے باعث عتاب کلیسا ٹھہرا۔ یاب اریان نے گلیلیو کو جو ستر سال کی عمر کا تھا کو اعتراف واقرار جرم کرنے کا اعلان کرنے پر مجبور کیا کہ جو بیان تحقیق اس نے پیش کی ہے وہ فسق وفجور اور گناہ تھا۔

۲۔یافون اس نے زمین کی تخلیق کے بارے میں جو کہ سفر موسیٰ میں آیا تھا ،اس کے خلاف تھا،توبہ کرنے پر مجبور کیا گیا۔

۳۔جوروا تو بروتو یہ علم فلکیات کا ماہر تھا، اس کو کلیسا نے زندہ جلایا پھر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔

۴۔دی لائیس نے کہا کہ قوس قزح اللہ اور بندے کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہ قوس اللہ کی جنگ نہیں ہے بلکہ سورج کی شعاعیں پانی کے قطرات پر پڑنے سے یہ عمل ہوتا ہے، اس کو زندان میں ڈالا، یہ وہاں مر گیا پھر وہاں جلا دیا گیا۔

۵۔لیبوس نے پانی کے سرخ ہونے کے بارے میں تحلیل و تجزیہ کیا لیکن مجبور ہوا اور اپنے اپنے نظریے سے توبہ کی۔

۶۔کوبرنیکس خودان کے قبضے میں آنے سے پہلے مر گیا تو اس پر لعن کی اور اس کی کتابوں کو جلایا گیا۔

۷۔نیوٹن جس نے زمین کی قوت جاذبہ کو دریافت کیا تھا اس پر الزام لگایا گیا کہ اس نے اللہ کی قوت کی بجائے مادہ کو قرار دیا ہے۔

۸۔بلاج نے کہا موت آدم سے پہلے بھی ہوتی تھی جبکہ کلیسا کا کہنا تھا موت پہلے نہیں ہوتی تھی یہ آدم کے گناہ کی وجہ سے ہوا ہے۔اس طرح سے علم وفکر ونظر و تحقیق کے خلاف بدترین سزاؤں کی وجہ سے یورپ میں حرکت علمی رک گئی، خاموشی چھا گئی،سکوت حاوی ہو گیا یہاں تک کہ یہ پندرویں صدی میں داخل ہو

ئے اور پھر منکرین اِدھر سے اُدھر سے اٹھنے لگے۔ جہالت کو لوگوں سے دور کرنے لگے، بیدار کرنے لگے۔

۹۔ مارٹن لوتھر نے ۱۴۸۳۔۱۵۴۶ میں کلیسا کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا، انہوں نے تعلیمات کلیسا شیطانی وسوے کہا، صکوک غفران کو بے سند کہا اور حقارت کو فروغ دیا۔

۱۰۔ کالقن ۱۵۰۹۔۱۵۶۴ اس نے عقل کو مصدر فہم وادراک قرار دیا ہے۔

۱۱۔ یہودیوں کا فکر وفریب، ایثار اور فن ضد دین اور ضد اخلاق تھے۔ ان کی اہانت جسارت پورے یورپ کو لاحق گیر تھی۔

۱۲۔ یورپ والے بلاد اسلامیہ میں اپنی تجارت اور کاروبار وغیرہ کے لیے جاتے تھے وہاں سے علمی اور ثقافتی معلومات حاصل کرتے جس نے ان کی بھی آنکھیں کھلیں کہ وہ کتنی ذلالت فقر وفاقہ، جہل وجہالت میں غرق ہیں۔

یہاں ایک مقایسہ وموازنہ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یورپ والے اسلامی ملکوں سے واپسی پر علم وفکر کا تحفہ لے کر گئے تاکہ جہل ونادانی، فلسفہ و استبداد سے نجات پائیں لیکن ہمارے نوجوان جب یورپ گئے تو واپس آتے وقت ہمارے لئے عمرو بن لحی کی سیرت پر چلتے ہوئے بت جمود، لھو ولعب، کفر والحاد، غلامی، نوکری، مغرب کی بیہودگی، اپنے دین میں فرسودگی کلیسا مانند علماء کی تقلید کا تحفہ لے کر آئے ہیں۔

عقائد نصرانیت، اقانیم جمع اقنوم ہے:

کتاب اظہار الحق ج ۳ ص ۷۲۱ کے حاشیے پر آیا ہے کہ یہ لفظ اصل میں یونانی ہے، جوھری نے کہا میرے خیال میں یہ رومی لفظ ہے۔ اقانیم سہ گانہ سے مراد یہ ہے کہ نصاریٰ کے پاس اللہ ابن اب روح القدس ہے۔ ان تینوں کے درمیانی رابطے کا نام لوغوس ہے۔ جبکہ حضرت مسیح نے صعود کرتے وقت کسی قسم کا واضح بیان نہیں دیا کہ میرے ابن ہونے کا تعلق اس اقنوم میں یہ ہے یا دونوں کامل کر رشتہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے پس یہ سمجھ لیں کہ میں ہی اللہ ہوں۔ اس کتاب کے ص ۷۱۵ پر آیا ہے ہمارا اور مسیحیوں کا اقانیم ثلاثہ کے درمیان اختلاف اس وقت تک ممکن ہے جب تک مسیحی کہیں گے کہ وحدت اور تثلیث دونوں حقیقت ہیں لیکن اگر مسیحی کہیں کہ تثلیث حقیقی ہے، وحدت اعتباری ہے اس وقت یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اس وقت یہ لوگ مشرک ہونگے، لیکن مسیحی کہتا ہے دونوں حقیقی ہیں۔ نظریہ تطور یہ رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اللہ ایک صاحب اقانیم ثلاثہ ہے۔ علم کا وجود اور حیات اس کی ذات سے زائد نہیں اور نہ الگ ہے۔ یہاں پر لاہوت اور ناموت میں اتحاد ہوا ہے۔

کتاب الدین والاسلام ج ۲ ص ۳۱۱ پر بحث اقانیم عنان بیان وقلم چھوڑے ہوئے ہیں۔ فقیہ غالی لکھتے ہیں کہ یہاں اقانیم مسیح کو سمجھنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے۔:

۱۔ وحدت حقیقی تعدد ثلاثی اور اعتباری ہے جیسا کہ ایک شش بسیط اختلاف

نظر والحشیات لوازم آثار کے حوالے سے متعدد ہے جیسے حقیقت ہے و ماھیت جو چیز ذہن سے باہر ہے وہ ایک حقیقت واحدہ ہے تعدد نہیں ہے لیکن اقانیم تین الگ الگ موجود خارجی رکھتا ہے۔ نصاریٰ کے فرقے کتاب اظہار الحق ج ۳ ص ۱۵ے کتاب مقریزی میں آیا ہے ان کے زمانے میں نصاریٰ کے فرقے الملکائیہ نسطوریہ یعقوبیہ بونخاذعانیہ اور سرقومیہ وغیرہ تھے۔

انقلاب صنعت وظہور استعمار گری ثقافہ الاسلام: موکب محمد علیان ص ۳۵۶

یورپ میں انقلاب صنعت اور دین سے برأت جڑواں پیدائشی عمل ہے۔ یہاں سے ان لوگوں نے تنہا دین سے بیزاری کا اعلان نہیں کیا بلکہ عدل وانصاف، اقدار، مساوات، برادری، شرافت اور فضیلت سب سے عاری ہو گئے، کیونکہ اب ان کے اوپر کوئی رقیب ونگران نہیں رہا۔ ان کا مقصد زندگی صرف مال بنانا، تعیش کرنا ہے۔ بڑھتی ہوئی صنعت کے لئے بازار درکار تھے لہٰذا انھیں یورپ سے باہر کے بازاروں کی ضرورت پیدا ہوئی، اس لئے انہوں نے دست استعماری آستین سے نکالنا شروع کیا اور دنیا کو اپنے مستعمرات بنانے کیلئے نکلے، جس کی وجہ سے عالمی جنگیں شروع ہوئیں۔ پھر بڑھتے ہوئے اموال کو گردش میں رکھنے کیلئے باہر صنعت لگانے کی ضرورت پڑی۔ اپنی اس استعمار گری کو چھپا کر رکھنے کیلئے انہیں دوبارہ کلیسا سے رجوع کرنا پڑا، انہیں مطمئن کرنے کیلئے ان سے معاہدہ کرنا پڑا، انہیں استعمال کرنے کیلئے ان سے کہا آپ مسیحیت کو کیوں یورپ تک محدود رکھنا چاہتے

ہیں، آپ اس کو باہر نکالیں، تبلیغ کریں، ارشاد کریں۔ یہاں سے تبشیری جماعت وجود میں آئی جس کا مقصد یورپ سے باہر مسیحیت کو پھیلانا تھا یہاں سے نصرانیت کو یہودیوں کی اس سیرت کی پیروی وتاسی کرنی پڑی کہ کوئی مسلمان اس تضاد و تناقص مخالفت کی فضا میں مسیحی تو نہیں بن سکتے اس لیے انہیں ممکن حد تک کوشش کر کے ملحد، بے دین، بے غیرت اور غرب نواز دوست بنائیں، چنانچہ انہوں نے اپنے ان بُرے عزائم کو مخفی طور پر چلانے کیلئے مندرجہ ذیل اقدام اپنائے:۔

۱۔ بیماریوں کے علاج معالجہ کو وسیلہ بنایا، چنانچہ ۱۴۲۴ کو قدس، استنبول، بغداد، مصر، لبنان میں مختلف کانفرنسیں منعقد کیں جن میں شرکاء نے علاج معالجہ کو پہلے مرحلے میں ترجیح دی۔

۲۔ انہوں نے علم جیسی شرافت وفضیلت کو اپنے خسیس استعماری عزائم کیلئے استعمال کیا۔

جس وقت یورپ میں ترقی وتمدن کا دور شروع ہوا اسی دن سے عالم اسلام زوال، نیستی اور ضعف و ناتوانی کی طرف رواں دواں ہوا، ہر طرح کے جہل و جہالت عالم اسلام پر کھل گئے۔ جب مغرب والوں کی دعوت شدت اختیار کر گئی اور انہوں نے میدان تمدن میں سبقت حاصل کر لی تو مسلمانوں نے اپنے اندر پیدا ہونے والی ضعف و ناتوانی کو دیکھا کہ ان کے پاس جو علم وتمدن تھا اس سے دوسرے مستفیض ہونے لگے جبکہ وہ خود ذلیل ہوئے۔ جس وقت استعمار نے اپنے افکار کو مسلمانوں کی طرف برگشت کیا تو اس وقت ایک نئی دعوت اسلامی معاشرے

میں پیدا ہوئی۔ نئے چہرے اور نئی فکر کی یہ دعوت تین گروہوں پر مشتمل تھی۔

۱۔قومیت کی بنیاد پر ۲۔الحاد کا نعرہ بلند ہوا۔

۳۔دین اور حکومت کو جدا کرنے کی دعوت شروع ہوئی۔

تبشیری

مقدمہ جیش لشکر استعماری تھے، اس گروہ کا دین مسیحیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ جس کلیسا کو انہوں نے کلیسا کے اندر محبوس کیا ہوا تھا انہیں فرسودہ اوہام پرست کہا۔ تصور دین کو کلی طور پر زندگی کے ہر شعبے سے بے دخل کیا۔ یورپ والوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ علم ضد دین ہے کیونکہ جو دین ان کے پاس تھا وہ مجموعہ اوہام واباطیل ہے، دیوان غزل کی طرح ہے اس دین کے خدماء شیاطین کی مانند ہیں جو رشوت خور ہیں جو بصیرت سے عاری دین کی دعوت دیتے وقت عقل کو لگام ڈال کر رکھتے ہیں۔ جو دل کرے بولو، سناؤ، مومن یہ ہے، خالص مومن وہ ہے کی رٹ لگاؤ۔ لوگوں کو مجبور کرو کہ بغیر عقل، دلیل، تدبر اور برہان کے ایمان لائیں۔ وہ یہاں تک حق بجانب تھے لیکن مدعی علم، غور وفکر کرنے والوں، عماق سمندر وذرات و شکم رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ دین کلیسا کے علاوہ دنیا میں کوئی اور جو ادیان ہیں وہ بھی اسی طرح سے ہیں یا اس سے مختلف ہیں۔

شعار تبشیر نصاریٰ

مسیحیین نے عالم اسلام کو فتح کرنے کے لئے اسے جیش تبشیری کا نام دیا یعنی ہم آپ کو نجات دلانے اور خلاصی دینے کیلئے آرہے ہیں جبکہ ان کے اندر

مسلمانوں کے خلاف حقد وکینہ، عداوت سے بھرے ہوئے جذبات تھے۔ ان کا شعار جھوٹ اور دھوکے پر مبنی تھا لیکن ان کا جھوٹ اس لئے کامیاب ہوتا ہے کہ ہم احمق اور نادان کم فہم ہیں۔ ہماری فکر عمق وگہرائی سے عاری وخالی ہوتی ہے ہم کہتے ہیں ہماری فکر وسوچ کا مآخذ محمد وآل محمد سے یا اصحاب رشد سے مآخوذ ہے لیکن فعل وعمل سے معلوم ہوتا ہے ہم فکر خوارج پر ہیں۔ جہاں یہود ونصاریٰ اپنے لوگوں کو نبی کی امانت کہہ کر تحفظ دیتے ہیں۔ وہاں ہم سب وشتم گولی وگالی دیتے ہیں۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر حملہ کرتے ہیں۔ جس حسین نے لشکر اعداء سے فرمایا تھا: یغنی مع انفسکم اھلی مع احیاییکم اس حسین کیلئے لبیک یا حسین کہتے ہوئے دوسروں کو مارنے، دھمکانے، مرعوب کرنے کیلئے لبیک یا حسین کہتے ہیں۔

کلیسا استبدایت سے رضا کار بننے پر راضی ہوا

جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا اور ان کی ایجادات کی فروخت کیلئے انہیں یورپ چھوٹا پڑا تو انہیں یورپ سے باہر بازار خریدنا ناگزیر ہوا تو انہوں نے دوبارہ کلیسا کی طرف رجوع کیا، انہیں آمادہ کیا کہ نصرانیت کو یورپ سے باہر پھیلائیں۔ اس کے بیرون یورپ بہت مواقع ہیں چنانچہ اس مفاہمت کے نتیجے میں تبشیر یہ وجود میں آئی ان کی حکومت نے ان کی پشت سے نگرانی کی۔ دین نصرانیت کی پہلے ہی سے جان نکلی ہوئی تھی انہوں نے رہبانیت کے چھتری میں عیاشی شروع کی اس طرح انہوں نے عیش ونوش کرنا شروع کی۔ یہ طریقہ کار رفتہ رفتہ مسلمان علماء میں سرایت کرنے لگا ہے۔ چنانچہ ۵ رجب المرجب ۱۶ مئی کو نشر ہونے والی خبر

ایکسپریس کی ضمیمہ ص ۱۵ پر ہے کہ اس ملک کی ایک معروف شخصیت عالم دین جناب ساجد میر امیر جماعت اھل حدیث کی دی گئی وضاحتوں سے اندازہ ہوتا ہے اب مسلمانوں میں بھی یہی فکرِ کلیسا در آئی ہے۔ان کے نزدیک دین صرف نوکری، ملازمت، باہر جانے کے پاسپورٹ اور ویزا کی حد تک ہے۔

ثقافت غرب: [حریت الاعتقاد ص ۵۶۴]

یورپ نے ایک طویل عرصہ جہل و نادانی' جمود و خاموشی میں گزرا ہے، اس وقت معاشرے پر حاکم اقتدار دینی جماعت کو حاصل تھا۔ان مذہبی حکمرانوں نے اپنی عدالتوں کے ذریعے زندانوں کو آباد کیا اس طرح معاشرے کو خوف زدہ کیا، خاص کر کے علماء کو۔ یہاں تک کہ اس خوفزدگی میں ضرب المثل بن گئی کہ اگر کسی کو جاہل ہونے کا طعنہ دینا ہوتا تو کہتے تھے یہ شخص ہمیں قرون وسطیٰ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔جس وقت یورپ قرون وسطیٰ میں تھا، جہل و جہالت رکود و جمود اس پر چھایا ہوا تھا اس وقت مسلمان ترقی تمدن، نور علم سے مستفید تھے۔علمی مراکز میں علماء مسلمان معاشرے پر غالب تھے، اجتماعی صورت بہت بلند درجہ پر تھی۔ علمائے یورپ مفکرین نے نظام قدیم کا خاتمہ کیا اس کے خلاف بغاوت کی اور دینی حکمرانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔کلیسا کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں کی اکثریت عالم اسلام کے مدارس سے متاثر انسان تھے۔

مغرب کیسے مسلمان ملکوں میں داخل ہوگیا: [مذاہب فکریہ ج ا ص ۱۷۰]

مغرب میں جب نئی اسلحہ سازی شروع ہوئی تو مسلمان ان سے اسلحہ خرید کر

اسے سیکھنے، چلانے نگہداری کیلئے انہی کی طرف راغب ہوئے۔ کچھ افراد یہاں سے وہاں تعلیم حاصل کرنے کیلئے گئے، جب یہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے ہمیں علم کی بجائے اپنا فارمولا دیا کہ اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو ایک ہی نسخہ ہے کہ ہم اپنے رہن سہن آداب میں ان کی تقلید کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی کچھ ثقافت و روایات کو بھی چھوڑنا ہوگا۔ جیسا کہ عورتوں کی حجاب سے آزادی، آزاد مرد و عورت، منع طلاق، تعدد زوجات، تعلیم، خواتین کی نوکریاں، تمام مشرقی اور اسلامی عادات کو چھوڑ کر ہمیں مغربی ثقافت کو اختیار کرنا ہوگا۔ اٹھتے بیٹھتے سوری کہیں، علمی ٹیکنالوجی کو یہاں اردو میں ترجمہ کرنے کی بجائے گانے، فلموں، قصہ کہانیوں، موسیقی کا ترجمہ کریں، یہاں کی معلومات اُن کو دیں جبکہ ان کی معلومات کو ہو بہو نقل کرنے پر اکتفاء کیا۔

دین شریعت مذہب

مذہب کی جمع مذاہب آتی ہے جو مادہ ذھاب سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ جانے کی سمت کو کہتے ہیں۔ عام محاورے میں مذہب انسان کے اس منتخب راستے کو کہتے ہیں جسے اس نے دین تک جانے کے لئے انتخاب کیا ہے، چاہے وہ راستہ صحیح ہو یا غلط۔ یہاں سے یہ واضح ہو جاتا ہے اختلاف مذاہب اختلاف مصادر و مفاہیم سے جنم لیتا ہے۔ جس کسی نے اپنے مذہب کے مصادر کو ایک فکر کے تحت انتخاب کیا ہے اسے مذہب فکری کہیں گے۔ جس کسی نے عقل کو بنیاد بنایا ہے اس کو مذہب عقلی کہتے ہیں، جس کسی نے دین کے مصادر سے تمسک کیا ہے اس کو مذاہب دینی کہتے

ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ پراگندگی اور انتشار مذاہب میں ہے۔

اسے سمجھنے کے لئے تھوڑا وقت درکار ہے۔اس کی وجہ اس لئے نہیں ہے کہ مصادر دین اپنی جگہ معمات، گونگے یا غیر مفہوم ہیں جس طرح اقانیم مسیح ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ بنیادی وجہ یہاں شیاطین کی کارکردگی مؤثر ہے۔ جہاں وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے چاروں اطراف سے حملہ آور ہوتے ہیں، یہاں اختلاف تحقیق کا نتیجہ نہیں بلکہ اندر سے کوئی عامل غیر دین مؤثر جیسے تاریخ چھپا رہے ہوتے ہیں بیان نہیں کر رہے ہیں۔ مذاہب اسلامی کی نشونما کو سمجھنے کے لئے چند حقائق کا ادراک ضروری ہے جس کے لئے ایک تمہید باندھنے کی ضرورت ہے۔وہ یہ ہے کہ لفاظی کے تاریخی منظر میں مصروف رکھنے، اصل نکتہ پر بحث کرنے سے باز رکھنے کی سرتوڑ کوششیں ہیں بطور مثال صوفی ازم ہے۔اب تو صوفیوں نے دین کے تمام مبانی کو رخصت کر دیا ہے، وہ حضرت محمدؐ کی بھی اہانت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم محمدؐ سے آگے نکل گئے ہیں۔معتزلہ وہ ہیں جنہوں نے عقل کو مصدر کل شریعت بنا کر قرآن اور سنت دونوں کو رخصت کیا تھا، پھر فلسفہ تراشی کرنے میں لگے رہے ہیں۔

۲۔معتزلہ عزل سے لیا گیا ہے، جنہوں نے عقل کو بیکار بنایا تھا۔

۳۔اشعری۔

شریعت

شعراوی سورہ شعراء کی آیت ۱۳ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''بسنن لکم و بین

ووضـــح ''۔شرع وشریعہ،طریقہ واضح کو کہتے ہیں۔انسان دو چیز سے مرکب ہے مادہ و روح، اللہ سبحانہ نے مادی وجود کی بقاء کے لئے ہوا، پانی اور کھانے کا بندوبست کیا ہے۔شریعت کی بقا کے لئے بھی کچھ عذا معین کی ہے۔جس طرح جسم کی بقا ہوا، پانی اور کھانے میں ہے اسی طرح روح کی بقا دین وشریعت کی توضیح میں ہے اللہ اس آیت میں فرماتے ہیں ''ان اقیمو الدین ولاتفرقو'' یہی شریعت مشرکین کے لئے گراں تھی۔تمام انبیاء کی شریعت ایک ہے لہٰذا سب میں نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے اور روزے رکھنے کا حکم دیا گیا اور محرمات سے منع کیا ہے۔

دین اسلام کے مصادر

دین اسلام کے چار مصادر بتائے جاتے ہیں جن میں عقل ۔قرآن کریم ۔ سنت محمدؐ۔اجماع ہیں۔عقل ،قرآن اور سنت عملی محمدؐ حجت ہیں اس میں کوئی جائے شک وتردید نہیں تاہم اجماع کا حجت ہونا موضوع نقاش ہے۔اجماع کے دو تصور ہیں ایک اجماع ،کل امت تمام کلمہ پڑھنے والوں کا ہے، یہ اپنی جگہ درست ہے۔ امت کا چودہ سو سال میں اس مسئلہ پر اتفاق نظر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل قرآن اور سنت محمدؐ سے استناد ہے یہ اپنی جگہ دلیل کاشف کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اجماع علماء کی کوئی حقیقت ہے، نہ حجت ہے۔کیونکہ تمام علمائے اسلام کا کسی مسئلے پر اجماع سے مراد اپنے فرقے کے علماء کی رائے ہے یا یہ اپنے مدعیٰ عقائد کے لئے اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔(اس اجماع کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے کتاب ''فدک'' کی طرف رجوع کر سکتے ہیں)

امتیازات اسلام

دین اسلام دیگر ادیان سماوی سے چند امتیازات رکھتا ہے جیسے:

۱۔ اس کے مصادر و ماخذ اولیٰ جو ہر قسم کی تحریف و دست اندازی سے محفوظ ہیں ان کے فرقوں کے لیے ممکن ہے لیکن اس کی دلیل نہیں بنتی ہے جو دیگر ادیان کو حاصل نہیں ہیں جیسے تورات انجیل کی تالیف و تصنیف میں کہتے ہیں اس میں انسانوں کا دخل ہے یہ بات خود ان پر واضح ہے۔

۲۔ دین اسلام کے اصول عقائد جس پر اس کی عمارت قائم ہے وہ گنگ معمہٰ لغز گوئی، طلسماتی غول گرائی، عنقائی، اقنومی نہیں جبکہ کتب عہدین ان کے اپنے دعویٰ کے مطابق ان کی اصل بھی عبرانی سریانی زبان میں جو عام عوام تو چھوڑیں تعلیم یافتہ کے لئے ممنوع ہیں۔ اس کو سمجھنا خاص افراد کیلئے مخصوص ہے جبکہ دین اسلام کا مصدر قرآن علماء دین کیلئے تنہا مخصوص نہیں بلکہ عام انسانوں کے لئے بھی اس کے دروازے کھلے ہیں مثلاً سب سے پہلا اعتقاد توحید سے شروع ہوتا ہے اس میں کسی نبیؑ، رسول، ملائکہ، اولیاء، شجر، حجر کی شرکت ممکن نہیں ہے۔

۳۔ دین اسلام برہانیت پر قائم ہے۔ یہاں اللہ نے اپنی الوہیت کو دلائل و براہین سے مسلح و مزین اور آراستہ کیا ہے۔ کہیں بھی کوئی بھی گوشہ صیغہ راز میں نہیں رکھا، مشرکین سے دلائل طلب کیے۔ قل ھاتو برہانکم۔

۴۔ عقلی ہے، یہاں ہر قسم کی تقلید، انجماد، انحطاط اعماء نہیں ہیں۔

۵۔ ایمان بہ رسالت محمدؐ ہے، محمدؐ دعویٰ رسالت سے پہلے اپنے عشیرہ قبیلہ اہل

شہر کے نزدیک صادق و امین کے القاب سے معروف تھے۔قرآن میں آیا ہے یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے "لا یکذبونک" چنانچہ ساحر اور شاعر کہنے لگے۔آپ نے دعویٰ رسالت کے بعد ایک ایسی کتاب کو پیش کیا ہے جس میں کسی ایک طبقے یا گروہ نہیں بلکہ سب کو تحدی اور چیلنج کیا گیا ہے۔

۶۔ایمان بہ آخرت کے لئے ایسے شواہد و قرائن پیش کیئے ہیں جو نا قابل انکار ہیں۔

دین اسلام کا امتیاز: [عقیدتنا فی الخلق ونبوتہ والاخرۃ۔تالیف شیخ عبداللہ نعمہ ص ۲۷۸]

دین اسلام کے دو عنوان ہیں:

۱۔حضرت محمدؐ

۲۔قرآن کریم

اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کیلیئے حیات محمدؐ اور محتویٰ قرآن کو سمجھنا ضروری ہے جسے سمجھے بغیر اسلام کا سمجھنا ممکن نہیں لہٰذا ہر وہ شخص جو قرآن و محمدؐ سے ہٹ کر لفاظی کرتا ہے۔وہ عالم وہم وخیال اور اساطیر وخرافاتی بات کرتا ہے۔ان دونوں کے بغیر اسلام کا سمجھنا ناممکن ومحال ہے خود قرآن و محمدؐ ایک دوسرے کے بغیر لنگڑے ہیں۔لہٰذا ضروری ہے ہم ان دونوں کے بارے میں واضح اور تابناک صفحات و سطور سامنے لائیں:

۱۔محمدؐ جنہوں نے دعویٰ نبوت کیا ان کی زندگی، دوران طفولیت یا آغاز

بلوغت سے لے کر چالیس سال تک ایک عام انسان کی طرح گزری ہے۔ پھر انہوں نے دعوت شروع کی، اس شخصیت کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتے تھے اور کن چیزوں کی طرف میل ورُجحان رکھتے تھے۔ ان کی رسالت یعنی قرآن کا محتویٰ کیا ہے؟ جو پیغام انہوں نے لوگوں کو دیا اس کے مضامین میں کیا ہے؟ اور ان کی نوعیت کیا ہے؟ ان دونوں کو سمجھے بغیر اسلام کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ آیئے پہلے مرحلے میں ہم حضرت محمدؐ کی حیات کو دیکھتے ہیں:

۱۔ حضرت محمدؐ اگست ۵۷۰ میلادی کو مکہ میں عبد المطلب کے گھر میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کے والد عبداللہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے اس وقت وہ اپنی ماں کے شکم میں تھے۔ محمدؐ جس معاشرے میں پیدا ہوئے وہ معاشرہ اس وقت جاہل اور بت پرستوں کا معاشرہ تھا۔ جب محمدؐ نے اپنی عملی زندگی گزارنا شروع کی وہ انداز، اخلاق فاضلہ کے تصور اور اعلیٰ وارفع مستویٰ کے حامل تھے۔ آپ صدق وامانت، شریعت ونبالت، وفاء، صداقت، ہدایت، تواضع پختگی رائے، اندرونی توازن اور جوانی اور مردانگی کی کشمکش انحرافات انزوی گرائش سے مافوق تھے۔ آپ کی یہ زندگی دوسرں کیلئے غیر عادی تھی۔ ایک ایسی زندگی غیر حاملان رسالت کیلئے ناممکن دیکھی ہے۔ ان کی محتاط، دانا زندگی سلوک و برتری کے لحاظ سے اپنی قوم میں نشان انگشت بنی ہوئی تھی۔ جیسا کہ حجر اسود تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود اپنی جگہ پر رکھنے کیلئے قبیلہ پرست قریش جنگ وقتال سے نکالنے کیلئے صرف آپ کی ذات پر ہی متفق ہوئے اور سب نے کہا ''هذا الامين فينا''۔ اس وقت حضرت محمدؐ کی عمر ۳۵ سال تھی۔

۲۔ بادشاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا آیا محمدؐ دعویٰ رسالت کرنے سے پہلے جھوٹے تھے یا لوگوں سے دھوکہ کرتے تھے تو ابوسفیان نے کہا ایسا نہیں ہے۔

۳۔ جب محمدؐ نے دعوت اسلام کا آغاز کیا تو لوگوں سے کہا کہ میں اگر تم لوگوں کو خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے پیچھے ہے جو تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کرو گے تو لوگوں نے کہا آپ ہمارے پاس متہم نہیں ہیں۔ ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔

۴۔ آپ بعثت سے پہلے کے پورے عرصے میں امی تھے، نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے جس طرح مکہ کے عام انسان پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے آپ بھی ان میں شامل تھے۔ آپ اپنے چچا ابو طالب کے مال مویشی چراتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں جب مبعوث ہوا تو اس وقت میں اپنے اہل خانہ کے مال مویشی اجیاد کے پہاڑوں پر چراتا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ آپ کئی بار اپنے چچا کے ساتھ تجارت پر نکلے، کئی بار خدیجہ کے مال سے تجارت کی۔ اس تجارت میں دیانت وامانت داری کی بنیاد پر ہی خدیجہ نے آپ کو زوجیت کی پیشکش کی تھی۔

آپ نے پہلے دن ہی سے اپنی قوم میں رائج بت پرستی، اساطیر پسندی کو مسترد کیا۔ آپ عبادت و بندگی کرتے تھے، معاشرے میں نظر آنے والے مناظر انحرافی اور عقائد سے تنگ و بیزار ہو کر خود کو غار حرا میں عبادت میں مشغول رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی غار میں رسالت سے نوازا اگرچہ اور بھی بہت

سے لوگوں نے اس وثن پرستی واساطیر پسندی سے بیزاری کا اعلان کیا تھا لیکن وہ تردّد اور سرگردانی میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے۔ محمدؐ کی بعثت سے پہلے شخصیت کا اندازہ اس خطبے سے بھی ہوتا ہے جو ابوطالب نے خدیجہ سے منگنی کے موقع پر فرمایا، محمدؐ کی شخصیت کا موازانہ قریش کے کسی بھی جوان سے نہیں ہوسکتا تھا۔ شرف میں کوئی ان سے آگے نہیں لیکن مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مال کی حیثیت سایے کی مانند ہے، مال کی حیثیت ایک عاریہ ہے جو واجب الارجاع ہے۔ محمدؐ کی خواہش ہے کہ خدیجہ ان کی زوجیت کو قبول کریں۔

محمدؐ نے جس دعویٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دی، یہ دعویٰ بہت سے امتیازات خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ دعوت پہلے مرحلے میں عقل وروح سے مخاطب ہے۔ یہ دعوت شعور وقلب کو متنبع کرتی ہے۔ یہ دعوت ضمیر انسانی کو عقلیت وغنودگی سے بیدار کرتی ہے، یہ دعوت انسان کی حاجت وآرزو جسمانی وروحانی زندگی کو پورا کرنے کا دعویٰ کرتی ہے، اجتماعی اخلاق بھی پورا کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے، یہ دعوت اپنی روح وجسم، اجتماع واخلاق میں ایک دوسرے کو تغیان سرکشی کی اجازت نہیں دیتی، آپ میں توازن قائم رکھتی ہے یہ دعوت آسان وسادہ ہے، یہ دعوت قابل فہم وتطبیق ہے۔ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی ابہام نہیں، یہ دعوت اپنے ساتھ نشان سبز رکھتی ہے تاکہ انسان کو سعادت وفصاحت خیر کی طرف راہنمائی کرے۔ جب یہ دعوت اٹھی یا یہ دعوت بلند ہوئی تو انسان جاہل نے اس رسالت میں اپنی آرزؤں کا ایک نیا افق دیکھا جو پہلے کسی سے نہیں سنا تھا۔ اس دعوت میں عقل کو تحکیم قرار دیا گیا

ہے۔ ارادہ اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے، کسی قسم کے جبر وتشدد دباؤ کی نفی کی گئی ہے۔ بقرہ ۲۵۶ کہف ۲۹ ہمیشہ دعوت تفکر تامل دیتی ہیں۔

قرآن کیحفظ ما فی الصدور ہونے اور اس کی قرائت کی وجہ سے اس کی جاذبیت وکشش اور سحریت نے مومن وکافر دونوں کو مدہوش مسحور کیا ہے۔ اپنے ساحرانہ جاذبانہ بیان سے درشت صفت عمر بن خطاب کو دارارقم میں کھینچا ہے۔ دلید مخزومی ودیگر صنادید قریش کی نیندوں کو حرام کیا جو اپنے بستر سے اٹھ کر دیوار کے ساتھ تکیہ لگانے پر مجبور ہوئے اور ان کے مرض میں اضافہ ہوا۔

[نباء العظیم تالیف دکتور عبداللہ دراز ص ۲۰] قرآن وہ کتاب ہے جسے چھٹی صدی میلادی کو سرزمین مکہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے پیش کیا۔ اس کی استناد میں جو نقل تاریخ ہے وہ دنیا کی کسی بھی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

۱۔ محمدؐ نے کہاں اور کس سے اسے لیا ہے؟ بعض اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ خود محمدؐ کی ذہانت وفراست کی اختراع ہے۔

۲۔ کیا کسی مسیحی عجمی سے لیا ہے؟

۳۔ وحی سے لیا ہے، قرآن کریم میں آیا ہے یہ عمل محمدؐ نہیں بلکہ اس کتاب کے حوالے سے محمدؐ کی حیثیت ناقل کی ہے۔ محمدؐ نے جبرئیل سے اسے لیا ہے اس کی ساخت میں محمدؐ کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اس کی دلیل بھی خود اس کتاب میں سورہ اعراف ۲۰۳ یونس ۱۰ یوسف ۱۱۲ اعلی ۷۔۸ قیامت ۵۵ بقرہ ۹۶ مزمل ۳۷ ہے۔ ان میں صاحب یا خود کتاب نے واضح کیا ہے کہ یہ نہ محمدؐ کی ساخت ہے نہ کسی بشر کی بلکہ

یہ وحی ہے۔

۴۔کوئی بھی انسان اپنے مفاد کے خلاف کسی چیز کا اقرار کرے تو اس کے بعد کسی اور شاہد و گواہ کی نوبت نہیں رہتی۔ دنیا میں سیاسی، اجتماعی، ثقافتی عہدوں پر فائز انسان دولت خرچ کر کے کسی نامور مولف سے کتاب تصنیف کر کے اپنے سے منسوب کرتے ہیں تا کہ علمی فکری شخصیت بنا جا سکے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر رسائل عملیہ فقہاء اسی قبیل سے ہیں لیکن دنیا میں کہیں بھی یہ نہیں دیکھا نہ سنا گیا کہ اعلیٰ وارفع مقام و منصب کے حامل انسان اپنے ہاتھ میں موجود کتاب آئین و دستور حیات و دستاویزات مدعی منصب اس کتاب کو اپنی ہونے سے انکار کریں کہہ دیں یہ میری کتاب نہیں ہے۔ دنیا میں نامور اور نوابغ شعراء نے دوسرں کی فصاحت و بلاغت پر مبنی اشعار کلمات کی چوری کی ہے۔ اگر محمدؐ نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ یہ میری کتاب ہے تو بشر میں کون اس کو مسترد کرتا۔ لیکن محمدؐ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ محمدؐ ان نوابغ بشر اور اقتدار طلبان میں سے نہیں تھے کہ کرسی اقتدار تک پہنچنے کیلئے ہر قسم کے جھوٹ، افتراء، افعال محرمات اور جرائم کے ارتکاب کا پل بنا کر چلتے نہ ہی مصلحت کی خاطر جھوٹ بول سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ محمد علی جناح سے تقی عثمانی نے سوال کیا تھا جناح صاحب آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں اسلامی حکومت قائم کریں گے کیا آپ اپنا وعدہ بھول گئے ہیں تو جناح صاحب نے جواب دیا، سیاسی وعدوں کی وفا نہیں ہوتی۔

خصوصیات و امتیازات قرآن: [مدخل علم دعوہ ص ۱۴۴] قرآن کریم کی

خصوصیات جو خود قرآن نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ربانی ہے، نازل کنندہ رب العالمین، لانے والے روح الامین، جس پر نازل کیا وہ محمدؐ امین ہیں، جس زبان میں نازل کیا وہ عربی ہے۔ شعراء ۱۹۲۔۱۹۶۔ اس کتاب کا انتساب واستناد خود رب العزت کو جاتا ہے یعنی اس کتاب کے الفاظ وکلمات، نزول وترتیب وحفظ میں کسی قسم کے غیر اللہ کا دخل نہیں۔ جیسا کہ سورہ واقعہ آیت ۷۵ میں بیان ہوا ہے۔

۲۔ ہر قسم کے نقص وعیب و بطلان اس کتاب کی طرف سرایت نہیں کرتے ہیں فصلت ۴۱۔۴۲ نحل ۸۹ قرآن نور ہے، قرآن نے خود کو بہت سی آیات میں نور کہا ہے انبیاء تغابن ۱۸ اعراف ۱۵۷ مائدہ ۱۶ قرآن انسان کو فطرت وعقل کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس عمل کی وجہ سے سورہ نور کی آیت ۳۵ میں کہا ہے۔ نور کی خصوصیت میں ہے کہ یہ خود اپنی جگہ واضح، روشن اور تابناک ہے، دوسروں کو روشنائی دیتا ہے، حقائق کو کشف کرتا ہے، باطل کو دور کرتا ہے۔ شبہات کو رفع کرتا ہے، سرگردانوں کو دلائل دیتا ہے، ہدایت یافتوں کو مزید ہدایت دیتا ہے۔

۳۔ واضح وروشن ہے۔ اس کے عقائد اولیٰ ومبانی شریعت ہر قسم کی غموض و ابہام سے پاک ہیں۔ توحید اللہ سے لے کر نبوت ورسالت اور احکام شریعت سب میں صراحت بیانی ہی اصول ہے زمر ۲۸، مائدہ ۱۵۔۱۶ شعراء ۱۹۲۔۱۹۵، حج ۱۶، فرقان ۱

۱۔ اعجاز بیان کرتا ہے۔ قرآن مدعی کو پیش کرتے وقت وضاحت بیانی کے

ساتھ دعوت کو ثقیل کرتا ہے اس سے زیادہ بہتر بیان ہے تو سامنے لائیں۔

۲۔اعجاز اخباری جو خبریں مستقبل قریب یا بعید کے لئے قرآن نے دی ہیں ان کا مقابلہ کریں۔

۳۔مقابلہ علمی جو حقائق قرآن نے بیان کیے ہیں۔

۱۔ کتاب ہدایت ہے بقرہ ۲

۲۔ کتاب برھان ہے۔نساء ۱

۳۔ کتاب نور ہدایت ہے مائدہ ۱۔۱۶

۴۔ کتاب موعظہ ہے۔یونس ۵۷

۵۔ کتاب بشارت ہے نحل ۸۹

۶۔ کتاب امراض شرک وکفر کی دواء ہے اسراء ۸۲

۷۔ بلاغت وسراحت واعجاز والی کتاب۔زمر ۲۳۔

۸۔ کتاب عزیز از شکست محکوم بطلان سے محفوظ ہے۔فصلت ۴۱۔۴۳

۹۔ کتاب زوج وحیات شوریٰ ۵۲

قرآن مصدر اول واقدس، کتاب مسلمین وخاتم کتب سماوی وشناخت دائمی نبوت محمد ہے۔ یہی حجت قاطعہ علی الناس، قرآن دستور اتم مسلمین بلکہ عامہ بشریت ہے بلکہ قانون کل بشریت ہے، میسم کل قوانین ہے۔

۱۔تعرف قرآن خطبہ ۱۹۸ ۲۔اسماء قرآن بروج ۲۱

۳۔ایک سو آیات میں اسے کتاب کہا گیا ہے۔

۴۔فرقان بقرہ۵۳، انبیاء۴۸، مجید ق۱۲۱،لکریم واقعہ۷۷،حکیم یس ۱۔۲، عظیم حجر۸۷،العزیز فصلت۴۱،المبین حجر۱، المبارک انبیاء۵،عربی یوسف۲، غیر ذی عوج زمر۲۸، بشیر فصلت۲۔۳ نذیر کہف ۱۔۲

قرآن کسی بشر کی ساخت نہیں ہے: [الکون والانسان تالیف بسام دفسع ص ۹]

۱۔اگر قرآن کسی عربی انسان کی تصنیف وتالیف ہوتی تو عربوں کو پتہ چل جاتا یہ عربوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے، محمدؐ کی نہیں ہے۔

۲۔جس عربی نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ دعویٰ کرتا یہ میری تالیف ہے اور وہ اس اعزاز سے شہرت فائقہ حاصل کرتا۔

۳۔اگر یہ کتاب کسی عجمی انسان کی بنائی ہوئی ہے تو عجمی عربوں کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک عجمی کی عربی زبان میں لکھی گئی کتاب سے خود عربوں کو جو صاحب لغت وفصاحت سے آشنا ہیں ان کو چیلنج نہیں کر سکتی۔جبکہ قرآن میں عرب و غیر عرب دونوں کو تحدی کی گئی ہے۔

۴۔عرب اور عجم دونوں نزول قرآن سے پہلے ان علوم سے آشنا نہیں تھے جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

۵۔کسی عرب اور عجم کیلئے ممکن نہیں ہوسکا قرآن کی تحدی کے بعد اس جیسی کوئی کتاب پیش کریں۔ بقرہ۲۳

۶۔قرآن ایک علمی موروث نہیں، قرآن نے اپنا دور، ماحول کی فکری ثقافت

سے اخذ نہیں کیا اور ایک خاص معاشرے کی ثقافت کو نقل نہیں کیا بلکہ وہ زمان و مکان کے حوالہ سے تمام ادوار اور علاقہ سب پر احاطہ رکھتا ہے۔ تمام زمان و مکان پر محیط ایک کتاب اس بات کی دلیل ہے یہ بشر کی ساخت نہیں بلکہ یہ خالق متعال کی کتاب ہے۔ اس قرآن میں بہت پرانے زمانے کے ساتھ اپنے عصر نزول کے علاوہ مستقبل بعید کا بھی بیان ہے، علم و معرفت کے ہر دور سے یہ کتاب بالاتر کتاب ہے اس کے باوجود اپنے اندر کوئی خطاء یا غلطی نہیں رکھتی۔ اس میں کسی حقیقت سے انکار نہیں کیا ہے جو بھی اخبار، احکام اور قانون اس میں بیان ہوئے ہیں وہ حق پر مبنی ہیں، حق لا یتغیر ہیں۔ زمانے، انسانی معاشرہ تبدیل ہوتا جائے لیکن قرآنی حقائق میں تغیر نہیں ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے جو ہر زمانہ اور اجتماع پر حاوی ہے چنانچہ اسراء ۱۰۵ میں آیا ہے قرآن ایک دینی تشریعی کتاب ہے، ایک دین اور ایک مکمل نظام ہے، اللہ کی شریعت، اللہ کا قانون ہے جو اس نے انسانی حیات کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کائنات کے اندر جتنی کائنات ہیں، ان کی مثال دی ہے۔ اس مثال سے یہ مراد نہیں کہ قوانین کونی سے بشر کو آگاہ کریں کیونکہ کائناتی قوانین کا کشف اللہ نے بشر کے حوالہ کیا ہے جیسا سورہ یونس ۱۰۱ میں آیا ہے عنکبوت ۲۰ اللہ نے اس کائنات کی چیزوں کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ عظمت خالق، قدرت خالق کو ثابت کرنے کیلئے کہ یہ کتاب کلام اللہ ہے، کلام بشر نہیں ہے، یہ سمجھانے کیلئے مثالیں بیان کی ہیں زمر ۲۷۔ قرآن خالق کائنات کا کلام ہے لہٰذا اس کائنات کے بارے میں ایک خبیر، علیم دقائق و باریکی سے خبر دیتا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے اور

اس کے لئے واضح ہے۔

۷۔علم کی ایک حد ہوتی ہے جو اس کے علم کے صاحب سے متناسب ہوتی ہے لیکن علم قرآن کی کوئی حد نظر نہیں آتی ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس علم کی کوئی حد نہیں ہے۔علماء ہمیشہ جدید چیزوں کو کشف کرتے ہیں۔علوم قرآن منحصر نہیں، اختتام پذیر نہیں ہیں۔

۸۔علمائے مسلمین متقدمین بہت سی آیات میں حیران وسرگردان رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا مثلاً علماء عاجز ہوئے کہ لیل ونہار کا کیا کردار ہے، زمین کروی ہے، دریاوں کے درمیان خلیج ہے، زمین گردش کرتی ہے یہ ایسی خبریں ہیں جو بہت سی آیات میں بیان ہوئی ہیں جبکہ اُس زمانے کا انسانی علم ان اکتشافات تک نہیں پہنچا تھا۔اس زمانے میں یہ چیزیں منکشف نہیں ہوئی تھیں لہٰذا علماء حیران رہے ان کو پتہ نہیں چلا اور ان آیات کی تفسیر کرنے سے عاجز تھے۔آج علم کی بڑھتی ہوئی پیشرفت سے کشف ہوا ہے کہ ان آیات کی کیا تفسیر ہے لہٰذا یہ دلیل ہے کہ قرآن کسی ایک قوم کی وراثت علمی نہیں اور ان کی تحقیقات کا ثمر نہیں بلکہ یہ علم اللہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے۔

۹۔اللہ نے لوگوں کو وعدہ دیا ہے جو کچھ آیات میں کائنات کے بارے میں خبریں ہیں انسان خود ان کے بارے میں اکتشافات کریں گے خود انسان پر اس کی خلقت کے راز کھلیں گے اور کشف علمی میں ان کا ساتھ دیں گے جیسا کہ فصلت ۵۳ میں آیا ہے۔

اخلاق توازن بین مادہ وروح

بشر کو جن شقاوتوں بد بختیوں استحصال استثمار پسماندگی کا سامنا ہوا وہ تقدم اور پیشرفت علوم وفنون اور ٹیکنالوجی کی محیر العقول تک پہنچنے کے بعد بغیر کسی وقفہ کے مزید خط تقدم پر رواں دواں ہے لیکن بشریت کی شقاوت بدبختی میں کمی کے آثار نہیں آئے بلکہ بڑھتے ہوئے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہیں کہ روح و مادے میں توازان کا فقدان ہے، قدرتمندوں کا ضعیفوں کمزوروں کے خانہ وآشیانہ پر شب خون، زمینی خودکش فضائی بمباری کے شعلے خاموش نہیں ہوئے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اپنے نظام کو چوم رہے ہیں ضعیف اور ناتواں انسانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ تودوں کی مانند گرا رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس سے آگے ان کے مصائب کی انتہاء کہاں تک پہنچے گی۔

فضیلت و برتری شرافت وکرامت اس میں نہیں کہ آپ دوسروں پر مسلط ہو جائیں، اجتماعی شادیاں کروائیں، یتیم خانے بنائیں، شہداء خانے بنائیں اور ان کے اقتدار پر قابض ہو جائیں اور ان کی جانوں پر حکومت کریں بلکہ عظمت و بزرگی، شرافت، جواں مردی، شجاعت وشہامت اس میں ہے کہ اس مملکت مسلمان نشین سے الحادیوں اور مذاہب فاسدہ کی مسلط کردہ خرافاتوں سے ملت کو نجات دلائیں، ہر آئے دن یتیم خانے بنانے والے منصوبہ جات کا خاتمہ کریں، شہادت کے نام سے جان دینے کا سلسلہ ختم کریں، ملک میں کمیونیزم، مغربیزیم کے طریقہ احتجاج جلاؤ، توڑ پھوڑ کی مجرمانہ حرکتوں کو بند کریں، تاکہ انسان اپنے نفس پر غالب

آجائے اور خود اپنے نفس کا حاکم بنے۔ نیز یہ بھی شرافت مندی کی دلیل نہیں کہ کسی کے کہنے پر یا اپنی کرسی کے سودے میں پورے ملک کے مجرموں کو معاف کریں۔ ان کو ظلم و غدر و خیانت دھوکہ و فریب وغیرہ سے روکنے کیلئے قیم و اخلاق کا لجام لگائیں۔ جتنا کوئی انسانی معاشرہ مکارم اخلاق کا پابند ہوتا ہے اسی تناسب سے وہ لائق و تحسین ہوگا، تقدم و تمدن ہمیشہ مکارم اخلاق، قیام اخلاق پر قائم و دوام و اثبات پذیر ہے۔ قوموں کے زوال و نابودی نیستی سب مکارم الاخلاق، قیام اخلاق کے عاری ہونے سے ہی ہوا ہے۔ سورہ انعام آیت ۶ سورہ یونس ۱۳ انبیاء ۱۱ حج ۴۲۔۴۵ غافر ۸۲۔۸۳

نفاذ و اجراء قرآن

قرآن مسلمانوں کا اولین اصول ایمان ہے۔ چاہے یہ آئین زندگی ہو یا آئین تعلقات عامہ، نفس سازی خاندان ہو یا معاشرہ اور مملکت سازی سے متعلق ہو لیکن بدقسمتی سے حسب تعبیر خود قرآن کو پیٹھ پیچھے پھینک کر اس کتاب سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ اس وقت امت اسلامیہ دو حکومتوں سے دل برداشتہ ہو کر نا امیدی کے خواب دیکھ رہی ہے۔

سعودی حکومت کے حوالے سے امت اسلامیہ کی بڑی جماعت کی توجہ ان کی طرف ہے، دوسرا ایران جن کی طرف شیعوں کی امیدیں وابستہ ہیں، ان دونوں کا کردار عالم اسلام نے دیکھا ہے۔ سعودی نظام حکومت کی طرف سے اپنے تحقیقات مراکز علمی میں قرآن پر حدیث کی حاکمیت قائم کرنے کی کوششیں جاری

ہیں یہاں تک کہ وہ خود کو اہل حدیث سے تعارف کراتے ہیں تا کہ جتنی بھی مشکوک احادیث ہیں انہیں اپنی جگہ برقرار رکھیں ۔دوسری طرف حاجیوں کو سادہ، اچھی طباعت والے قرآن بطورِ تحفہ دینے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے لیکن قرآن کے بیان علوم کے حوالے سے کوئی نئے باب کا افتتاح کیا ہو، دیکھنے میں نہیں آیا۔آگے بھی کوئی امید نظر نہیں آتی ہے کہ آگے ایسا کوئی اقدام کریں گے۔

جہاں تک ایران سے امید رکھنے والی بات ہے جو تعداد کے حوالے سے بہت کم لیکن طاقت وقدرت میں کم نہیں، ان کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ حدیث کو ہی اوپر لائیں، قرآن سے انہیں بہت چڑ ہے، قرآن کے علم کو اگر لائیں تو غالیوں کی گھڑی گئی احادیث کو کہاں پھینکیں گے؟ تاہم قرآن سے سرسری وابستگی کا مظاہرہ ان دونوں کی مجبوری ہے لہٰذا انہوں نے دار قرآن، قرآن فاؤنڈیشن، حفظ قرآن کا نیا طریقہ اختراع کیا ہے جو اشاروں کے ذریعے کشف آیات کا کام کریں، جس کے ذریعے بہت شور شرابہ چھوڑا لیکن تیس سالہ انقلاب اسلامی میں تربیت نفس، سیاست و اقتصادیات کو قرآنی ہم ہنگی نہیں دے سکے، حتی کہ اپنے حوزے کے نصاب میں قرآن اور سنت کو شامل نہیں کر سکے۔قرآن کو وراء ظہرہ چھوڑنے کے الزام میں دیئے گئے جوابات صارخہ میں آیت اللہ سبحانی نے اس خطے کے بلکہ بین الاقوامی اعلیٰ مناصب یافتہ ابوالحسن ندوی کے جواب میں جتنی دفعہ ''الھاکم التکاثر'' کی تلاوت کی ہے اور اس کے جواب میں '' کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون'' ہے۔ میں اس وقت ابو الحسن ندوی کا وکیل نہیں بن رہا اور نہ بنوں گا، اس کی

وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ صرف عالم اسلام کی نہیں بلکہ بین الاقوامی علمی شخصیت ہیں۔ ایسا بندہ جسے تیسرے درجے میں بھی شمار کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ایسے انسان کی وکالت کرنا درست نہیں۔

۲۔ وہ اس وقت عالم برزخ میں عدالت ''لا عدالۃ بعدھا'' میں اپنے عزائم و نیات، اعمال کا اجر وثواب یا سزاء کا فیصلہ سنتے ہونگے جب کوئی مقدمہ کسی عدالت میں جاری ہے تو اسے کسی اور عدالت میں نہیں اٹھا سکتے، جب تک قاضی کے بارے میں ممکنہ شکوک ثابت نہ کرسکیں یا اس میں شک وشبہات کا احتمال نہ ہو۔

۳۔ ہم نبی کریمؐ کی خلوت وجلوت بزم اور جنگ وامن میں ان کی نمائندگی کرنے، جنگوں میں پرچم دار اصحاب کرام، اہل بیت اطہار کو معصوم از خطاء نہیں سمجھتے تو انہیں کیسے سمجھیں؟ اگر انہوں نے شاہی مہمان بننے کا افتخار حاصل کیا ہے اور اپنے علمی مقام وحیثیت سے اس وقت کے جابر کو عزت بخشی ہے تو یہ قابل مذمت ہے۔

۴۔ یہاں اپنے خالص مذہبی مراسم سے آلودگیوں کے داغوں کی نشاندہی یا دھونے کی پاداش میں جس پر سعودی حمایت کا ٹھپہ لگایا گیا ہے تاکہ عوام سمجھ لیں میں شیعوں میں سے نہیں، چہ جائیکہ اس انسان سے دفاع کروں جو سعودی حکومت کا مداح ہو۔ اپنے اصلاحی صفحات کی سزا بھگتنے والا کیسے ان کا وکیل بن سکتا ہے؟ لیکن ان تمام وجوہات کی خاطر بھی خاموشی اختیار نہیں کرسکتا۔ آیت اللہ سبحانی نے

شیعوں کی طرف سے قرآن کی خدمات کی ایک لمبی فہرست پیش کی ہے۔

۵۔آیت اللہ سبحانی نے ابوالحسن ندوی کا ظالم و جابر شاہ کی تائید کو ایک جرم نا قابل توجیہ قرار دے کر اس کو ایک عمل مفسد گردانا ہے، ان کا کہنا ہے قرآن اور سنت کو مشعل راہ سمجھنے والے اس جرم کا دفاع نہیں کر سکتے ہیں۔تاہم ہم اگر دوسری جانب نگاہ ڈالیں تو ان باتوں کی بھی مخالفت نہیں کرنی چاہیے جن کی خبریں ٹی وی پر نظر نہیں آرہی ہیں۔مثلاً انقلاب اسلامی کی مجلس شوریٰ کے عمید وفد پاکستان کے سر پرست آغائے حداد عادلی کا پرویز مشرف کی حمایت کرنا، سرزمین مقدس عراق کی فضاؤں میں امریکی جہازوں سے بم باری کے دوران سید عزیز حکیم کی واشنگٹن میں بش سے ملاقات، ان کے فرزند عمار حکیم کا شوکت عزیز و پرویز مشرف کا مہمان بننا وغیرہ۔

آیۃ اللہ سبحانی کو چاہیے کہ جس طرح انہوں نے امت اسلامی کی وحدت اسلامی کی منافقانہ نداء کے موقعہ پر تفرقہ و انتشار آمیز شقاوت کو منافقانہ، مجرمانہ حرکت قرار دیا ایسے ہی دار التقریب اسلام کے جوار سے پرانے بوسیدہ مسائل اختلافی پر لکھے گئے منشورات والوں کو بھی روکنا چاہیے تھا۔آغائے سبحانی کو ابوالحسن ندوی کا مشکوک العقائد انسانوں جیسے فردوس، جمشید، سعدی اور حافظ کے بارے انکشافات یا مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ انقلاب اسلامی کے بعد داتا گنج، بے نظیر بھٹو اور سیہون شریف پر لگے مسلمین کے مال میں سے سونے کا دروازہ بنانے پر بھی آواز اٹھانی چاہیے۔کیا انہیں اس آیت ''لما تقولون ما لا تفعلون'' کا

مصداق بننے کا ڈر نہیں لگتا؟

ہم یہاں آیت اللہ سبحانی کی صورت میں ابوالحسن ندوی کے خلاف لکھے گئے رسالہ متضادات جسے موسسہ فکر اسلامی نے نشر کیا ہے اس رسالہ کے ص ۹ پر النشاۃ القرآنیہ فی الجمہوریہ اسلامیہ میں لکھا ہے اور ان کی یہاں پر قرآن سے وابستگی کے مظاہر دیکھیں۔

۱۔ایک معجم کامل شعبہ دائرہ المعارف قرآنی شروع کیا ہے جس میں قرآن سے متعلق تمام معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۲۔قم اور تہران دونوں میں ذخائر کتب ومخطوطات قرآنی کے لئے دارالقرآن کی بنیاد رکھی ہے۔

۳۔موسسہ خاص قرآن کے نام سے بنائی ہے۔

۴۔تعلیم قرآن کی اساس اور سریع ذرائع کے ابتکار عمل میں لائے جاتے ہیں۔

۵۔حفظ قرآن سے متعلق نبی کریمؐ اور اہل بیت اطہار سے مروی تین سو احادیث پر مشتمل کتاب جعفر ہادی نے تالیف کی ہے۔ جسے موسسہ حفظ قرآن نے نشر کر کے رہبران قاہرہ اور دیگر بلاد اسلامیہ میں تقسیم کیا ہے۔آپ یہ جانتے ہیں ان تمام احادیث کو صاحب موسوعہ قرآنیہ نے ضعیف گردانا ہے۔ یہ اقدامات ھدیہ وتحفہ انقلاب اسلامی نہیں بن سکتے جس کے لئے مسلمان منتظر تھے اور اسلام اور موضوعات کی توقعات رکھے ہوئے تھے۔

۶۔تفاسیر قرآن الاء الرحمٰن شیخ محمد بلاغی، المیزان سید محمد حسین طبا طبائی، فرقان صادقی تقریب القرآن الیٰ الاذہان، سید محمد شیرازی تحقیق فی کلمات القرآنیہ، شیخ حسن المصطفوی، مفاہیم القرآن خود حضرت اس عظیم کتاب سے اللہ نے جن وبشر سے چیلنج کیا ہے آپ اسے ملل ونحل پر فخر وناز کرتے ہیں۔

۱۱۔عقائد اسلام کے ستون

اصول دین کا آغاز اللہ تعالی کی ذات پر ایمان اس کی خالقیت، رازقیت کے احیاء کے ساتھ بعثت وخاتمہ نبوت اور ایمان آخرت پر ختم ہوتا ہے۔آیا علم نے ان عقائد سے اعلان جنگ کیا ہے یا دین نے اس علم سے اعلان جنگ کیا ہے؟ دوسرا ستون فروع دین ہے جس میں اللہ کی اطاعت کے بعد بندوں کا اپنے سوا کائنات اور ہم نوع انسانوں سے سلوک ہے، جس میں قوانین عائلی سے لے کر علاقائی اور بین الاقوامی قوانین شامل ہیں۔ وہ کونسے سلوک ہیں جنہیں علم نے دلائل وبراہین قاطعہ سے درست ثابت کیا اور دین اسلام نے انہیں رد کیا ہے یا مزاحمت کی ہے۔

۱۔معرفت اللہ یعنی اللہ تک جانے کے راستے جن کی تعداد انسانوں کی تعداد اور ذرات وکائنات کے برابر ہے تاکہ بندوں اور اللہ کا رشتہ نہ ٹوٹے۔

۲۔ایمان بالغیب اول ایمان بوجود خالق ومدبر عالم مادہ ہے۔

۳۔ایمان بالغیب دوم ایمان بہ آخرت۔

۴۔ایمان بالغیب وحی ہے۔ یہ وحی غیب سے ہی آئی ہے جو ہر قسم کی فلاح ونجات ودستگاری ایمان بالغیب سے مربوط ہے ایمان بالغیب کے بغیر انسان کے

حواس خمسہ مضطرب ہیں۔

۵۔ایمان بالغیب اوامر ونواہی انبیاء ہے۔عقل وحس ہی انسان کو ایمان بالغیب کی طرف دعوت دیتی ہے۔

انسان کو کائنات کے بارے میں فکر ونظر کرنا چاہیے: [اسرار الکون فی القرآن تالیف دکتور داود سلمان سعدی ص ۲۲]

اللہ سبحانہ نے ہمیں اس کائنات پر نہ صرف فکر ونظر کرنے کا حکم دیا بلکہ فکر ونظر میں بھی اعادہ وتکرار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ عظمت زرافت وابریکیت خلق کو اپنے خالق کا پتہ چلے۔اس کائنات کی تخلیق میں نہ کمی ہے، نہ نقص ہے نہ ٹیڑھی ہے، نہ اضطراب ہے اور نہ ایک دوسرے سے متصادم ہے۔جب ہم کائنات کی طرف دیکھتے ہیں تو اسے جلال و جمال، تابناکی، روشنی انسجام نظام کا مظہر پاتے ہیں، اس میں لطف و رحمت دیکھتے ہیں، یہاں کوئی چارہ نہیں رہتا سوائے اس خالق کی الوہیت' لطف ورحمت قدرت وسلطنت کا اعتراف کئے بغیر سورہ ملک آیت ۳ و ۴ اعراف ۱۸۵ یونس ۱۰۱ ق ۶ غاشیہ ۱۷ ذاریات ۲۱۔اب اس حکم و ہدایت کے بعد عقلاء کو چاہیے کہ اس کائنات کے بارے میں استدلالی نظریئے سے دیکھے کہ اللہ موجود ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔چنانچہ عرب بدو شاعر نے کہا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کی ایک نشانی ہے، کائنات کی ہر چیز اس بات کی نشانی ہے کہ اس کا خالق ایک ہے۔

غور وتفکر نہ کرنے والوں کی قرآن نے مذمت کی ہے محمد ۲۴ اور ۱۲ میں آیا ہے

کہ تفکر نہ کرنے والوں کی مثال اندھے بہروں جیسی ہے بلکہ اسے نور وظلمت سے تشبیہ دی ہے انعام ۵۰ فاطر ۱۹۔۲۰ کافرین غور وفکر نہیں کریں گے احقاف ۲۶ فاطر ۲۲ خلقت آسمان وزمین میں غور انسان کو اللہ پر ایمان لانے کی طرف لے جاتا ہے، فکر ونظر چھوڑنے کا نتیجہ انسان کو کفر کے دھانے تک پہنچاتا ہے اور اس کا ٹھکانہ کفر واستحقاق عذاب ہی بنتا ہے۔ جو اللہ کی کائنات پر غور وفکر نہیں کرتا ہے وہ کسی عذاب سے نہیں بچ سکتا ہے۔ کائنات کے بارے میں فکر وغور کی کیا مقام ومنزلت ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہوتا ہے جہاں اللہ نے علم کو ایمان کے قریب گنا ہے۔ ایمان بغیر تفکر در آیات بے فائدہ اور بے نتیجہ ہے۔

اثبات وجود باری تعالیٰ: [کتاب وجود اللہ تالیف قرضاوی ص ۲۱]

وجود اثبات باری تعالیٰ کے بارے میں دلائل عدد انفاس سے متجاوز ہیں۔ علماء اعتقاد کلام فلاسفہ نے خوف طوالت وعدم احاطیت کی وجہ سے دلائل کا خلاصہ کر کے انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر کے پیش کیا ہے جبکہ بعض دیگران نے اس کی بسط وتفصیل بیان کی ہے۔ خلاصہ گرانوں نے ان دلائل کو پانچ میں خلاصہ کیا ہے۔ جن میں دلیل فطرت، دلیل خلق، دلیل تصفیہ، دلیل تقدیر اور دلیل ہدایت شامل ہیں۔ وجود باری تعالیٰ کے بارے میں پہلی دلیل خود فطرت انسان ہے۔ فطرت انسان کے اندر شعور اس کی سرشت میں رکھا ہے کہ اس لامحدود ولامتناہی کائنات کو ایک لامحدود غیر متناہی وجود جو اس کا خالق ہے اس کی نگہداری محافظت کرتا ہے۔ ہم انسان اُسی سے خاشع وخوف زدہ ہیں اور اسی سے امید وآرزو بھی رکھتے ہیں۔ یہ

جس شعور کا انسان کے وجود میں احساس ہوتا ہے یہ شعور اسی نے کسب کیا ہے، اس کی کسی نے تلقین نہیں کی ہے نہ اس کے سوا کسی نے تعلیم دی ہے۔ اس شعور کے بارے میں مشہور فلسفی دیکارت کہتا ہے کہ میں اپنی ذات میں نقص و کمی کا احساس کرتا ہوں اور ساتھ ہی اپنے اندر ایک وجود کامل کو بھی محسوس کرتا ہوں ۔ میں مجبور ہوں اس کا اِعلان کروں کہ یہ شعور میرے اندر اس ذات کاملہ وصفات والا نے رکھا ہے چنانچہ سورہ فصلت ۵۳ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان بہ اللہ انسان کے اندر ایک واضح روشن تابناک حقیقت ہے جس کے اثبات کیلئے اقامہ دلائل و برھان کی ضرورت نہیں رہتی۔

چنانچہ ایک شخص نے کسی عالم سے کسی دوسرے عالم کے بارے میں کہا فلاں عالم دین نے اللہ کے وجود کے بارے میں ہزار دلائل قائم کئے تو اس عالم نے جواب دیا شاید اس کے نفس میں وجود باری تعالیٰ کے ہزار شبہے ہوں گے۔ بعض عارفین سے سوال کیا کہ آپ نے اللہ کو کہاں سے، کیسے پہچانا؟ تو اس نے جواب دیا میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا۔ چنانچہ امام حسین کی دعا عرفہ میں یہ عبارت پائی جاتی ہے۔ **اوجبت علی حجتک بان الھتنی معرفتک۔**

فطرت سے مراد علماء اعتقاد یہ لیتے ہیں کہ انسان چاہے جاہل ہو یا عالم اگر اس کے ذہن میں موجود آثار وراثت یا مکان و ماحول سب کو منہا کریں تو اس کی فطرت اسے مجبور کرے گی یا اسے احساس دلائے گی کہ وہ رب جلیل عظیم کے سامنے خاضع وخاشع ہے۔ جس ذات نے انسان کو ایک جمع ایک مساوی دو بغیر کسی

دلیل و برھان تمہید و مقدمہ چینی کے سکھایا ہے۔ اسے یہ بھی سکھایا ہے کہ اس کا ایک خالق بھی ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتا، اس کیلئے وہ دلیل کا محتاج نہیں ہے، وہ معلوم سے مجہول کی طرف منتقل نہیں ہوتا، چنانچہ مقولہ ہے کہ کوئی انسان دن کی روشنی کے بارے میں دلیل کی نیاز نہیں رکھتا۔ اسی حقیقت کی طرف سورہ اعراف کی آیات نمبر ۱۷۱۔۱۷۲ دلالت کرتی ہے۔ ہم اسی سے کہتے ہیں کہ دین ایمان بہ اللہ یہ تمام اقوام وملل میں تھے ہر اقلیم میں ہیں، قدیم تاریخ قرون اولیٰ میں تھا۔ گرچہ یہ ایمان اپنی جگہ منحرف ہی کیوں نہ ہو گرچہ یہ ایمان اوھام خیالات اباطیل سے ملاوٹ ہی کیوں نہ ہو اسی لیے فلسفوف ہنری برغسون نے کہا ہے: ہم نے بہت سے انسانوں کو دیکھا ہے اور آئندہ بھی دیکھیں گے کہ ان میں نہ علم تھا نہ فنون نہ فلسفہ ایسے بہت سے انسانوں کو دیکھا ہے لیکن کوئی ایسی قوم نہیں ملی ہے جس کے پاس کوئی دیانت نہ ہو۔ فلسفوف بلوتارک نے کہا ہے تاریخ میں ایسے شہر قریے اور قلعے دیکھے ہیں جن میں کوئی اچھی عمارت نہیں ہے، کوئی مدرسہ نہیں ہے۔ قصر وقصور نہیں ہے لیکن کوئی ایسا قریہ نہیں دیکھا جس میں کوئی معبد خانہ نہ ہو۔ فلسفوف رینان نے اپنی کتاب تاریخ ادیان میں کہا ہے: ممکن ہے ہر چیز مضمحل نابود ناپید ہوجائے، ممکن ہے عقل اور علم صنعت کی آزادی ختم ہوجائے لیکن محال ہے کہ دین ودیانت ناپید ہوجائے۔ دین ودیانت ایک قدرت مستحکم دلیل بن کر رہے گی کیونکہ سارے مذاہب باطنی، باطل ہیں وہ مذاہب جو انسان کی فکر کو صرف پست زندگی میں محصور رکھنا چاہتے ہیں۔

بذات خود وجود باری تعالیٰ، انسان اور دیگر مخلوقات، جمادات، ساکن و متحرک خصوصیات رکھنے والی مخلوقات، ایک ذرے سے لے کر کہکشاں تک یہ سب اُسی ذات کے علم وقدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں۔ نظام کائنات اور نظام ذرات کی باریکی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا ایک ہی خالق ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا انسان متکبر یا ملحد نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں تو خود سے پیدا ہوا ہوں، میری حیات خود کی بنائی ہوئی ہے میرا انجام میرے ارادے کے تابع ہے۔ تو پھر کیوں یہ ملحدین اصرار کرتے ہیں کہ کائنات کو خالق حکیم نے خلق نہیں کیا؟

تعدد وجوب اللہ

وجوب وجود اللہ واحد، صانع وخالق کے بالمقابل زیادہ تعداد کے قائلین بھی پیدا ہوئے ہیں جیسے مجوسی کہتے ہیں کائنات میں دو قسم کے آثار نظر آتے ہیں یعنی خیر وشر دونوں پائے جاتے ہیں۔ وہ خیرات کے خالق کو یزدان اور شرورات کے خالق کو ابرمن کہتے ہیں یا خالق خیرات نور اور خالق شرورات ظلمت کہتے ہیں۔ ان کی اس منطق کو علماء نے ادلیہ، ناطقہ اور عقلی وبراہین ساطقہ قرآنی سے مسترد کیا ہے۔ آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطاء اپنی گراں قدر کتاب دین اسلام ج ا ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں اگر کائنات میں دو اللہ تصور کریں تو ہمارا سوال یہ ہوگا:

ا۔ یہ دونوں اللہ اپنے وجوب ووجود میں برابر ہونگے تو اس صورت میں دو کا تصور ناممکن ہوگا کیونکہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے امتیاز دینے کیلئے ایک کا دوسرے سے امتیاز کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے ورنہ دو نہیں ہونگے۔

۲۔ دونوں وجوب وجود میں شرکت داری کے بعد ہر ایک میں، ایک الگ امتیاز ہوگا جو ایک کو دوسرے سے الگ یا ممتاز کرے گا۔

دوسری صورت میں اگر دونوں ایک ہونگے یعنی مرکب ہوگا تو ایک جزء دوسرے جزء کا نیازمند ہوگا۔ جو نیازمند ہوتا ہے وہ اللہ نہیں بن سکتا، دوسرا احتیاج کسی ترکیب کنندہ کا ہوگا تو یہ دوسرا نیازمند ہوگا۔ عین امکان ہوا اور ثابت ہوا کہ دونوں واجب الوجود نہیں تھے۔ سوال ہے کہ یہ امتیاز جس نے ایک کو دوسرے سے الگ کیا ہے وہ صفات نقص کے ذریعے ہوا ہے تو صفت ناقص کا حامل اللہ نہیں ہوتا۔ اگر دونوں صفات ناقص ہیں دونوں اللہ نہیں ہونگے اگر ایک میں ناقص اور دوسرے میں کامل تو ناقص والا اللہ نہیں ہوگا۔

اثبات واجب الوجود: دین اسلام ج ا ص ۲۶۲

ہر موجود جو تصورات عقل میں آتا ہے اس کے وجود ہونے کے بارے میں عقل اذعان رکھتا ہے، اور وہ دو حالت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

ا۔ اس کی ذات حقیقت وہی وجود ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز اضافی نہیں ہے، اس کا وجود عین ذات اور ذات عین وجود ہے، کوئی تصور جو عقل میں تصور ہوتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو موجود ہے یا عدم پھر موجود وجود اس کی عین ذات ہے وجود کے علاوہ کوئی چیز اضافی یا غیر اس میں نہیں آتی ہے حتیٰ کہ عدم بھی یعنی ہر وجود کسی اور وجود سے یا صفات عدم سے مرکب نہیں، یہ خالص موجود ہے۔

علوم ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں:

ان سوالات کے جواب دیں، بعض ایسے سادہ معمول کے سوالات ہوتے ہیں جنہیں انپڑھ بھی رد نہیں کر سکتے بلکہ حقیقت میں ایسے سوال غفلت اور غنودگی سے ہوش میں آنے والے بھی کرتے ہیں مثلاً گر کسی دانشور عالم نبوغ والے کو حالت غنودگی میں اٹھا کر کسی ہسپتال میں لے جائیں تو ہوش میں آنے کے بعد وہ پوچھے گا مجھے یہاں کون لایا اور کیوں کس لئے لایا ہے؟ اسی طرح ایک ممیّز بچہ بھی یہ سوال کرتا ہے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ کبھی یہ بھی پوچھتا ہے ہمیں کس نے پیدا کیا ہے؟ بچہ یہ نہیں پوچھتا کہ کیا آپ نے مجھے پیدا کیا ہے یا باپ یہ نہیں کہتا کہ میں نے پیدا کیا ہے۔ علم پرست ان سوالات کے جواب دینے سے قاصر ہیں لیکن ان کے ہی کہنے کے مطابق وہ عقلیت سے مطابقت نہیں رکھتے مثلاً وہ کہتے ہیں:

۱۔ ہم دنیا کا حصہ ہیں دنیا ہمیشہ سے تھی اور یہ ہمیشہ رہے گی۔ یہ ازلی ابدی ہے۔

۲۔ یہ دنیا، آپ اور ہم سب اچانک پیدا ہوئے ہیں۔

اثبات وجود باری تعالیٰ

وجود باری تعالیٰ کے بارے میں علم و آگاہی متوقف ہے۔ مراۃ صفحات کتب اللہ شناسی پر ذات باری تعالیٰ جو کہ منطقہ علاقہ حواس خمسہ سے باہر ہے حواس خمسہ کی سواری اس سرحد سے آگے جانے سے مانع ہے اس کیلئے تین کتابیں تنظیم کی گئی ہیں پہلی دو کتابیں حروف تکوینی میں لکھی گئی ہیں۔ جن کے پڑھانے کی ضرورت

نہیں ہے، وہ دو کتاب، کتاب انفس و کتاب آفاقی ہے۔ کتاب انفس میں کتنے ابواب ہیں اور کتنے فصل ہیں ہر باب کیلئے اب تک کتنی جلدیں ہیں؟ عام انسان سرسری نگاہ اور لمحات میں سوچتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ انہیں کس نے ترتیب دیا ہے؟ مثلاً تصویر آنکھ سے گزر کر کہاں سے آتی ہے؟ اسی طرح مٹھاس ہے؟ منہ میں ۳۲ دانت ہیں یہاں ہر ایک دانت کا الگ وظیفہ ہے۔ یہ منہ ایک قسم کی چکی ہے چکیوں کے پتھر کتنے سال کے بعد بدل جاتے ہیں مگر یہاں عارضہ نہ ہونے کی صورت میں چلتے رہتے ہیں۔ ہر ایک دانت سے نکلنے والے کلمات کا لہجہ مختلف ہے۔ سماعت کان کے بارے میں ڈاکٹر کا کہنا ہے اس کے غلاف پردے انتہائی نازک ہیں لیکن طویل العمر بغیر کسی تبدیلی کے چلتے ہوئے ہر سرد و گرم اور گرد و غبار کیلئے کھلے ہوئے میدان کی طرح ہیں۔ قدرت نے پردے کو مصیبتوں سے محفوظ رکھا، کبھی اس کو بند رکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ وجود انسانی ان اعضاء سے ہی باقی رہتا ہے۔ کھڑے ہونے اور چلنے کیلئے پاؤں دیئے ہیں۔ کچھ حاصل کرنے یا دریافت کرنے والے ہاتھ کے بغیر آنکھ ایک ناکارہ پرزہ ہے اور کسی کام کی نہیں۔ سالم آنکھ کی اہمیت وضرورت ہاتھ اور شکل کے ساتھ ہی قیمت رکھتی ہے۔ مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ’’ **وفی انفسکم افلا تعقلون** ‘‘۔

۲۔ دوسری کتاب، کتاب آفاقی ہے۔ جس زمین پر ہم بستے ہیں عیش و نوش کی زندگی گزارتے ہیں یہ زمین فقر و تنگ دستی کی زمین ہے۔ ہمیشہ سے انسان روشنی

کا محتاج ہے، اگر بارش نہ برسے تو یہ زمین صحراء قعر اور جہنم بن جائے لیکن یہ اللہ کی رحمت ہے کہ ہمیں بارش دینے کے لئے دریاؤں سے پانی بخارات بن کر اوپر جاتا ہے جو بارش بن زمین پر بہتا ہے۔۔سورہ نمل ۲۷۔۶۴۔

دوسری دلیل ہدایت: [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۴۲]

کائنات کی ہر چیز ایک خاص شکل وصورت میں متناسب وظیفے کیلئے خلق ہوئی ہے، جو اسے اس وظیفے کی ادائیگی کی سمت معین کرتی ہے۔

یہ اپنی غرض خلقت کی طرف ہدایت بھی پاتی ہے، اسے اپنی غرض وغایت کا الہام بھی ہوتا ہے۔ اپنی غرض وغایت کے طریقے بھی آسانی سے حاصل کرتی ہے، اس کو ہدایت کہتے ہیں۔ ہدایت خلقت، تقدیر سے ایک مافوق چیز ہے ہدایت ایک الہامی تعلیم ہے آپ اسے جو بھی نام دیں اسی ہدایت کے تحت تقدیر مکمل ہو جاتی ہے۔ خلق وتدبیر بھی اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ یہ ہدایت کائنات میں موجود ہر چیز کو حاصل ہے چاہے وہ چیز زندہ ہو یا جامد، خاموش ہو یا ناطق، عاقل ہو یا غیر عاقل۔ یہ ہدایت خاص مکلفین تک محدود نہیں ہے، عقلاء تک محدود نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض گمان کرتے ہیں کہ یہ ہدایت کائنات میں متحرک بلا ارادہ والوں تک مخصوص نہیں ہے جیسا کہ انسان حیوانات پرندوں اور حشرات سب کو حاصل ہے چنانچہ سورہ مبارکہ طہ آیت ۴۹۔۵۰ میں آیا ہے۔ ہم یہاں اس قسم کی ہدایت پانے والی مخلوقات میں سے بعض کا ذکر کریں گے۔ ہر حیوان کو اللہ نے چند مخصوص حواس دیئے ہیں، ایک خاص توانائی وسیلہ میں دی ہے جو اسے اس کی معیشت تک پہنچنے میں معاون

ثابت ہوتی ہے اس کا وظیفہ اس وسیلے سے مربوط ہے مثلاً:

۱۔ باز جو اونچی سطح پر پرواز کرتا ہے اللہ نے اس کو دوربین سے مشابہت والی ایک ایسی آنکھ دی ہے جو دور کی چیز صاف دیکھ سکتی ہے، وہ فضاء میں اڑتے ہوئے ،زمین پر چلتے اپنے چھوٹے سے شکار کو بھی دیکھتا ہے۔

بہت سے ایسے حشرات ہیں جو بہت باریک ہیں ان کیلئے خوردبین جیسی آنکھ ہے، معلوم نہیں وہ کتنی دقیق اور باریک ہے۔ انسان کے پاس اپنے مکان کی طرف رجوع کرنے کی حس ضعیف ہے لیکن پرندوں کے پاس یہ حس بہت تیز ہے مثلاً کبوتر جو ہزاروں میل طے کر کے جاتا ہے، واپسی پر نہ اس کا ایندھن ختم ہوتا ہے نہ اس کیلئے نقشہ چاہیے نہ اس کے لئے کوئی رہنمائی چاہیے، اگر کہیں راستے سے بھٹک گیا تو جلد ہی دوبارہ راستے پر آجاتا ہے، یعنی وہ گم ہوئے بغیر اپنے وطن پہنچ جاتا ہے۔ بعض پرندے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہجرت کرتے ہیں بلکہ ایک اقلیم سے دوسرے اقلیم۔ لیکن آسانی سے اپنی پہلی جگہ پر واپس آجاتے ہیں۔ یہ حیوانوں کی ہجرت میں ہدایت کی مثال ہے۔ اس کی ایک مثال حیوانوں میں پانی کے اندر مخلوق ثعابین ہ (بڑے سانپ) ہیں۔ یہ ہجرت کرتے ہیں اور جب وہ بڑے ہوجاتے ہیں تو ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ یہ جنوب میں برمودہ کے علاقے میں انڈے دیتے ہیں اور وہیں پر مرجاتے ہیں لیکن ان کے بچے جن کے پاس کوئی وسیلہ نہیں، کوئی ذریعہ نہیں وہ پانی کی تہہ میں رہتے ہیں۔ ثعاب اسی راستے کو دوبارہ طے کرتا ہے جہاں سے اس کی ماں آئی تھی اور وہیں پر آجاتا ہے۔

۲۔ ہدایت نحل (شہد کی مکھی) کو دیکھیں جس طرح وہ گھر کا نقشہ بناتی اور تعمیر کرتی ہے اور بنیاد اٹھاتی ہے اور اپنے اجتماعی کام کو ایک دوسرے سے ذمہ داری تقسیم کر کے انجام دیتی ہے۔ ان میں کون پیدوار بڑھاتی ہیں؟ کون اپنے گھونسلہ کی نگہداری کرتی ہیں۔ وہ اپنے کام کی تقسیم کاری کرتی ہیں جس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے، بحث کی ہے چنانچہ اس ہدایت کی طرف سورہ نحل کی ۶۹۔۶۸ میں بیان ہوا ہے۔

۳۔ چیونٹی کی ہدایت

چیونٹی ایک اجتماعی زندگی گزارنے والے حشرات میں سے ہے۔ ہمیشہ انسانوں کے اجتماع کیلئے چیونٹی کی مثال دی جاتی ہے کہ کس طرح وہ اپنے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون، تضامن اور ہمکاری کرتی ہیں۔ چیونٹی اپنے رزق کو گرمیوں میں جمع کرتی ہے اور اس کو اپنے سالانہ استعمال کے لیے سوراخوں میں جمع کرتی ہیں تا کہ سردیوں میں جب وہ کسب سعی اور باہر نکلنے سے معذور ہو جائیں تو یہ جمع شدہ رزق کھائیں۔ اگر اس جمع شدہ زاق میں کوئی ایسا دانا ہو جو اگنے والا ہو تو اس کو وہ توڑ کر رکھتی ہے تا کہ وہ اگ نہ سکے۔ اگر آدھے حصہ سے اگتا ہے تو وہ چار حصے کرتی ہے اگر اسے کوئی رطوبت لگ جائے اور گندگی ہونے سے بوسیدہ ہونے اور سڑ جانے کا خطرہ ہو تو اس کو باہر نکالتی ہے تا کہ اس کو دھوپ لگے۔ یعنی اپنے بل کے باہر پھینکتی ہے یہ فکر یہ سوچ اس چیونٹی کو کس نے سکھائی؟ تعجب اس بات پر ہے کہ چیونٹی دور سے سونگھ لیتی ہے جو چیز دوسرے آنکھ سے دیکھتے ہیں یا

کان سے سنتے ہیں چیونٹی اس کا سونگھ کر پتہ کر لیتی ہے۔ چنانچہ وہ دور سے اس جگہ پر آتی ہے جس جگہ انسان کھانا کھاتا ہے تا کہ اگر روٹی کا ٹکڑا یا کھانے پینے کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو لے کر جائے۔ اگر وہ چیز بڑی ہے یا وزن والی ہے تو وہ دوبارہ اپنے گھر واپس جاتی ہے اور ایک لشکر کو لے کر آتی ہے۔ ایک سیاہ دھاگے کی صورت میں یہ ایک دوسرے کے پیچھے ہوتی ہیں اور سب مل کر اسے اٹھاتی ہیں۔ نہ چیونٹیوں کیلئے کوئی بادشاہ ہوتا ہے نہ ملک۔ چیونٹی کیلئے صرف راہنما ہوتا ہے راستہ دکھانے کیلئے، جو اس کو جہاں ان کی خوراک ہے وہاں تک راہنمائی کرتا ہے جہاں وہ رک گئیں تو اپنی جماعت کو خبر دیتا ہے۔ واپس آ کر اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر نکلتی ہیں۔ چیونٹی اپنی جماعت کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرتی ہے جس میں کسی قسم کی خیانت کاری نہیں ہوتی۔

ہدایت کبوتر

دونوں مذکر و مونث کبوتر اپنے بچے کو پالنے میں عدالت مساوی طریقہ اپناتے ہیں۔ پاسداری، حفاظت، تربیت کفالت مونث کی ذمہ داری ہے۔ خوراک اور بچے کو دانہ دنکا دینا مذکر کا کام ہے۔ یہ دونوں بچے کی پرورش میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ دودھ کی جگہ دانے کو اپنے دھان سے نرم کر کے بچے کو کھلاتے ہیں یہاں تک کہ بچہ خود دانہ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ تب تک یہ دونوں اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات اس کو کھانا نہیں کھلاتے تا کہ اسے اپنی خوارک تلاش کرنے کی عادت ہو جائے۔ جب وہ طاقت ور ہو جاتا

ہے تو دونوں مل کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر ایک اپنے رزق کی خود تلاش کرتا ہے۔ خود اپنا بندوبست کرتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب وہ مکمل بڑا ہو جاتا ہے تو دونوں اس کو دیکھتے بھی نہیں جیسے وہ ایک دوسرے سے نا آشنا ہیں، پہلے جیسی محبت و شفقت ختم ہو جاتی ہے۔

ہدایت شیر [کتاب حیات حیوانتالیف دمیری ج ا ص ۱۰]

شیر کو جب اس بات کا خوف ہو کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ اپنی دم سے اپنے قدموں کے نشان مٹا کر جاتا ہے۔

ہدایت لومڑی

اگر لومڑی کو بھوک لگ جائے تو وہ کمر کے بل لیٹ جاتی ہے اور اپنی سانس کو اندر روک لیتی ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر پرندے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر اٹھ کر حملہ کرتی ہے۔ اور یوں اپنی خوراک حاصل کر لیتی ہے۔

ہاتھی کو ہدایت

ہتھنی کا جب بچہ جنم دینے کا وقت آتا ہے تو وہ پانی میں آجاتی ہے۔ ہتھنی کے پاؤں میں جوڑ نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کھڑے کھڑے بچے کو جنم دیتی ہے۔ یہاں کس نے اس ہتھنی کو سمجھایا ہے کہ وہ پانی میں جا کر بچہ جنے؟

عصفورہ: (چڑیا)

جب یہ بچہ دیتی ہے اس کا بچہ گر جاتا ہے تو وہ شور کرتی ہے تو اس کے قرب و جوار میں جتنی چڑیاں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کے گرد آ کر اڑتی ہیں۔ وہ اپنے افعال سے اس

بچے کو حرکت دیتی ہیں اس میں قوت پیدا کرتی ہیں تا کہ وہ ان کے ساتھ پرواز کرے۔

رئیس حمام

یہ پرندہ رات کو سفر کرتے اور اڑتے ہیں۔ بیابان میں، سمندروں، درّوں، پہاڑوں میں جہاں ہوا چلتی ہے یہ اڑتے رہتے ہیں۔ یہ ہوا کے رخ پر سفر کرتے ہیں جو مشرق سے چلے یا مغرب سے۔

عنکبوت

اپنے لیے گھر بنانے اسے بلند کرنے اور محکم خانہ بنانے کو انہیں کس نے سکھایا؟ پر جب مکڑا یا مکھی وغیرہ اس جال میں پھنس جاتی ہیں تو اس پر حملہ کرتی ہے۔

دلیل تقدیر: [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۳۳]

تقدیر کسی چیز کو کسی خاص مقدار، نظام اور ترتیب وحساب سے خلق کرنا اور اس کے زمان ومکان سے متناسب اور دیگر مخلوقات کو قریب اور مجسم کرنا ہے۔ تا کہ اس کی تخلیق کا مقصد معطل نہ ہو اور اس کی حرکت رک نہ جائے۔ ہر ایک میں یہ توازن اور نظام پایا جاتا ہے۔ یہ تقدیر اور یہ انداز آپ کو کائنات کی ہر چیز میں ملے گی۔ چنانچہ اس حقیقت کہ طرف قرآن کریم کی ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ہر چیز کی کوئی تقدیر اور اندازہ ہے۔ رعد ۸۔ فرقان ۲۔ طلاق ۳۔ قمر ۴۹ حجر ۲۱۔ مثلاً کرہ ارض کا یہ درجہ حرارت اگر ایک سال میں ۵۰ فیصد گر جائے تو نباتات اور انسان مردہ

ہو جائیں گے۔ زمین، سورج کے گرد ۱۸ میل فی سیکنڈ کے حساب سے گردش کر رہی ہے۔ اگر اس کی یہ رفتار چالیس میل زیادہ ہو جائے تو ہم سورج سے دور ہوتے جائیں گے۔ اس طرح ہمارا زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔

۳۔ کائنات میں حیات: [کتاب وجود اللہ قرضاوی ص ۲۱]

کائنات کی اصل ازلیت کے مدعی مادیین سے سوال ہے کہ اس کائنات میں حیات کیسے اور کب آئی؟ اس سلسلے میں ملحدین سرگرداں و حیران ہونے کے ساتھ مضطرب الجواب ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں:

۱۔ کائنات اور زمین میں حیات عالم علوی سے آئی ہے جہاں بعض ستاروں سے ٹوٹنے والے شہاب ثاقب کے گرنے سے آئی ہے۔

۲۔ بعض نے کہا خود مادے میں حیات پہلے سے موجود تھی، اس کی ترکیب میں حیات پہلے سے موجود تھی۔ یہاں حیات کے بارے میں دو مفروضوں میں سے ایک ناگزیر ہے۔ یا تو مادیین یہ کہیں کہ حیات کی خاصیت تفکیک ناپذیر مادہ ہے یعنی جب سے مادہ ہے حیات اس کے ساتھ تھی۔ لہٰذا حیات کیلئے کسی نئے خالق کی مزید ضرورت نہیں رہتی۔ یا یوں کہیں حیات کا خالق بھی علم و ارادے کا مالک ہے اور اس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اگر کہیں کہ سارا عالم مادہ ہے، مادے کے سواء اور کچھ نہیں اور مادہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کیلئے آغاز ہے نہ انتہاء مادہ جب سے ہے موجود تھا۔ تمام اجزاء ترکیبی اور خصوصیات کے ساتھ موجود تھا اس میں ایک مادہ دوسرے مادے سے کوئی فرق نہیں رکھتا یہ دیگر سیاروں میں ہو یا کرہ زمین میں ہو۔

یہ کہنا کہ مادہ جو آسمانی ستاروں میں حیات تھا اور زمین کے مادے میں حیات نہیں تھا یا پہلے زمانے میں نہیں تھا بعد کے زمانے میں آیا ہے یہ تصور غلط ہے اس کی کوئی توجیہ، منطق نہیں بنتی اور یہ بھی معقول نہیں کہ مادہ کی لاکھوں سال تک حیات معطل رہی۔ لاکھوں سال کہ جس کی کوئی حد و احصاء نہیں ہوتی ہے پیچھے جانے کی وہ بعض حیات رہے اور بعض معطل رہے۔ یہ خاصیت ابھرنے سامنے آنے ظہور ہونے کیلئے اتنے سال کیوں دیر ہوگئی؟ کیوں ایک کرہ میں یہ حیات آ گئی اور دوسرے میں نہیں آئی۔ کیوں بعد میں آئی اور پہلے میں نہیں آئی۔ سوال یہ بھی ہے کہ اس کرہ میں کس نے اسے پیدا کیا؟ اس زمانے میں کس نے پیدا کیا پھر حیات آنے کے بعد اس کو دوام کس نے بخشا؟ یہ دوام بھی صدفے سے ہوا ہے۔ عقل انسانی کی ذمہ داری ہے کہ ان اسباب و علل کو ظاہر کریں جو ان مفروضات کا جواب دیں۔ یہ حیات بطور صدفہ پیدا ہوئی ہے یا خالق علم و ارادہ نے پیدا کی ہے؟ کوئی چارہ نہیں کہ تسلیم کریں کہ مادے میں حیات خالق علیم و قدیر و مرید نے پیدا کی ہے۔ اس فرض کے ساتھ اس مردہ مادے میں حیات پیدا ہونے کا معمہ حل ہو جاتا ہے کہ مردے سے زندہ پیدا ہوتا ہے بلکہ خالق متعال کے فرض کے بعد اصل وجود کا معمہ خود بہ خود حل ہو جاتا ہے۔ عقل کی آواز کو تقویت ملتی ہے۔ خلقت اول و آخر سب کی برگشت اللہ کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت ۹۵ میں آیا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ﴾ ''بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے

والا ہے وہ مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور وہی زندہ سے مُردہ کو نکالنے والا ہے یہی اللہ ہے پھر تم کہاں بہکے چلے جارہے ہو؟''

دلیل خلق:

اثبات وجود باری تعالیٰ میں جو دلائل قائم کیے گئے ہیں وہ درحقیقت ایک مفہوم ہے لیکن علماء نے اسے مختلف اور متعدد کلمات سے تعبیر کیا ہے۔ بعض نے اس کو دلیل خلق کہا ہے جبکہ بعض نے دلیل ابدا کہا ہے، تیسرے نے دلیل اختراع کہا ہے، چوتھے نے اس کو دلیل حدوث کہا ہے۔ پانچویں نے اس کو دلیل تغیر کہا ہے، چھٹے نے اس کو دلیل حرکت کہا ہے تو ساتویں نے اسے دلیل امکان کہا ہے۔

مکونات سحاب:

وجود باری تعالیٰ پر محکم دلائل میں سے ایک مظاہر سحاب (بادل) بادلوں سے بارش برستی ہے۔ بارش سے ہر طرح کے اشجار، زراعت، جنگلات زندگی لیتے ہیں، باقی پانی زمین کے اندر محفوظ ہو جاتا ہے، نہروں، دریاؤں سمندروں سے بخارات بن کر دوبارہ بادل بن جاتے ہیں سورہ نور آیت ۴۳ میں اللہ نے سحاب کو اپنا نشان الوہیت بتایا ہے۔ کتاب اعجاز القرآن فی وصف الریاح سحاب ص ۵ پر لکھتے ہیں سحاب کے قلیل کو مطر کہتے ہیں۔ اس کی انواع و اقسام ہیں۔ بادلوں کی ایک قسم کا نام سحاب رکامیہ جس سے مطر بنتا ہے۔ بادلوں کے اندر گرج اور چمک بھی ہوتی ہے۔ بادل ۱۵ کلومیٹر بلندی تک ہوتے ہیں۔ جدید علوم کی بڑھتی ہوئی غیر معمولی پیشرفت کے سبب ایک فضائی رصدگاہ دور سے ان بادلوں کا پتہ چلانے کے وسائل

کئی طرح کے جدید الیکٹرونک وسائل سے معلومات حاصل کرتی ہے۔اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آخر سحاب کیسے کس چیز سے بنتا ہے؟ بادل کیسے بنتے ہیں؟ اس میں پیشرفت کیسی ہوتی ہے۔فضاء کا اس میں کہاں تک دخل ہے؟ اس علم میں تحقیق کرنے والے تاریخ علم سحاب کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔۶۰۰ سال قبل میلاد مسیح سے لے کر ۱۶۰۰ میلاد کا دور جس کو دور تخمین کہتے ہیں۔

۲۔۱۶۰۰ سے ۱۸۰۰ میلادی تک کا دور۔اس دور کو غیر علم الاضاد جوئی کہتے ہیں۔

۳۔انیسویں صدی ۱۹۰۰ دور کے آغاز سے ابھی تک کا دور ہے۔

عرب اہل علم و کتاب نہیں تھے اہل کتاب کی برگشت کتب عہدین پر منتہی ہوتی ہے۔کتب عہدین سے جو معلومات ہمیں ملی ہیں وہ سب کعب احبار اور وھب بن منبہ کے ذریعے سے ملی ہیں۔اس سلسلہ میں وارد روایات کی اسناد کی برگشت انہی افراد پر منتہی ہوتی ہے۔

کائنات حادث ہے

کائنات بذات خود حادث ہے پہلے نہیں تھی، بغیر کسی فاعل، سبب و موجد کے پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک فاعل موثر کے ذریعہ پیدا ہوئی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔وہ صاحب ارادہ حیات حکمت والا ہے جو پوری کائنات پر احاطہ رکھے ہوئے ہے اس کو خالق کائنات کہیں گے۔کائنات کی بھی تاریخ پیدائش ہے یعنی ایک دور میں وہ

نہیں تھی بعد میں وجود میں آئی ہے لیکن وہ کس تاریخ کو پیدا ہوئی ہے؟ اب تک اس کی کتنی عمر ہو چکی ہے؟ یہ کسی انسان کی مقدوریت و مستطاع سے خارج ہے۔ کتاب عقیدتنا تالیف عبداللہ نعمہ ص ۱۸۵ اس سلسلہ میں جو معلومات ہمارے پاس ہیں اس کا ماخذ یہودیوں کی کتب ہیں جس کے راوی اسلام قبول کرنے والے افراد کعب بن احبار، وہب بن منبہ وغیرہ ہیں کیونکہ ان دونوں کی منافقت یہود گرائی، اور تضاد گوئی کی وجہ سے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا لہذا ہم صرف قرآن کریم کے لائے ہوئے اخبارات پر اعتماد بھروسہ کر سکتے ہیں لیکن قرآن میں کوئی ایسی واضح صریح تاریخ نہیں دی گئی ہے یہ تذبذب تردد کہ اس کی کتنی عمر گزر چکی ہے، نامعلوم رہی ہے۔ یہاں تک علم طبیعت میں پیشرفت کی ابتداء میں بعض نے ۷۵ ہزار سال بتایا ہے۔ اس کے بعد فلکیات، فزکس جیالوجی وغیرہ نے حیران کن اور حیرت انگیز ترقی کی ہے انہوں نے زمین کی عمر کے بارے میں تحقیقات، علمی بنیادوں پر استوار کی ہیں۔ انہوں نے بعض مواد جیسے ریڈیم، یورینیم کہتے ہیں کتنے عرصے میں ختم ہوتے ہیں انہوں نے اندازہ کیا کہ زمین کی عمر تین ملین سال ہے جو سب سے قریب مفروضہ ہے لیکن اس پر حیات زندگی ایک ہزار آٹھ سو ملین سال گزرے ہیں۔ اس طرح انسان نے روئے زمین پر قدم تین سو ملین سال پہلے رکھا ہے، علم و اکتشاف کی گاڑی سرعت و تیزی سے بڑھتی گئی یہاں تک علماء نے عمر زمین کو دو بلین سال فرض کیا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد اس میں ایک اچانک غیر عادی انفجار واقع ہوا یعنی پانچ سو ملین سال پہلے اس پر بھی اعتماد یقین نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ علم ابھی بھی آگے

بڑھ رہا ہے جو بھی ہو ان باتوں سے یہ کشف ہوتا ہے کہ مادہ کائنات کی ایک ابتداء ہے یعنی وہ پہلے سے نہیں تھا۔ علماء کی آراء ابتدائے کائنات کے بارے میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ رکھتی ہوں لیکن سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کا ایک نقطہ آغاز ہے اس کی ایک عمر ہے۔ اگر عمر ناپنے کا وہ آلہ ہمیں میسر ہو جائے تو ہم یہ اندازہ بھی لگا سکتے ہیں لیکن حتمی ہے کہ یہ ازلی نہیں ہے لہٰذا مادے کی عمر کے اندازے کے تحت ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ کائنات کا کوئی خالق ہے جس نے اسکو عدم سے وجود بخشا ہے۔ عصر حاضر میں کائنات میں جو کیلنڈر رہے وہ بحث ونزاع چل رہا ہے۔ ان چار مفروضوں کے گروہ زیادہ ہیں۔ ان دو میں مقابلہ ہے جبکہ باقی دو ہار چکے ہیں۔

۱۔ کائنات ازلی ہے مادہ اولیٰ ازلی ہے اور باقی چیزیں اس سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ہمیشہ تجدد میں ہے، اسی سے حیات نکلی ہے۔

۲۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو کہتا ہے یہ کائنات حادث ہے۔ مادہ اولیٰ حادث ہے، اسے وجود بخشنے والا اس سے باہر ہے جو کسی قسم کی مادی صفات کا حامل نہیں ہے۔ پہلی فکر کا کہنا ہے یہ جو کائنات ہے ہمیشہ سے تھی اور اس کیلئے کسی خالق کا موجود ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مادئین کا کہنا ہے ہمارے حواس محدود ہیں، ہمارے وسائل وذرائع محدود ہیں۔ اب تک کوئی طاقت وقدرت جسے اللہ کہا جائے خالق کہا جائے نظر نہیں آئی ہے۔ لہٰذا جو چیز ہمارے علم میں نہ آئے ہم اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ ہم نے اللہ کو تلاش کیا نہیں پایا، جو کچھ ہے وہ مادہ ہے چاہے کتنی

ہی محیر العقول ترتیب تنظیم کیوں نہ نظر آئے۔ ان الحاد پرستوں کے سامنے تین مفروضے پیش کرتے ہیں وہ ان میں سے جو بھی قبول کرنا چاہیں، رد کرنا چاہیں کریں لیکن رد و قبول بھی کسی دلیل و منطق کے تحت ہونا چاہیے۔

۱۔ مادہ قدیم و ازلی ہے وہ پہلے سے تھا عدم سے وجود میں نہیں آیا وہ موجود تھا اور رہے گا لہٰذا اس کے لئے کسی خالق غیر مادی کی ضرورت ہوتی ہی نہیں۔

۲۔ مادہ خود اپنے آپ پیدا ہوا ہے۔ وہ غیر مادی خالق سے پیدا نہیں ہوا ہے۔

۳۔ کوئی غیر مادی خالق اور موجد اسے وجود میں لایا ہے۔

تعریف مادہ

مادہ کتاب موسوعۃ علمیہ مبسط ص ۳۴۰ پر آیا ہے ہر وہ چیز جو جگہ یا مکان گھیرتی ہو اسے مادہ کہتے ہیں۔ مادہ کی تین قسمیں بتائی جاتی ہیں یعنی جامد، سائل اور آغاز۔ یہ تین حالتیں ہمیشہ مادے پر عارض رہتی ہیں۔ مادہ کی ایک اور تقسیم کرتے ہیں عضویہ اور غیر عضویہ۔ عضویہ میں انسان حیوان، درخت پھول وغیرہ آتے ہیں، غیر عضویہ میں لکڑی کپاس وغیرہ آتے ہیں۔ مادہ ذرات ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں کھڑکی سے اندر داخل ہوتی ہیں تو نظر آتی ہیں۔ ذرات اپنی جگہ چند چھوٹے اجزاء سے مرکب ہوتے ہیں وہ الکترونیات ہیں جو انتہائی باریک اجزاء ہیں جو دائماً حرکت میں رہتے ہیں۔

خلیہ: [کتاب رحلہ فی الایمان فی جسم الانسان تالیف محمد حامد احمد ص ۱۹]

خلیہ اس اکائی جزء کو کہتے ہیں جس سے ذی حیات پیدا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ایک بالغ انسان کے جسم میں ایک سوٹریلین سے زیادہ خلیے ہوتے ہیں۔ خلیہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ حواس خمسہ کے درک سے باہر ہوتا ہے۔ اگر آلہ مبتکر پیدا نہ ہوتے تو اس کا اکتشاف ممکن نہیں تھا۔ اس کی جسامت کا اندازہ اس طرح بھی لگا سکتے ہے ایک ذرہ سرخ خون کو دیکھنے کے لئے ایسا آلہ مبتکر کی ضرورت ہے جو جسم کو ۱۴۰ گنا بڑا کر کے دکھا سکے۔ جہاں تک اس کے وزن کے بارے میں کہتے ہیں اس کا ایک گرام کا ملیاردوان حصے کے برابر وزن ہوگا۔ خلیہ دائم موت وحیات ہوتا ہے۔ انسانی جسم ایک سیکنڈ میں ۱۲۵ میلیون خلیے کھاتا ہے جو دوسرے خلیے میں تبدیل کرتا ہے جو اس جیسا خلیہ ہوتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کل جسم کے خلیے ہر ہفتہ پورے بدلتے ہیں یا نہیں۔ یہ لاکھوں خلیے نطفہ امشاج ہیں جن سے جنین بنتا ہے۔

علامہ شعراوی اپنی کتاب مختارات من تفسیر القرآن سورہ مبارکہ الطارق آیہ ’’**فلینظر الانسان مم خلق**‘‘ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ بعض انسان اپنی خلقت اولیٰ سے غفلت برتتے ہیں۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے خلق ہوا ہے، انسان ایک اچھلتے پانی سے خلق ہوا ہے، یہ پانی شکم مادر میں خلیہ بن جاتا ہے وہاں سے وہ تقسیم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ خلیہ اپنی پہلی خلق میں عقل نہیں رکھتا، درک بھی نہیں رکھتا حتی کہ ارادہ بھی نہیں رکھتا ہے۔ لیکن ہر خلیہ اپنے معیار کی طرف جاتا ہے مثلاً بعض خلیے ہڈیاں عظم بنتے ہیں،

بعض اعصاب بنتے ہیں۔ ہڈیاں بھی اپنی جگہ کئی انواع واقسام کی ہیں۔ بعض خلیے مھدف ہوتے ہیں، بعض سطحی ہوتا ہے۔ یعنی کارخانہ خلیہ ہضم بنتا ہے، بعض نظام تنفّسی بنتا ہے، بعض دانت، بعض ناک کی ہڈی بنتا ہے۔ بعض ناقص بعض بال بنتا ہے۔ دیکھیں یہ تقسیم مقدار خلیہ کا تعین بطور صدفہ بنتا ہے یا کسی منظّم نظام کے تحت بنتا ہے، اس کا منظّم کون ہے؟

اللہ کو کس نے خلق کیا

ہم چونکہ ایک ایسے خالق پر ایمان لائے ہیں جو ہمیشہ سے موجود تھا۔ وہ کسی موجد کی نیاز واحتیاج نہیں رکھتا ہے، اسی نے تمام خلائق کو وجود بخشا ہے لیکن اس ذات کے فضل وعنایت سے ہمیں کبھی فقر وبحران دلائل کی قلت وکمی کا سامنا نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا، نہ ہم سائل کو ڈانٹ ڈپٹ کر واپس کرتے ہیں لہٰذا جواب دیتے ہیں۔ اس سوال کے متعدد جواب ہوسکتے ہیں اگر ہر وجود کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے وجود کو کسی ہستی سے لے تو دنیا میں کوئی بھی موجود نہیں ہوگا۔ مثلاً یہ نقد دینے والے کیلئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نقد کو کس سے لیتا ہے۔ کسی نظریے کے بارے میں یہ کہیں کہ اس کا کسی دوسرے سے لینا ضروری ہوتا ہے تو یہ اصول تمام علوم وفنون پر لاگو ہوتا ہے کہ ان کا آغاز کس سے اور کیسے ہوا ہے؟ اس کے بغیر کسی علم وفن کا وجود سوالیہ رہے گا لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی نقطہ آغاز ہو۔

کائنات کا ہر وجود دو حالت سے خالی نہیں

۱۔ وہ خود اپنا آپ وجود ہے۔

۲۔اپنا وجود کسی سے لیا ہے۔شخصی باعث محقق اگر کسی وجود کے موجد کا پتہ نہ چلے تو وہ خود فرض کرتے ہیں کیونکہ کوئی بھی وجود بدون، موجب بدون سبب پیدا نہیں ہوتا ہے،لہذا ہر موجود کا ایسے وجود سے ملنے کی ضرورت ہے جس نے اپنا وجود کسی سے نہ لیا ہو۔وہ لینے والا نہیں دینے والا ہوتا ہے،اگر کسی وجود کا فرض باطل ہوتو کوئی بھی وجود نہیں ہوگا۔اس سوال کا تنہا موحدین کو سامنا نہیں بلکہ خود مادیین کے لئے بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اس کو کس نے پیدا کیا۔موجد اول نہ ملنے کی صورت میں انسان کوئی سبب علت فرض کرتے ہیں جو دو حال سے خالی نہیں۔

پہلے زمانے میں یہ عقیدہ تھا کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے بعد میں تحقیق ہوئی کہ یہ سمندروں سے بخارات کی شکل میں اوپر جاتی ہے جو بعد میں بادل بن جاتے ہیں اور پھر بارش بن جاتی ہے۔یا اس سے پہلے سورج کے زمین کے گرد گردش کرنے کی بات کرتے تھے اب کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے یا رعد و برق کوئی دو گوسفند کی لڑائی ہے لیکن یہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ بادلوں کا ٹکراؤ ہوتا ہے جس سے رعد و برق پیدا ہوتی ہے۔یہ فکر اس وقت سے شروع ہوئی جب سے صنعتی انقلاب آیا۔صنعتی انقلاب سے اس فکر میں نمو پر آئی ہے لیکن اس سے پہلے یہ فکر کہاں سے ملتی ہے اسے تلاش کریں گے تو یہ فکر نظریات یونانی سے ملتی ہے جہاں ۴۷۳ سے ۴۲۳ سال قبل میلادی میں کہا کہ پہلے کائنات ساکن تھی مجتمع تھی۔اس میں شوق تھا پھر آپس میں اشتیاق تھا۔ پھر اس میں آپس میں ضد آئی اور اس سے ایک عالم میں انفجار پیدا ہوا ایک دوسرے کی طرف کشش ایک دوسرے

کے ساتھ مار پیٹ اور ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہوئی۔ اس کے باوجود یہ کہتے تھے روح پہلے سے موجود تھی جس طرح ہر مادہ کی ایک برگشت عناصر اربعہ پانی، مٹی ،ہوا، آگ کو جاتی ہے اسی طرح سے روح کو بھی جاتی ہے۔ اس فکر میں کوئی نئی بات نہیں جیسا کہ آج کل کے مادیت پرستوں نے گھڑی ہیں۔ یہ فکر دو فکروں سے گھڑی گئی ہے ایک قانون سفسطہ اور دوسرا قانون تعطیل۔

کائنات کیسے پیدا ہوئی: [عقید تناص ۱۸۶]

منکرین وملحدین اللہ کے پاس ہم چار احتمالات مفروضات کو ان کی میز پر رکھتے ہیں، کائنات کے بارے میں یہ چار مفروضے بنتے ہیں جہاں پانچویں کی گنجائش نہیں اور انہیں ان چار مفروضوں میں سے ایک کو اپنانا ہوگا:

۱۔ یہ جو کائنات ہمارے حواس، مناظر ومشاہد میں آرہی ہے جسے ہم کائنات یا عالم کہتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کا کوئی وجود نہیں یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب ہمارے تخیلات وہمیات ہیں۔ ہمارے ذہن سے باہر کوئی چیز ہو ایسا کوئی وجود نہیں ہے یہ فکر سر جیمز جینز کی ہے جیسا کہ کتاب اللہ یتجلہ ص ۸۷ میں آیا ہے ان سے پہلے ایک سوفسطائی گروہ کا کہنا تھا کہ جن اشیاء کو ہم محسوس کرتے ہیں، دیکھتے ہیں سونگھتے ہیں یہ سب مفکرین کے دماغ کی سوچ میں ہیں ان کا کوئی وجود اور بیرونی تصور نہیں ہے۔ گویا اس فکر ونظر کے تحت دنیا میں سب ایک وہمیات و خیالات کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس فکر کو کسی زبان سے، کسی منطق سے، کسی دلیل سے معتبر دلیل نقلی یا تورات وانجیل قرآن سے، حدیث سے اس گروہ کو نہیں

منوا سکتے ہیں سوائے اس کہ ہم ایک ہتھوڑا' ایک کلہاڑی اس انسان کے سر پر ماریں اگر اس نے کہا کیوں مارا تو اسے جواب میں کہہ سکتے ہیں اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ آپ کا خیال ہے ہم نے تو نہیں مارا ہے۔

۲۔ یہ عالم جو کچھ ہے وہ مادہ ہے۔ جو طاقت وقوت اور عجائب وغرائب حیرت انگیز کا حامل ہے۔ یہ ایک قانون کے تحت چلتا ہے ایک نظام کے تحت چلتا ہے لیکن یہ کب پیدا ہوا کیسے پیدا ہوا ان کا کہنا ہے پیدا تو عدم سے ہی ہوا ہے لیکن کسی موجد، کسی سبب موثر کے اثر وجود میں سے نہیں آیا بلکہ بغیر سبب وجود میں آیا ہے۔ اس نے اپنے لئے خود سبب بنائے ہیں۔ آپ جسے جاذبیت کہیں، خوبی کہیں، حسن کہیں یہ سب کے سب ایک تصادفی عمل ہیں اسے بھی سوفسطائی کہیں گے۔ یہ از روئے صدفہ وجود میں آیا ہے معلوم ہے کہ صدفہ موجودات کے درمیان اتفاق سے ہوتا ہے۔ ایک شخص گلی سے گزر رہا تھا معمار کے ہاتھ سے اینٹ گری اور اس کے سر پر لگ گئی لیکن ایک چیز عدم سے وجود میں آئی ہے اس صدفہ کی کوئی مثال نہیں بنتی ہے۔

۳۔ کائنات پہلے سے ہی تھی کون کہتا ہے کائنات نہیں تھی تا کہ ہم اس کے موجد کو تلاش کریں وہ ہمیشہ سے تھی اس کا کوئی آغاز نہیں یہ پہلے سے موجود تھی رہے گی۔ اس کے وجود کو کوئی فنا نہیں اس فکر کے بہت سے مادین داعی ہیں وہ مختلف دلائل اس پر لاتے ہیں ان کا کہنا ہے مادہ بذات خود اساس و بنیاد خلقت ہے۔ وجود کائنات زندہ و مردہ دونوں خود اپنے آپ سے ہیں اس کے پس پیش کوئی چیز نہیں

ہے جوان کو حیات بخشتی ہو۔ایسا نہیں ہے۔

مادہ نے اپنے آپ کو پیدا کیا

مادہ پہلے عقل رکھتا تھا نہ حیات۔ جو حیات یا عقل مادے میں آئی ہے یہ کہاں سے آئی ہے؟ کیسے ممکن ہے جو چیز خود فاقد ہو وہ دوسرے کو زندگی نہیں دے سکتی ہے۔نظریہ تطور خلیہ ملاحظہ کریں۔ مادہ پیدا ہوا ہے وہ ازلیت وابدیت دونوں نہیں رکھتا مادہ کی ازلیت وابدیت کے قائلین دو ہیں۔ کتاب الاصول العقیدہ فی التوحید العدل ج اص ۱۴۵ لکھتے ہیں لافوازیہ کا کہنا ہے ''**ان المادہ لا تفنی ولا تستمدت**'' مادہ فناء پزیر نہیں ہے، جس طرح تخلیق فنا پذیر ہے۔

۲۔مادہ حادث ہے لیکن وہ اچانک بطور صدفہ پیدا ہوا ہے اس کے لئے مادئیین چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ا۔ایک یہ مثال دی جاتی ہے کہ برسوں گزرنے کے بعد ایک دوسرے کے جاننے والے دوست غیر متوقع طور پر کسی چوراہے پر ملتے ہیں، یا کسی بس میں دوران سفر ملاقات ہوتی ہے۔ مادہ کی حادثاتی پیدائش کو ایسی مثالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی صفت مثلاً حسن کو کہتے ہیں کہ نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ فنا کیا جا سکتا ہے یہاں علیت اور فاعلیت کا فقدان پایا جاتا ہے۔

۲۔ایک آدمی نے ہرن یا پرندے کو یا اپنے دشمن کو مارا تھا یا مارنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن نشانہ اپنے عزیز بیٹے یا دوست کو لگا حالانکہ انہیں مارنے کا ارادہ نہیں تھا۔

۳۔کسی معمار کے ہاتھ سے اینٹ گر کر کسی فرد کے سر پر لگی وہ مر گیا لہٰذا کائنات بھی اسی طرح سے ہے کہ اچانک یہ چیزیں وجود میں آئی ہیں۔

مادیین کا کہنا ہے جو ہمارے حواس و مشاہدے میں نہیں آیا ہم اسے کیسے مانیں، یہاں مادیین کو شبہ ہوا کہ عقل وادراک عاجز ہوگی لیکن درحقیقت ان کی عقل بیٹھ گئی ہے وہ اس میں تمیز نہیں کر پاتے کہ ہم نے ''نہیں پایا'' اور ''نہیں ہے'' میں فرق ہے۔ نہ پانے اور نہ ہونے میں فرق ہے۔اس کا پانا محال ہے کیونکہ وہ مادہ نہیں ہے۔

منورین علم

۱۔منورین علم کا کہنا ہے ماورائے مادہ کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ ماورائے مادہ کسی چیز کے وجود کا اعتقاد رکھنا خرافات وہم گیری کے مترادف ہے۔لیکن ہم ان منورین سے پوچھتے ہیں یہ جو عالم اس وقت آپ کے عالم کے شیشے میں نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے، وجود ہے یا نہیں؟ اگر کہیں گے اس کا بھی کوئی وجود حقیقت نہیں تو اس کو علماء نے سوفسطہ کہا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے کو فسطائیزم کہیں گے۔

۲۔اگر اس کائنات کا کوئی وجود ہے اور وہ نظر میں آتی ہے لیکن اس کا کوئی موجد نہیں جیسے ملحدین مادیین کہتے ہیں۔ مادیین اپنی جگہ دو گروہوں میں تقسیم ہیں مادیین میکانیکین اور دوسرے مادیین جدلین ہیں جو چند صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔

۱۔یہ جو کائنات ہے یہ ازل سے ہمیشہ سے تھی اور رہے گی لہٰذا اس کے لئے

کسی موجد کی ضرورت نہیں ہے۔

جبکہ علم تحقیقات، کشفیات، فزکس بتاتی ہے کہ اس میں ازلیت کے منافی عناصر پائے جاتے ہیں جو ازلیت کو مادہ سے مسترد کرتے ہیں۔

۱۔ نئی ایجادات نئی موجودات کا وجود میں آنا۔

۲۔ مادہ میں ترکیب۔

۳۔ مادہ میں حرکت۔

۴۔ مادے کا ہر آئے دن تغیر کی زد میں ہونا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مادہ ازلی نہیں ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مادہ کے ازلی ہونے کا عقیدہ خود ایک قسم کے خرافاتی اور تشدد اور من مانے نظریات پر مبنی ہے۔

۵۔ یہ مادہ اپنی جگہ خود بخود وجود میں آیا ہے جیسے علماء سوفسط کہتے ہیں۔ اسے بھی علماء نے مسترد کیا ہے۔

۶۔ یہ جو کائنات ہے اس کا موجد ہے لیکن وہ موجد بھی مادہ ہے تو سوال اپنی جگہ تکرار ہو جائے گا۔ اس موجد کے بارے میں سوال ہوگا یہ بذات خود ازلی تھا یا وجود میں آیا ہے اگر ازلی ہے تو سابقہ اعتراضات کی مانند ہے اگر حادث ہے تو صدفہ ہوگا۔

۷۔ اگلا مفروضہ یہ ہے کہ جو اس کائنات کا موجد ہے وہ مادہ ازلی ہے وہ اللہ ہے، اللہ اس کائنات کو وجود میں لایا ہے۔

ہم ان اتفاقیہ والوں سے کہتے ہیں آیا یہ پرندے ہوا میں ایک خط پر ایک سمت

میں اڑتے ہیں، کبھی سیدھے کبھی دائیں کبھی بائیں طرف، کبھی نیچے کبھی اوپر یا دریا میں موجود مچھلی جو دور دراز سے اپنی جگہوں پر واپس جاتی ہے یہ صدفہ ہے؟ جو ہزاروں میل طے کر کے ہزاروں جاتی ہیں یہ کیا صدفہ ہے؟ آیا یہ صدفہ ہے کہ انڈے سے چوزے جب نکلتے ہیں تو کب نکلتے ہیں کیسے چوزے کو پتہ چلتا ہے کہ اس کا خول کمزور ہو گیا ہے؟ کس طرح سورج پرستوں کو پتہ چلا ہے کہ سورج ہی ہمیں حیات بخشنے والا ہے، ہمیں حیات سورج سے ملی ہے۔ کیا صدفہ ہی ہے جو میدانوں میں درخت بناتے ہیں، سبزی اگاتے ہیں اور ان پر بارش برستی ہے۔

کیا صدفہ سے خلیے نے اپنا راستہ اپنایا ہے، اس میں اندر سے حیات آئی ہے؟ صدفہ ہے جس سے نباتات اور اس سے طاقت نکلتی ہے؟ صدفہ ہے جس سے مکھی اپنے لئے تھیلا بناتی ہے تا کہ وہ پانی پر چلے اور ہلاک نہ ہو جائے۔ صدفہ ہے کہ یہ چیونٹی جہاں گندم کا ذخیرہ کرتی ہے اس میں سم پاشی کرتی ہے پھر وہاں سے اپنے ٹھکانے میں لے جاتی ہے صدفہ ہے؟ جس میں یہ شہد کی مکھی اپنا چھتہ بناتی ہے، صدفہ ہے کہ وہ پھولوں سے اپنی غذا بناتی ہے؟

موادا ولیٰ کائنات: [تکامل فی الاسلام ج ۳ ص ۸۷]

استاد علوم ریاضی وفزکس عراقی اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں علم فزکس کی آخری تحقیقات کہتی ہیں کہ مادہ جس سے کائنات بنی ہے وہ ذرہ کہلاتی ہے۔ ذرّہ یعنی وہ جزء جو قابل رویئت نہیں ہے۔ علامہ احمد امین لکھتے ہیں اس ذرہ کا اکتشافات کرنے والے عالم کا نام دیمقرطیس ہے۔ یہ میلاد مسیح سے پانچ سو سال قبل رہے

تھے۔ دیمقرطیس کہتے تھے اگر آپ ایک ٹکڑا لوہے کے دو ٹکڑے کریں پھر اس کے ایک حصے کو دوبارہ ٹکڑے کریں ان ٹکڑوں کے دوبارہ کئی دفعہ پھر ٹکڑے کریں جو آخری ٹکڑا ہوگا، وہاں سے اگر دوبارہ شگاف کریں تو لوہے والی خاصیت ختم ہو جاتی ہے یا سونا یا چاندی جس کے ٹکڑے یہاں تک پہنچ جائیں گے کہ اگر شگاف کرنے سے اس مادہ کی خاصیت ختم ہو جائے تو اس جزء کو جزء یتجرا کہتے ہیں۔ اس آخری جزء لا یتجزء کو یونانی زبان میں ایٹم کہتے ہیں یعنی غیر منظور مادہ۔ علماء فزکس کہتے ہیں تمام عالم جن ذرات سے بنے ہیں ان کی کل تعداد جو ابھی تک دریافت ہوئی ہے وہ ۹۹ یا سو بتائی جاتی ہے۔

۱۹۹۷ میں تھامسن نامی عالم فزکس نکلے جنہوں نے کہا ہم ان سو ذرات جن کو جزء لا یستجزاء کہا جاتا ہے اس کو تقسیم کر سکتے ہیں اور ہر ایک میں کتنے اجزاء مثبت ہیں اور کتنی منفی یہ بھی دریافت کیا ہے۔ پھر اس حوالے سے انکشافات رک گئے یہاں تک کہ جامعہ صوریوں سے مادام کوری نکلیں جنہوں نے اشعہ کشف کیا، پھر انہوں نے ۱۹ صدی بیکریل میں یورینیم کو دریافت کیا۔

اقسام انکار خالقیت اللہ: [تجدید واسبابہ ص ۱۸]

۱۔ انسان سمیت تمام کائنات بطور صدفہ پیدا ہوئی ہے یا وہ ازل سے تھی یا خلق کرنے کے بعد کسی ہستی کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اس وقت کائنات آزاد ہے اب انسان اور حیوان یا دیگر مخلوقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ''**وما یھلکنا الا الدھر**'' یہ نظریہ جاہلیت خالقیت کہلاتا ہے عقل وفکر سب اسے مسترد کرتے ہیں۔

۲۔مشرک خالق کائنات کوتو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس تک رسائی سے انکار کرتے ہیں،اس تک رسائی کے لئے انہوں نے بہت سے اصنام،اوثان اختراع کیے ہیں۔ بت دریا صحراء بت، اشجار بت، انجم و سیارات بت، قبورات تابوت بت، پرچم بت، لاتعداد انسان ہر خانہ وآشیانہ میں بت کی طرح ہیں۔بعض کو بت پرست حقیقی کہہ سکتے ہیں بعض کو بت پرست متوسل کہہ سکتے ہیں۔لیکن سب سے افسوسناک بت وہ ہیں جو اس دنیا کے تمام بتوں کو توڑنے خدا کا ذکر نے سے، پرچم توحید بلند کرنے ،شرک کا خاتمہ کرنے کے لئے مبعوث ہونے والے انبیاء اوران کی راہ پر چلنے والے اصحاب و آئمہ کو ہی بت بنائے ہوئے ہیں۔ یہ وہی بات دہراتے ہیں جو مشرکین کہتے تھے﴿أَلا لِلَّهِ الدِّينُ الْخالِصُ وَ الَّذينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِياءَ ما نَعْبُدُهُمْ إِلاَّ لِيُقَرِّبُونا إِلَى اللَّهِ زُلْفى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فى ما هُمْ فيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لا يَهْدى مَنْ هُوَ كاذِبٌ كَفَّار﴾ (آگاہ ہوجاو خالص دین (عبادت) اللہ ہی کے لیے ہے اور جنھوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں بیشک اللہ ان کے درمیان (اس کا) فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا اُسے جو جھوٹا (اور) بڑا ناشکرا ہو۔) آپ لوگ کیسے انکار کرسکتے ہیں اللہ نے انہیں سب کچھ دیا ہے ہم نے نہیں۔اگر آپ نہیں مانتے ہیں تفسیر ھدی للمتقین کے آخر میں ملاحظہ کریں جہاں مشرکین کو تحفظ دینے پناہ دینے والوں نے ضمانت دی ہے

کہ وسیلہ کو مانتے ہیں ان کی تعظیم واحترام کے نام سے بت خانے بناتے ہیں اور ان بتوں کے پرستش سے روکنے والوں کو کافر گردانتے ہیں۔

کائنات بطور صدفہ وجود میں آئی ہے

کائنات کیسے انوکھی حیرت انگیز ترتیب اچانک بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔ کتاب عقید تناص ۱۹۰ پر آیا ہے صدفہ کسی چیز یا کسی صفات ومظاہر کا بدون سبب و علت پیدا ہونے کو کہتے ہیں، جبکہ اس چیز یا صفت کا اپنی جگہ وجود میں آنے یا عدم میں رہنا دونوں برابر ہیں۔ کسی ایک کی ترجیح نہیں ہے پھر بھی کسی ایک کو ترجیح دیں تو اس کو ترجیح بلا مرصح امتیاز بلا سبب کہیں گے جو کہ عقلاً قبیح یا محال ہے۔ صدفہ اس معنی ومفہوم کے تحت عقلی ومنطقی، علمی، تحصیلی قوانین مسلمہ علمی سب اسے مسترد کرتے ہیں۔ اس کائنات میں کوئی چیز بدون سبب علت اپنے آپ وجود میں نہیں آئی ہے۔ بغیر کسی سبب وعلت کے وجود میں آنا عقلاً محال وناممکن ہے۔ اگر چہ ہم اسے ظاہری طور پر درک نہ کریں لیکن سبب کا ہونا ناگزیر ہے اگر چہ ہم بہت سے مواقع حالات میں کہتے ہیں کہ بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔

ا۔ آپ کتے کو مارنے کے لئے زمین سے پتھر اٹھاتے ہیں لیکن پتھر کے نیچے سے آپ کو پیسے مل جاتے ہیں۔ یہ اتفاقیہ ہے؟

ا۔ ممکن ہے مادی میکانیکی یہ اعتراض کریں یہ اعتراض جو اللہ پرستوں نے مادہ پرستوں پر صدفہ کے بارے میں کیا ہے خود الہین پر بھی لاگو ہے جہاں انہوں نے وجود خالق کون ومکان کو فرض کیا ہے لیکن یہ اعتراض ان پر وارد نہیں ہوگا لیکن

مادین کا تصور صرف احتمال ہے کہ خلل آیا ہے۔ان کے پاس اس خلل کے بارے میں دلیل عقلی نہیں ہے۔ تجربہ مشاہدے، حس والی دلیل ہے یہ ان کے تجربے میں آیا ہے یہ خالص وھم، اندیشہ اور اندازہ ہے جبکہ الٰہین کا اللہ دلائل عقلی سے ثابت ہے کہ کسی ایسے موجود کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔ کیونکہ کوئی چیز بغیر سبب علت فاعل وجود میں نہیں آتی ہے۔

۲۔ مادئین یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ صدفہ سے ہماری مراد بلا سبب علت نہیں بلکہ ہمارے لئے مجہول السبب ہے جیسا کہ عام اکتشافات میں ہوتا ہے غیر متوقع ہوا ہے، یہ بات بھی اپنی جگہ باطل ہے کیونکہ خلل صدفہ نہیں۔ممکن ہے یہ خلل اپنے اندر موجود مادہ سے آیا ہو یا بیرون مادہ سے نکلا ہوا ہو چونکہ بیرون مادہ کو مساوی نہیں مانتے ہیں لہٰذا مادی سبب کا فرض کرنا اپنی جگہ محال ہے کیونکہ وہ ساکن ہے اس کے لئے حرکت دہندہ چاہیے۔

صدفہ

کسی چیز کا بغیر کسی سبب یا مرجع کے پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔عقل عقلاء و عالم اور نئی عملی تحقیقات کے تحت کوئی چیز یا صفت بدون علت وسبب کے پیدا نہیں ہوتی ہے، ضروری نہیں ہے کہ ہم اس سبب کے تہہ تک پہنچیں اور اس کی حقیقت کا ادراک کریں۔ کائنات میں بطور صدفہ اپنے آپ کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی یہ حکم عقلی عملی ہے گرچہ ہم اس کے اسباب کو نہ پہچانیں۔ کائنات کی بطور صدفہ پیدا ہونے کے دعوے کے دلائل میں مادئین دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ مادئین میکانیکی۔ ۲۔ مادئین دیالبتکی۔

مادئین میکانیکی کا کہنا ہے کائنات جس مادہ سے بنی ہے وہ راکھ اور جامد تھا اس میں کسی قسم کی حرکت نہیں تھی اچانک بطور صدفہ ایک خلل پیدا ہوا جس سے وہ حرکت میں آیا۔

اگر ان سے سوال واستفسار کیا جائے کہ آپ نے کیوں اور کس منطق کی بنیاد پر یہ فرض کیا تو کہتے ہیں کیونکہ ہم نے کوئی محرک یا علت سبب نہیں دیکھی جس سے یہ حرکت میں ہے چونکہ حرکت سبب مانگتی ہے۔

کتاب عقید تناص ۱۸۸ پر آیا ہے کائنات بطور صدفہ وجود میں آئی ہے۔ا سے اللہ یا غیر مادی نے وجود نہیں دیا ہے۔ مادئین وجود کائنات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں:

۱۔گروہ اولیٰ جیسے مکانیکی کہتے ہیں کائنات موجود صورت حال آسمان وزمین اشجار حیوانات ذی روح انسان وغیرہ سے پہلے الیکٹرونز کی شکل میں منتشر تھی اور بعد میں بطور صدفہ اچانک وجود میں آئی ہے۔ یہ نظریہ گرچہ انقلاب صنعت کے بعد مشہور ہو گیا ہے تاہم اس کی برگشت امبید ادکل کو جاتی ہے۔ جو ۴۲۳۔۴۷۳ قبل میلادکور ہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ عناصر مادی بطور متراکم ومتجمع ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے پھر ان میں اچانک انفجار آیا۔ ان ذرات کے تنافر وتجاذب سے کائنات وجود میں آئی ہے لیکن روح پہلے سے موجود تھی ان کا کہنا ہے کائنات مادی تنوعات کی برگشت عناصر اربعہ کی طرف ہوتی ہے۔ لہٰذا انقلاب صنعت کے بعد

وجود میں آنے والے مادئین کا اس میں کوئی ابتکار اختراع نہیں وہ یہ امتیاز حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نظریہ پہلے سے تھا اس نظریہ کے داعیوں کا کہنا ہے کہ یہ کائنات پانچ بلین سال پہلے موجود نہیں تھی۔ اس وقت ستارے مجرات اور سیارات بھی نہیں تھے۔ مادہ ساکن، راکب اور الیکٹران پروٹان کی شکل میں موجود تھا۔ ان میں کسی قسم کی حیات یا حرکت موجود نہیں تھی۔ لیکن بعد میں اس کے اندر ہلکا پھلکا یا ضعیف سا خلل وجود میں آیا جس سے انتشار و افتراق پھیلا اور اس صدفہ کا سبب بنا۔ اس ہلکے پھلکے خلل نے ذرات کو حرکت پذیر کیا۔ یہ سلسلہ پھیلتا گیا یہاں تک کہ کائنات کی موجودہ حرکات اسی حرکت اولیٰ کا تسلسل ہیں۔ اس کے لئے حرکت میکا یکی کی مثال دیتے ہیں۔ اگر کسی حوض میں آپ نے اپنا ہاتھ پانی کے اندر رکھا اور ہاتھ ہلایا تو سامنے والے کو تو صرف پانی ہلتا ہوا نظر آئے گا لیکن درحقیقت آپ نے سارے حوض کا نظام درہم برہم کر دیا ہوتا ہے۔ مادئین نے یہاں دو دعوے کیے ہیں۔

۱۔ پہلی بار ان ساکن ذرات میں اچانک بطور صدفہ خلل آیا ہے جسے تمام کائنات میں حرکت آئی ہے۔

۲۔ یہی حرکت بطور مداوم و مسلسل، جاری ہے۔

یہ دونوں نظریئے کہ مادہ ازلی ہے پہلی بار مادہ میں خلل آیا ہے جس سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے یہ دونوں مفروضات احتمالی ہیں۔ اس کے لئے کوئی دلیل عقلی و تجرباتی مشاہداتی ثبوت پیش نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس نظریہ میں یہ طاقت و

قدرت نہیں کہ جس پر تمام نظام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے۔

جواب الٰہیین:

بدایۃ عالم ۶۴۰۔۵۴۶ قبل میلاد: [قصۃ الایمان ص ۲۸]

۱۔ بقول مادئیین عالم کائنات کا آغاز مادہ سے ہوا ہے اس بارے میں فلاسفر، علماء طبیعت مضطرب اقسام کے اقوال ونظریات رکھتے ہیں۔ان کا کہنا ہے عالم عدم محض سے وجود میں نہیں آیا ہے۔ ہر شروع ہونے والی چیز کی تفسیر جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایسا مادہ فرض کریں جس سے کل موجودات وجود میں آئے ہوں، جس مادہ سے کائنات وجود میں آئی ہے وہ پانی ہے، انہوں نے مبدء کائنات کو ماء کہا ہے۔ ماء اس لئے کہا ہے انہوں نے دیکھا کائنات کی ہر چیز مختلف اشکال و انواع رکھتی ہے، تغیر انواع والا مادہ ماء ہے کبھی ماء مائع ہوتا ہے کبھی برف بنتا ہے کبھی بخار لطیف بنتا ہے پھر پانی بنتا ہے زندگی کے لئے رطوبت شرط ہے یہ سب خصوصیات ماء میں پائی جاتی ہیں۔

۲۔۵۷۰۔۵۰۰ میلادی اینا کسی مینیز Anaximenes الکسیمنس نے کہا ہے پہلا مادہ ہوا ہے زیادہ تشکل تنوع پذیر ہے، جب ہواء ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو پانی بنتی ہے جب گرم ہو جاتی ہے تو بخارات بنتی ہے جب بخارات بنتی ہے تو مزید تیز ہو جاتی ہے پھر ہواء بن جاتی ہے۔

۳۔فیثاغورس Pythagoras نے کہا کہ تمام تغیرات و تبدلات کی برگشت کرتے ہیں اور تعدد کی برگشت وحدت کی طرف ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا درست

ہے۔

۴۔الیگزینڈر Alexander نے کہا ہے کہ پانی اصل ہے۔یہ ہوا والی بات غلط ہے۔مادہ اولی نہ ہوا، نہ پانی بلکہ وہ مادہ لایتغیر ولایفنی چیز ہے جس کی کوئی حدود قیود ہیں۔

۵۔پارمینائڈیز Parmenides نے کہا ہے نہ ماء نہ ہوا نہ عدد کوئی چیز مادہ اولی کائنات نہیں بن سکتی ہے۔یہ سب متغیر مشکوک اور اشکال والے ہیں لہٰذا یہ چیزیں مبداء کائنات نہیں ہوسکتیں۔مبداء کائنات کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جو تغیر نا پذیر ہو جس کیلئے ماضی مستقبل کی قید نہ ہو۔

۶۔۵۴۰۔۴۷۰ھر قلیط ہراکلیطس Heraclitus نے کہا کہ اصل کائنات نار ہے۔آگ سے پانی، پانی سے ہوا، ہوا سے دوبارہ آگ اور پھر پانی ہوگا۔

۷۔ایمپید وکلیز Empedocles نے کہا کہ کائنات عناصر اربعہ کی طرف برگشت کرتی ہے کل کائنات ان چیزوں سے مرکب ہیں۔

۸۔دیمقراطیس Democritus نے مکتشف ذرات یا عناصر کی دریافت کو سبب کائنات قرار دیا۔

دنیا طاقت سے بنی ہے نہ کہ اللہ سے

آج سے دس پندرہ سال پہلے جتوئی پارٹی کے سیکڑی ضیاء عباس نے نظریہ وجود صانع متعال کو چیلنج کرتے ہوئے ایک خط انگریزی میں ہمارے نام بھیجا تھا ہم چونکہ انگریزی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے خط نہیں پڑھ سکے تو دار الثقافتہ

میں کام کرنے والے جناب ابرار حسین رضوی صاحب جو انگریزی میں اچھی طرح عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے ترجمہ کیا پھر اس خط کو پڑھا تو اس میں چند نکات پیش کیے گئے تھے:

۱۔ یہ خط ہم نے پاکستان ایران اور بعض دیگر ممالک کے علماء کو بھیجا ہے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

۲۔ ضیاء عباس نے لکھا مجھے چونکہ اردو نہیں آتی، لہٰذا میں نے اسے انگریزی میں لکھا ہے۔

۳۔ ہم مسلمان جو کہتے ہیں کہ کائنات اللہ نے خلق کی ہے یہ بات غلط ہے۔ کائنات طاقت کو کہتے ہیں، اور طاقت نہ اللہ ہے نہ مادہ۔ طاقت وہ چیز ہے جس سے کائنات پیدا ہوتی ہے۔

میرے خیال میں اس نے یہ خط انگریزی میں لکھنے اور سائنسی اصطلاح کا استعمال مجھ پر رعب ڈالنے کیلئے لکھا تھا، حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جہاں تک میری تعلیم مروجہ سکول میں چوتھی جماعت نامکمل ہے تو سائنسی اصطلاحات کے لکھے گئے خط کا جواب دینا ناممکن تھا لیکن اپنی نام نہاد دینی تعلیم کے وقت میں سے جو وقت چرا کر تعلیمی ماحول سے بغاوت کر کے میں نے ایک کتاب ''آفریدہ و آفروہ گار'' خود سے دو دفعہ ایک دفعہ فارسی زبان میں اور دوسری دفعہ عربی میں پڑھی۔ یہ کتاب اپنے باب میں منفرد ہونے کی وجہ سے ۱۹۶۵ کے دروان تہران یونیورسٹی کے نصاب ''الھیات'' میں شامل تھی۔ یہ کتاب اس درس کا نچوڑ اور منظّم

کتابی شکل میں تھی جو مصنف بزرگوار فقیہ عالی حضرت آیت اللہ صادقی تہرانی صاحب تفسیر فرقان نے لکھے تھے۔ ان کو قرآنی اور توحیدی کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا، تہران یونیورسٹی میں درس الھیات دیتے تھے۔ لہٰذا الحمدللہ اس باب میں اجنبی سرگردان نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس کتاب میں چار سائنسی اصولوں سے حدود کائنات ثابت کی تھی۔ پھر میں نے دسویں جماعت کے علوم کی کتاب اور لغات میں دیکھا تو طاقت کی برگشت مادہ ہی کو بتایا، تو میں نے ضیاء صاحب کو خط لکھا آپ نے جو لکھا تھا کہ مجھے اُردو نہیں آتی تھی اس لیے انگریزی میں لکھا ہے۔ آپ نے یہ اپنے افتخار میں لکھا ہے حالانکہ یہ آپ کے عیبوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے دین اور ملک وملت کی زبان اردو نہ جاننے کو افتخار سمجھے تو یہ دین اور ملک دونوں کے ساتھ اہانت ہے پھر تو آپ کا سیاست میں آنا بھی حرام ہے۔ جہاں تک آپ نے طاقت کو غیر مادہ قرار دیا ہے یہ غلط اور دھوکہ دہی اغفال کیلئے لکھا ہے ورنہ طاقت مادہ سے مختلف الگ چیز نہیں ہے۔ مادہ سے ہی طاقت نکلتی ہے، طاقت سے مادہ نہیں بنتا۔

آج بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ء صادر روزنامہ دنیا ص ۱۵ پر آیا ہے طاقت کا انکشاف کرنے والے سائنس دان البرٹ آئن سٹائن ۱۸۷۹ نے انکشاف کیا کہ مادہ اور توانائی دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک چیز کی دو مختلف شکلیں ہیں، اس لیے مادہ توانائی کی اور توانائی مادہ کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ تاب کاری عناصر میں توانائی کی جو مقدار خارج ہوتی ہے وہ ایک حقیر مقدار ہے۔

توانائی میں بدل کر خارج ہونے والی مقدار کو تولا نہیں جا سکتا ہے۔لیکن مادہ کی اس حقیر مقدار سے خارج ہونے والی وہ اتنی زیادہ ہوتی ہے ہم اس کی مقدار اچھی طرح سے معلوم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ماہرین کا کہنا ہے کہ کائنات کی موجودہ شکل سے پہلے وہ طاقت کی صورت میں پہلے سے تھی۔لیکن موحدین کا ان سے سوال ہے کہ یہ طاقت مادے میں کس نے تبدیل کی اور کیسے کی؟ یہ ہمارا سوال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ طاقت مادہ سے الگ چیز ہے دھوکہ ہے۔قارئین اس باب میں بہترین کتاب ''اللہ یا مادہ'' ڈاکٹر صادقی تہرانی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اللہ کی وحدانیت اس کی خلقت میں نمایاں ہے:[ص۳۸]

نظامِ خلق کائنات ہر جگہ ایک جیسا ہے، مادئیین نے کہا ہے کہ مادہ ہر چیز کی تفسیر کرتا ہے۔ مادہ کہتا ہے کائنات میں حیات کیسے شروع ہوئی ۔کہتے ہیں ان سب کی برگشت طبیعت پر منتہی ہوتی ہے گویا طبیعت خود عاقل ہے اور عقل رکھتی ہے۔اوّلین زمانے کے انکشافات سے پہلے خود مادئیین حیران ہونگے کہ خود مادہ کیا ہے؟ یہ حیرت انگیز نظام کیا ہے، یہ حیران کن اشیاء کیا ہیں؟ علما کا کہنا ہے کائنات کی ہر چیز تین چھوٹے اجسام سے وجود میں آئی ہے۔ یہ تین اجسام الیکٹرون ، پروٹان اور نیوٹران ہیں ۔ الیکٹران مرکزے میں موجود پروٹان اور نیوٹران کے گرد گھومتا ہے۔ کائنات کے تمام ذرات میں فرق صرف انہی تین ایٹموں کی تعداد پر مبنی ہے۔بعض نے کہا ہے ان چیزوں سے بنے ہوئے مرکبات ذرہ یا عناصر کی تعداد سو یا ۹۲ ہیں ۔ بنیادی طور پر عناصر کا انحصار پروٹون پر ہوتا

ہے۔کائنات پر چار قسم کی حکومت لاگو ہے:

۱۔حکومت جاذبیہ جو کائنات کی ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ سب سے کمزور حکومت ہے۔

۲۔قوت مقنطیسیہ ہے جو ذرات مرکب کو عناصر کی طرف کھینچتی ہے اس کو صمغ ذرات (چپکنے والا مادہ) کہتے ہیں۔

۳۔قوت نوویہ سب سے قوی ہے جو ذرہ کے مقونات کو ایک دوسرے سے جمع کرتی ہے۔ (یہ قوت مرکزے میں موجود پروٹان اور نیوٹران کو باندھ کر رکھتی ہے)۔

۴۔قوہ نبغویہ ضعیفہ ہے جو مادے کو ختم کر کے دوسرے میں تبدیل کرتی ہے۔

ہر عنصر کی موت حتمی ہے چنانچہ سورہ قصص ۸۸ میں آیا ہے۔﴿وَ لا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلهاً آخَرَ لا إِلهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''اور تم اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پوجا نہ کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے اسی کے لیے حکومت ہے اور اسی کی طرف تمھیں واپس کیا جائے گا۔''

[۳۴۵]

ستون دوم نبوت

نبوت

۱۔تصور لفظی نبوت یعنی نبوت کی لفظی وضاحت کیا ہو گی۔نبوت یعنی ایک

مخلوق انسانی کا اللہ رب العزت کی طرف سے اخبار و ہدایت کرنا ہے یہ لفظی نبوت کا تصور ہے۔

۲۔تصور مکان نبوت کیا ہے؟ عقلاء عالم اس بات کی اجازت دیں کہ ایک مخلوق انسانی ماوراء کائنات خالق کائنات سے رابطہ کرے اور ہمیں اس کے ارادے مشیت ہدایات سے آگاہ کرے۔

۳۔اگر بعثت انبیاء نہ ہوتی تو انسان ضلالت و گمراہی والے تہہ خانے کے قعر میں ہمیشہ رہتے اور کوئی چیز انہیں نجات نہیں دلا سکتی تھی۔

۴۔اللہ کی طرف سے مبعوث شدہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟

امکان نبوت

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عاجز و قاصر و ناقص انسان وجود کامل مطلق لامادی سے ارتباط کرے۔انسان کے پاس موجود وسائل ارتباط اس کے حواس اور اس کے مساعد و معاون اوزار ہیں جسے آپ سلکی و لاسکی کہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں یہ استحالہ و استبعاد اپنی جگہ محال و ناممکن نہ ہو لیکن قریب المحال ہونا ضروری ہے۔اس امکان کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ہاں جب یہ ارتباط صورت میں بھی ہو۔ اسے محال قریب المحال تصور کرنا درست نہیں لیکن یہاں یہ سوال ضرور پیش آتا ہے کہ دوسرے لوگ اس دعویٰ پر کیسے اطمینان کر سکتے ہیں؟

مذاہب براہمہ کا کہنا ہے کہ عقل کے ہوتے ہوئے نبوت کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ انبیاء کے پیغامات ہدایات اور شرائع دو صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔

یا تو موافق ومطابق عقل ہونگے اس صورت میں نبوت ایک چیز اضافی ہوگی اس کی ضرورت نہیں ہوگی یا مخالف عقل ہونگے تو اس وقت نبوت ضد عقل ہوگی۔لہٰذا عقل خود ایک ہادی رہنما و رہبر کامل ہے جو قدرت وصلاحیت تمام طرق خیر وشر رکھتی ہے۔لیکن یہ منطق اپنی جگہ مردود ہے یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے اس کا ناطق نہیں کرتے۔اب دنیا کے نوابغ وعقلاء کو اکٹھا لائیں تو بھی آپ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوں گے یا آپ ان کو جہلاء اور احمقوں کو لائیں جنہوں نے جو جو جرائم و موابقات خلاف عقل کیے ہیں وہ کہیں کہ یہ چیزیں عقلی نہیں جنہوں نے جو جرائم وموبقات ''**کرار سفک الدماء سلب اموال قتل الابریاء**'' کیے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال اس وقت پوری دنیا میں یا انسانیت کا سامنے والا نظام ہے یا اجتماعی واقتصادی سیاسی نظام ہے۔دنیا کی ایک بڑی حکومت جو کہتی ہے بہترین نظام حکومت ڈکٹیٹرشپ آزادی پر قائم ہے۔یہاں نظام اقتصادی میں بنیاد اجتماع ہے فرد کی کوئی حیثیت نہیں۔ملک کی دولت کی تقسیم اشتراکیت یا اشتمالیت پر قائم ہے۔ان کا یہ کہنا ہے تمام احکام عقل کی صحت وسقم کی کسوٹی اجتماع وارتفاع تفصیل کے محال پر مبنی ہیں۔جبکہ کمیونیزم مارکزم کا کہنا ہے اجتماع وارتفاع نقیض محال نہیں ہے۔اس کے بالمقابل یورپ یا امریکا پوری دنیا کو مسخر کئے ہوئے ہیں کنٹرول کئے ہوئے ہیں ان کے ہاں نظام سیاسی ودیمقراطیس نظام اقتصادی سرمایہ داری ہے۔

۲۔نظام جمہوری جو اس وقت دنیا میں کئی شکلوں میں چل رہا ہے جیسے صدارتی و پارلیمانی ان میں سے کونسا نظام جمہوری صحیح ہے۔

قرآن نے جس ماحول، منطقہ، فضاء، زبان میں مخاطبین سے خطاب کیا ہے۔ جس شخص نے، جس ہستی نے یہ کتاب اپنی رسالت و نبوت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ یہ کتاب گرچہ محمدؐ نے پیش کی ہے لیکن جو صاحب محمدؐ نہیں بلکہ اس کتاب کا مالک خود اللہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محمدؐ کا اللہ سے رابطے کا دعویٰ سچا ہے۔

ا۔ محمدؐ امی تھے قرأت و کتابت نہیں کرتے تھے جس طرح آپ کے معاشرے میں دوسرے بدوی زندگی گزارنے والے زندگی گزارتے تھے اس میں کسی قسم کے معارف وہ ثقافت نہیں تھی۔ سوائے ان کے جن کو اپنے بزرگان سے وراثت میں ملی ہو وہ اس کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ سخی تھے جود وسخا کی صفات کے حامل تھے وفاء دار و شجاعت مند تھے، میدان معرکہ میں ہوتے تھے اپنے مقتولین کا انتقام لیتے تھے یا خطبے اشعار کلمات تھے جو ان کی ثقافت سے متعلق تھے۔ مکہ والے مکہ سے باہر کی کسی بھی قسم کی خبر و ثقافت سے لاعلم تھے سوائے وہ افراد جو فارس و روم و حبش کی طرف تجارت کی غرض سے جاتے تھے، اپنا سفر نامہ پیش کرتے ان کی معلومات یہی سفر نامہ تھے جیسے سوریہ، یمن، حبش یہ بہت معمولی حد تک تھے جو نہ ہونے کے برابر تھی۔ انہی میں سے بہت سی غلط باتیں شامل ہوتی تھیں۔ پیغمبر کی بیرونی معلومات، علم و آگاہی اپنی ذات سے باہر کی معلومات کے بارے میں اللہ نے انہیں بتایا کہ آپ اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے تھے نہ ہاتھ میں قلم رکھتے تھے۔ عنکبوت ۴۸ اگر آپ کو علم و آگاہی ہوتی اور آپ نبوت کا دعویٰ کرتے تو آپ کی نبوت باطل

ہو جاتی۔

۲۔محمدؐ نے اپنی زندگی مکہ میں گزاری ہے۔اس دوران میں آپ سے کوئی علمی،فکری خطابت،فصاحت، بلاغت پر مبنی نثر وشعر کہاوت یا کوئی ایسی چیز آپ سے نقل نہیں ہوئی ہے جس میں آپ سرگرم رہتے ہوں۔جس سے آپ کو اس معاشرے میں فوقیت یا برتریت یا امتیاز حاصل ہو۔اگر ان چیزوں میں آپ کا کوئی کردار ہوتا تو وہ ضرور نقل ہوتیں جیسے دور جاہلیت میں قصائد معلقات یا امیر القیس کے قصائد یا اس وقت کے خطباء شعراء مناظرین مجادلہ محاورے نقل ہوئے ہیں آپ سے بھی نقل ہوتے لیکن آپ سے کوئی ایسی چیز نقل نہیں ہوئی ہے۔اس زمانے میں لوگ چیدہ چیدہ حکم وحکایت، مثال ضرب المثال،لوح ذہنی سے نقل یا حفظ کرتے تھے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی ہے کہ جس میں ہو کہ پیغمبر شعر گوئی کرتے تھے جیسے قس بن مساعد کے بارے میں نقل کرتے ہیں چنانچہ پیغمبر نے انہی کو دلیل بنایا کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں میری ایسی کوئی چیز تمہارے پاس نہیں ہے۔یونس ۱۶۔

۳۔انتہائی حیرت انگیز فکر طلب اور غور طلب بات ہے کہ شخصیت محمدؐ جو اس پہلو میں گمنام ہے مخفی و پوشیدہ ہے اس میدان میں اچانک ۴۰ سال بعد انقلاب آجائے بغیر کسی مقدمے اور واسطے جو کہ یہ کہیں میں ایسی رسالت کا حامی ہوں جس رسالت کا نام قرآن ہے جس نے پورے عرب غیر عرب سب کو تحدی کیا کہ اس جیسی کوئی کتاب لے آؤ یا دس سورتیں لے آؤ یا ایک سورہ نہیں تو ایک آیت ہی لے آؤ مگر وہ نہیں لا سکے اور نہ لا سکیں گے گرچہ وہ ایک دوسرے سے متفق ہو کر اکٹھے

کیوں نہ ہو جائیں۔

۴۔ قابل ذکر اور فکر و نظر کی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر نے نبوت یا اعلان رسالت کرنے کے بعد اور خطبے اور حکمتیں آپ کو دی ہیں کلمات فصیح و بلیغ آپ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ آپ کی فصاحت و بلاغت انتہائی اوج و بلندی پر اور محکم و متانت تھی۔ قرآن کا انداز و اسلوب، کے مضامین کی بلندی، قوت استدالال، جمال رونق بالکل اس سے مختلف ہے۔ آپ کے اپنے کلام اور قرآن میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شخصیت محمدؐ سے جو خالص وحی اور تعلیم آسمانی ہے وہ ان کی شخصیت سے بالکل جدا ہے۔ دونوں کلام میں آسمان و زمین، مشرق و مغرب کا فرق ہے۔

۵۔ ہر کاتب ہر مؤلف ہر خطیب اپنے کلمات تالیفات، تصنیفات خطبات قرأت میں بعض کلمات بعض فقرات بار بار دوہراتے ہیں جو ان کے کلام میں غیر ارادی طور پر شامل ہوتے ہیں۔ اگر قرآن ساختہ محمد ہوتا خود محمد کا کلام ہوتا جو کہ ۲۳ سال میں مکمل ہوا ہے تو عادی طور پر آپ کے کلمات اس پر اثر انداز ہونے چاہیں تھے جو آپ بار بار استعمال کرتے ہیں یا پیغمبر جو تکرار کرتے تھے وہ قرآن میں نظر نہیں آتے ہیں۔

۶۔ اگر قرآن کلام محمدؐ ہوتا یا اس کو محمدؐ نے تالیف کیا ہوتا یا انہوں نے ہی اسی شکل میں پیش کیا ہے تو آپ کے سابقہ کلمات کے نظم و نسق کا اس پر انداز بیان کا آخری عمر میں فرق ہوتا ہے۔ آخر میں بعض کلمات پہلے کلمات کی طرح تکرار نہ

ہوتے، ان سے روگردانی کرتے یا ان سے بہتر کلمات لاتے جس طرح مؤلف یا مصنف کرتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی پیغمبر نے کہا ہوتا تو محمدؐ کے دور کے لوگ اس کو درک کرتے ان سے چھپا نہیں رہتا یا وہ افراد جو آپ کے قریب تھے، آپ کے جانشین تھے ان سے چھپا نہیں رہتا۔

۷۔ آپ کا سلوک اور سیرت و اخلاق دوسروں سے ہمیشہ مختلف تھا۔ صبر و جنگ میں اسکی ایک ہی شکل تھی جو قبل نبوت و بعد نبوت میں یکساں ہی تھے۔ ان میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں آئی۔ آپ اپنی شخصیت و سیرت میں ایک ہی شخصیت تھے۔ آپس میں تضاد دوئیت نہیں پائی جاتی تھی جبکہ حالات تقاضے حوادث بدل گئے۔ عام طور پر انسان وقت و حالات کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ پیغمبر کا سلوک نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ایک ہی رہا ہے۔ آپ مکہ میں فقیر و یتیم تھے نہ کوئی انصار تھے نہ کوئی تائید شدہ اور آپ مدینہ میں تھے تو آپ کے گرد انصار و اعوان تھے۔ آپ خود حاکم تھے۔ پورے جزیرہ عرب میں آپ غنی کے طور پر مشہور تھے۔ آپ کی صدق و امانت، تواضع و زہد، فقراء کے ساتھ رحم دلی، ناداروں کے ساتھ دردمندی، نفس کی بلندی، اخلاق، مصائب میں گھرے لوگوں کی مدد یہ کوئی استثنائی صفات نہیں تھیں بلکہ آپ کی پوری زندگی کو احاطہ کیئے ہوئے تھیں۔

۸۔ اگر محمد اپنے دور کی تعلیم سے متاثر تھے تو آپ کے قول و فعل کی روح و جان انہی کی تعلیمات کا مترجم نظر آتا تھا جو آپ پر وحی ہوا تھا۔ مبادی اور عقائد و احکامات جو آپ پر نازل ہوتے تھے آپ ان پر یکساں طور پر کاربند تھے۔ نہ ان

میں کوئی ترجمہ حرفی رکھتے تھے، نہ اضافہ تھے نہ کمی۔ ان تمام میں پہلے خود عمل پیرا ہوتے تھے۔ رات عبادت میں گزارتے اور اپنی تعلیم پر عمل پیرا ہونے میں بے چین رہتے تھے۔ یہ تمام عوامل اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا ایمان و یقین روز افزوں بڑھتا گیا اور اس کی حرارت میں اضافہ ہوتا گیا۔ رسالت کی دعوت کے مصادر پر یقین میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہی وجوہات ہیں کہ آپ اس راہ میں روز بروز مستحکم ہوتے گئے۔ اس کی کامیابی اور دوامی کیلئے اور واضح ہوجاتا تھا کہ یہ دعوت اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے جب آپ کے چچا نے آپ سے کہا کہ قریش ہم سے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دین کی اشاعت سے باز آجاؤ، تو آپ نے فرمایا اے چچا اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند بائیں ہاتھ میں دے دیں اور مجھ سے کہیں کہ دست بردار ہوجاؤں تو میں نہیں ہونگا۔

۹۔ آپ نے اس معاشرے میں زندگی گزاری جس معاشرے کی اپنی نہ کوئی ثقافت تھی نہ کوئی فکر۔ وہاں کوئی ثقافتی مدارسہ تھا نہ ادارے ان تمام کے باوجود آپ خود بھی امی تھے ان پڑھ تھے، نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ کی معرفت بہت محدود ہونی چاہیے تھی اور اسے اپنے معاشرے تک محدود ہونا چاہیے تھا۔ جن سے لیتے ہیں، جس میں اضافہ ہے وہ خلط وملط ہے، تحریف ہے۔ گزشتہ قوموں پر احاطہ ہے نہ گزشتہ شرائع کے بارے میں علم ہے، نہ گزشتہ ادیان کے بارے میں علم ہے۔ اچانک ایک ایسا قرآن لائے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہم نے

اللہ سے لیا ہے اللہ نے مجھے دیا ہے اور لوگوں کو دعوت دی ہے۔ یہ اس پر ایمان لے آئیں جو قرآن ہے جس نے کُل انسانیت کو چیلنج کیا ہے فصاحت و بلاغت کیلئے وہ بھی ایک ایسی شکل میں جسے عرب میں کسی نے نہیں دیکھا ایک ایسی بلند تعمیر ہے جس کی جمال بیانی میں سحر ہے۔ انداز ادب میں اپنے اوج پر ہے۔ فکری سرمایہ اپنی گہرائیوں تک ہے۔ ساتھ ہی مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں بھی ہیں۔ بعض پر تحقیق ہوئی ہے، بعض تحقیق ہونے کے انتظار میں ہیں۔ اس میں کچھ ایسے اشارے ہیں جو دعوت برحق کی چنگاریوں کی مانند ہیں جسے علم جدید نے آج کشف کیا ہے۔ یہ ایک ایسے اعلیٰ ارفع اخلاق پر مشتمل ہیں جو ایک نئی امت کی تعمیر کے خواہاں ہیں۔ یہ قوانین شریعت کا مجموعہ ہے جو تمام معاملات معاہدات پر محیط ہے۔

اعجاز القرآن لصادق الرافعی ص ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کو گرانے اہانت و جسارت کرنے کے لئے منہ کھولنے والے شخص کا نام بعید من اعصم یہودی ہے۔ اس نے کہا تورات مخلوق ہے، لہٰذا قرآن بھی مخلوق ہے۔ اس کے بعد اس کا خواہرزادہ طالوت ہے، پھر بنان بن سمعان ہے جس نے اپنی بیعت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نے کہا امامت ابی ہاشم بن محمد بن حنفیہ سے ان میں منتقل ہوئی ہے۔ بنانیوں کا عقیدہ ہے کہ رعد صوت علی ہے، برق ان کی تبسم ہے۔ ورنہ وہ آسمان پر رعد کرتا ہے نہ برق۔ جب رعد کرتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں وعلیک السلام یا امیر المومنین۔ بنان کو خالد بن تسری نے قتل کیا تھا۔

اس بنان سے حصید بن درہم نے لیا اور ابن قتیبہ نے کہا سب سے پہلے خلق

قرآن کا اعلان کرنے والے بنانیہ ہیں۔ یہ لوگ رافضی تھے بنان نے کہا ھذا ابیان لناس سے مراد وہ خود ہے۔ حور مروان حماد کے معروف تھا، یہ زندیق تھا۔ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل کے علاوہ اس کی عدم فصاحت کا بھی قائل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نہیں لوگ اس جیسا، بلکہ اس سے بہتر قرآن پیش کر سکتے ہیں۔ یہ بات سب سے پہلے دمشق میں اسجعد نے کی۔ اس کے بعد احمد بن داؤد وزیر معتصم نے کہی۔ اس کے بعد عیسیٰ بن مسیح ملقب باالمز دار نے کہا مدعین نبوت عرب اعجاز رافعی ص ۱۹۵۔ص ۱۹۶۔

اعجاز البیان فی التفسیر القرآن آیت اللہ خوئی ص ۴۳ میں آپ فرماتے ہیں۔ اعجاز کے لئے لغت میں چند معانی ذکر کیے گئے ہیں ''الفوت وجدان العجز احداث تعجیز'' ہے۔

اس میں یہ کتاب دیگر کتابوں سے اپنے انداز بیان میں منفرد ہے۔ ساخت حروف وکلمات میں انوکھی ہے اس جیسی بلند تعبیر عربوں نے نہیں دیکھی تھی۔ وضاحت بیان اور کلام میں مانوس انداز، شعر ونثر دونوں سے ہٹ کر کسی تیسری شکل میں پیش ہوا ہے جس کی کوئی مثال نہ پہلے ملتی تھی نا آئندہ، کسی نے پیدا کی نہ کوئی اس کی تقلید کر کے ایک شکل بنا سکتا ہے، نہ وہ سابقہ کی تقلید ہے نہ کوئی اس کی تقلید کر سکے۔ یہ انسجام، یہ انداز بیان عربوں تک محدود تھا۔ عرب کے فصحاء، دور نزول قرآن سے لے کر تیسرے چوتھے دور تک انہوں نے سر توڑ کوشش کی لیکن وہ عاجز وناتواں ہو کر رہ گئے۔

خارجی ہے یعنی اس نے تنہا عربوں کو نہیں غیر عربوں کو بھی واضح انداز میں دعوت بہ معارضہ کیا ہے، دعوت با مقابلہ کیا ہے اور یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ ہم یقین کامل رکھتے ہیں کہ کوئی بھی فرد ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس قرآن کا مقابلہ کرنے میں بہت سے اسباق دواعی سب موجود ہیں یہ دعویٰ آج کل بھی اپنی جگہ تر وتازہ ہے کیونکہ یہ آیات ہمیشہ کیلئے ہیں۔ اس سلسلے میں سورہ بقرہ ۲۳۔ یونس ۳۸ ہود ۱۳۔۱۴ اسراء ۸۸۔

یہ قرآن ہے جس کی ترتیب، تنسیق، فصاحت و بلاغت اوج و بلندی پر ہے۔

یہاں چند احتمالات مفروضے بن سکتے ہیں یا پیش کیے جاسکتے ہیں:

آیت رسالت [کتاب عقید تناص ۲۸۹]

کوئی بھی شخص کسی بھی چیز کا دعویٰ کرے اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ کو واضح، روشن محسوس اور دلیل سے ثابت کرے ورنہ بغیر دلیل مدعی کے دعویٰ کو قبول کرنے کی سنت بنے تو ہر شخص دعویٰ کرے گا اور اس پر کوئی بندش نہیں ہوگی۔

۱۔ دعوے اپنی جگہ چند نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً کہ فلاں ہنر میری ایجاد ہے یا بطور ملکیت اجارہ وراثت خرید وغیرہ۔ یہاں پر مستندات مستحکات اور گواہ موثق مصدقہ کافی ہوتے ہیں۔

۲۔ جیسے علماء کی پہچان تحریر یا بیان سے ثابت کی جاتی ہے۔

۳۔ دعویٰ غیبی یعنی میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں اس کے دلائل پہلے دو سے

مختلف ہوتے ہیں۔ دعویدار کو ایک ایسی چیز پیش کرنا پڑے گی جو کوئی اور پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہو۔ اس کو قرآن میں آیت کہا گیا ہے کہ یہ میری نشانی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ایسی نشانی لائے چونکہ اس نشانی کے ذریعے جھوٹوں اور تکوینین کو عاجز کراتے ہیں، علماء نے ان عناصر کو معجزہ کہا ہے۔

اعجاز: [تالیف اعجاز باقلانی ص ۲۸]

باقلانی فرماتے ہیں اعجاز قرآن کے لئے علماء نے تین تصو پیش کیے ہیں:

۱۔ قرآن معجزہ ہے اس سے مراد قرآن میں دی گئی غیبی خبریں ہیں۔ ان اخبار خبر تک کسی بشر کو رسائی نہیں ہے جیسا کہ سورہ توبہ ۳۳ میں آیا ہے۔ یعنی جتنی بھی خبریں قرآن کریم میں گذشتہ سے متعلق یا حاضر سے متعلق یا آئندہ سے متعلق ہیں وہاں تک کسی بشر کی رسائی نہیں ان میں سے ایک فتح و زبر لشکر اسلام ہے۔ چنانچہ انہی پیغمبر کی خبروں کی بنیاد پر خلیفہ اول و دوم نے فارس و روم کی فتوحات حاصل کی ہیں اور فارس کی حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کیا ہے۔ خود اپنے دور کی جنگوں میں پیغمبرؐ نے فتح کی بشارت دی ہے آل عمران ۱۲۔ انفال ۷۔ عنکبوت ۴۸۔

۲۔ قرآن معجزہ ہے۔ سب جانتے تھے کہ پیغمبرؐ امی ہیں نہ لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں تاکہ وہ گزرے ہوؤں کی کتابوں سے قصہ کہانی یا اخبار نقل کرتے۔ پھر پیغمبرؐ نے وہ امورات و خبریں پیش کیں جو خلقت آدم سے لے کر اپنی بعثت تک یا اس سے پہلے ابتدائی خلقت کائنات سے لے کر اپنی بعثت تک کی خبریں ہیں۔

معجزات اقتراحی نہیں بھیجتے ہیں: [بشارت ومقارنات ص ۲۸۰:]

۲۔گذشتہ اقوام کو معجزات دکھائے جاتے تھے لیکن وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے تھے جیسے ناقہ صالح پہاڑ سر پر اٹھانا۔۷۔۱۷ اعصاء کا اژدھا ہونا ۲۷۔۱۰ دریا کا شگاف ہونا ۷۔۱۶ معجزات لانے والوں کو قتل کیا گیا معجزات سے ایمان لاتے تو کیوں معجزات لانے والوں کو قتل کیا گیا معجزات دیکھنے کے بعد انکار کیا۔اگر نبی کریم کے معجزات حسیہ ہوتے تو آپ کی نبوت ختم نہ ہوتی آنے والے لوگ بھی معجزات طلب کرتے کیونکہ یہ معجزات ان کیلئے تو صرف نقل ہوتے ہیں۔محسوس نہیں ہوئے نیز یہ معجزات منقولہ غیر مسلمین کیلئے حجت نہ بنتے۔

معجزات دل بخواہی

کیا نبی کریم پر یہ فرض تھا کہ جو بھی معاندین مخالفین منکر معجزہ طلب کریں انہیں پیش کریں؟ قرآن کریم اس مطالبے کو مسترد کرتا ہے۔سورہ بنی اسرائیل ۵۴۔۹۶ مشرکین نے نبی کریم سے یہ معجزات طلب کیے ہیں:(بنی اسرائیل آیت ۹۰ تا ۹۳)

۱۔یہ قرآن محمد کی بجائے مکہ یا طائف میں کسی اور شخصیت پر نازل ہوتا سورہ ۳۲،۴۳

۲۔آپ یہاں ایک چشمہ جاری کردیں۔

۳۔اپنے لیے ایک باغ انگور، کھجور سے بھرا ہوا پیدا کریں۔جس میں نہریں چلتی ہوں۔

۴۔آسمان یہاں گر پڑے۔
۵۔اپنے لئے ایک قصر مزین وآراستہ از جواہرات پیدا کریں۔
۶۔اللہ یا ملائکہ اپنی گواہی کیلئے لائیں۔
۷۔ایک کتاب آسمان سے نازل کریں ہم اُسے پڑھیں گے۔

کتاب بشارت و مقارنات آیت اللہ صادقی ص۲ پر آیا ہے کہ مشرکین کے عمائدین ایک جگہ اکھٹے ہوئے ان میں سے ولید بن مغیرہ، مخزومی، ابن ہشام، ابی جہل عاص بن وائل، امی، عبداللہ بن ابی امیہ، مخزومی وغیرہ جمع تھے انہوں نے کہا ہم سب محمدؐ کے پاس چلیں ان سے معجزات طلب کرتے ان سے مجادلہ کرتے ہیں۔ ناممکن معجزات طلب کرتے ہیں تا کہ ان کی شان وعزت اور مقام ان کے ماننے والوں کے پاس گر جائے چنانچہ وہ سب محمدؐ کے پاس گئے۔

ا۔عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا آپ نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے کہ آپ رسول اللہ ہو حالانکہ اللہ کو چاہیئے تھا روم وفارس جیسے کسی بڑے صاحب حیثیت دولت والے کو بھیجتا جس کے اپنے قصر وقصور، خدام حشم، اور غلام ہوتے ہیں۔اگر تم رسول ہوتے تو تمہارے ساتھ ملائکہ ہوتے جو تمہاری نبوت کی تصدیق کرتے اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا تھا تو کوئی فرشتہ بھیجتے نہ کہ تم جیسا بشر۔ ہمارے خیال میں تم پر کسی نے سحر کیا ہے تم نبی نہیں ہو سکتے۔

اگر یہ قرآن تم پر نازل کیا گیا ہے تو کیوں ولید بن مغیرہ مخزومی یا عروۃ بن سعود ثقفی پر کیوں نہیں نازل ہوا ہم تم پر ایمان نہیں لاتے جب تک ہمارے لیے

معجزات پورے نہ کریں یا اللہ کوئی کتاب اپنی طرف سے عبداللہ بن امیہ مخزومی پر نازل کرتا۔ اللہ ان سے کہتا ہے کہ محمدؐ ہماری طرف سے رسول ہے انہیں مان لو مگر پھر بھی ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر چہ تم ہمیں ایمان پر بھی لے آؤ تو ہم یہی سمجھیں گے تم نے ہمارے ساتھ سحر کیا یا جادو کیا ہے۔ رسول اللہ نے اللہ کی درگاہ میں عرض کیا اے اللہ تو نے ان کی باتوں کو سنا ہے نیز ان کے مطالبات کو بھی سنا ہے۔ اللہ نے محمدؐ پر ان آیات کو نازل کیا۔۔۱۷۔۴۷۔۲۵۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۶۔۱۰۸۔ یہ تمام معجزات محال و ناممکن بلکہ نقص غرض تھے۔ دوسرا انہوں نے یہ بھی کہا کہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

اثبات رسالت: [کتاب عقیدتنا فی الخلق ونبوتہ والاخرۃ ص ۲۸۵ تالیف محمد عبد اللہ نعمۃ]

مدعی پر اپنی دعویٰ کو ثابت کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے دلائل پیش کرے جس سے اس کے دعویٰ میں صدق وصحت ثابت ہو جائے۔ پیغمبر کی رسالت کو ثابت کرنے کیلئے جو قطعی شواہد پیش کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

معجزات من پسندی

انبیاء سے معجزات طلب کرنے والوں کا مقصد تصدیق کرنا نہیں بلکہ وہ انبیاء کو الجھائے رکھنا چاہتے تھے جس طرح آج بھی بعض بہت خاضعانہ، مؤدبانہ انداز میں امت میں مزید اختلافات پھیلنے اور اس شخص کو اصل اسلام سے دور رکھنے کیلئے اوٹ پٹانگ سوالات کرتے ہیں۔ اللہ عالم بہ سر واخفیٰ ان کے عزائم وضمائر سے

واقف ہے جس نے نبی کریمؐ کو اس قسم کے معجزات طلب کرنے والوں کے عزائم اور ان کی ایک فہرست نبی کریم کو عنایت کی۔

۱۔ وَ لَوْ فَتَحْنا عَلَيْهِمْ باباً مِنَ السَّماءِ فَظَلُّوا فيهِ يَعْرُجُونَ ۔ لَقالُوا إِنَّما سُكِّرَتْ أَبْصارُنا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ. اور اگر ہم اُن پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں۔ پھر وہ (سارا دن) اس میں سے اوپر چڑھتے رہیں۔ یقیناً (تب بھی) وہ یہی کہیں گے بیشک ہماری تو نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (الحجر ۱۴، ۱۵)۔

۲۔ وقالو مهمان تنابه من امه من آيته تقسمنا۔ (اعراف ۱۳۲)

۳۔ وقالو لن نومن لک۔ (بنی اسرائیل ۹۰)

معجزات محمد [النبوۃ والعقل ص ۳۲]

علامہ جواد مغنیہ لکھتے ہیں علامہ مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم کیلئے چار ہزار چار سو چالیس معجزات ہیں جنہیں ایک تقسیم بندی کے تحت چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ معجزات قبل از میلاد ۲۔ معجزات بعد المیلاد

۳۔ معجزات بعد از بعثت ۴۔ معجزات بعد وفات۔

علامہ جواد صارخ کی تحقیق یہاں پہنچ کر خاموش و مبہوت ہو جاتی ہے، ان کا غصہ آخری حدوں کو چھوتا نظر آتا ہے یہ بھی شکر ہے کہ کسی سنی کو نشانہ نہیں بنایا۔ علامہ مجلسی کو بھی محفوظ سالم نکال لیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین میں

احادیث کی بوچھاڑ میں شیعہ اور سنیوں کی اشتراک عملی ہے اگر یہ صرف سنیوں سے ہوتا تو نمی دانم اور کیا کیا کلمات استعمال کرتے، بخاری کو بخار کہتے، مسلم کو کیا کہتے ابھی تک پتہ نہیں چلا لیکن کافی جس کی دو تہائی روایات بے سند ہیں اسے اپنے لئے کافی گردانتے ہیں۔

ایک شخص جو مفسر قرآن ہے آیات سورہ اسراء میں معجزات کی تفسیر بھی کی ہے۔ اپنے استاد اعظم آیت اللہ خوئی کی تفسیر بھی پڑھی ہے انہیں چاہیے تھا یا تو مجلسی کو رد کرتے یا آیت اللہ خوئی کو رد کرتے یا رد میں قضاوت کرتے کہ یہ چار ہزار چار سو چالیس کا عدد آیا قرآن کی ۶۶۳۲ آیات سے نکالیں تو یہ جھوٹا قرآن ہوگا۔ اتنا بھی انصاف نہیں کرتے، چار ادوار میں سے میلاد سے پہلے سے بعثت کے دور تک کے معجزات کو دو ہزار بتاتے ہیں۔ مکہ اتنے خارق العادت عمل دیکھنے کے باوجود محمدؐ کو ایک غیر عادی انوکھا انسان تصور نہیں کرتا تھا بلکہ انہیں ایک سنجیدہ متوازن، انسان تصور کرتا تھا۔ جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تو کتنے لوگوں نے دعوت قبول کی تھی؟ فرض کریں جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا تھا کیا انہوں نے اس کو معجزات کے حوالے سے یا امانت داری، صدق وصفا کی بنیاد پر قبول کیا تھا۔

حضرت محمدؐ نے تمام بشریت کو دعوت دی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آپ سب کیلئے یہ رسالت لایا ہوں۔ اس رسالت کے حامل ہونے کے دعویٰ کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ غیر عادی طریقے سے اللہ سبحانہ سے رابطے میں ہیں۔ چونکہ یہ ربط عام لوگوں کیلئے واضح نہیں کہ واقعاً آپ اللہ کی طرف سے آئے ہیں یا نہیں، چونکہ رابط

غیر عادی ہے، مخفی ہے ہمارے حواس سے، لمس سے باہر ہے لہٰذا یہاں سے یہ دعویٰ عام دعووں سے مختلف ہے جو کسی عادی گواہ سے ثابت نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ عام عادی گواہوں سے ہٹ کر ہونا چاہیے۔ یہ دعویٰ مشرکین بھی مطلوبہ طریقے سے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہ طریقہ ناممکن ہے۔ ایسے گواہ لائیں جو عام انسان کے دل کو خود درک کریں کہ ہاں یہ سچ بول رہا ہے۔ اس نشانی، اس گواہ کو قرآن کریم میں آیت کہا گیا ہے آیت یعنی نشانی اس رسالت کا حامل شخص اللہ کا نبی ہے۔ قرآن میں جسے آیت کہا گیا ہے علماء عقائد نے اس کو معجزہ کہا ہے، لیکن تصرف اپنی جگہ بے اشکال نہیں ہے۔

معجزہ مادہ عجز باب افعال کا اسم فاعل ہے، عجز سے عاجز ہونے کو کہتے ہیں۔ معجزہ کسی کو عاجز کرنے کو کہتے ہیں۔ معجزہ سے مراد عام طور پر جاری مالوف مانوس قانون کو توڑ کر ثابت کرنا ہے۔ یہ تصریفات جن ابہامات سے ٹکراتی ہیں مشکلات و مسائل پیدا کرتی ہیں، اپنی تعریف میں جامع مانع نہیں بنتیں۔ مثلاً علمی اکتشافات، سحر و جادو وغیرہ یہ انسان کو مشکلات اور مقابلے سے عاجز کرتے ہیں۔ یہ تعریف صوفیوں کی اختراع کردہ کرامات سے بھی ٹکراتی ہیں وہ لوگ بھی تمیز نہیں کر سکتے کہ فلاں چیز کرامت ہے یا معجزہ؟ جبکہ آیت کا معنی نشانی ہوتا ہے۔

میرے نبی ہونے میرے رسول ہونے کی نشانی ہے کہ یہ میرے علاوہ دوسرے یہ فعل انجام نہیں دے سکتے۔ اس سے ثابت ہوگا کہ یہ مدعی اپنے دعویٰ میں سچا ہے صادق ہے چنانچہ موسیٰ نے دربار فرعون میں عصاء کو اژدھا بنا کر ہاتھ کو

بیضاء کر کے پیش کیا اگر کوئی نبی ایسا کوئی معجزہ ثابت نہیں کر سکا تو یہ دعویٰ کامیاب نہیں ہوگا، مؤثر نہیں ہوگا۔ احتمال کذب اس میں آجائے گا یا کم از کم شک ہو جائے گا کہ یہ صادق ہے یا نہیں۔ یہاں سے اس کے دعویٰ کو ناکامی کا سامنا ہوگا۔ اگر اللہ اسے معجزہ دے دیں تو اسکی تائید ہوگی۔ غایت غرض، بعثت انبیاء ہدایت خلق ہے ہدایت اس وقت ہوگی جب لوگ اس داعی کی دعوت کو قبول کریں گے۔ داعی کی دعوت اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک انہیں اس کی صداقت پر یقین نہیں آئے گا۔ معجزہ اپنی جگہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک معجزہ مادی ہے جہاں ایک محسوس چیز کو غیر عادی طور پر دگرگوں کر کے طبیعت میں تبدیلی لائی جاتی ہے جیسا کہ عصاء موسیٰ کا اژدھا بننا، ضربت عصاء سے دریا شگاف ہونا یا اس سے پانی کا چشمہ پھوٹنا یا مرے ہوئے انسان کو زندہ کرنا یا مردہ پرندے کو زندہ کرنا یا مادرزاد نابینا برص و جزام میں مبتلاء کو شفاء دینا۔ اس قسم کی معجزات قرآن میں حضرت موسیٰ عیسیٰ کے بارے میں آئے ہیں۔

۲۔ معجزہ مادی اُسے کہتے ہیں جسے نبی نے اپنی رسالت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآن عظیم ہے لیکن یہ قرآن اس بات پر متفق ہے کہ کلام بشر نہیں ہے اللہ محمد صرف واسطہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

ختم نبوت

کتاب اصول عقیدہ تالیف سید مہدی الصدر ج ۲ ص ۱۶۹ پر ختم نبوت کے عنوان کے تحت بحث کی ہے جن دلائل سے آپ نے ختم نبوت پر استدلال کیا ہے

وہ یہ ہیں:

۱۔دین اسلام ایک دین کامل وشامل دین ہے جس میں انسانی زندگی سے متعلق کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے۔امور دینی، دنیوی، اجتماعی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی، تشریعی اور ازدواجی تمام مسائل کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔اب یہ دین انسانی زندگی کے متعلق تمام مسائل کا جواب دینے کی قدرت وصلاحیت رکھتا ہے۔آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا آپ کی شریعت کے بعد کوئی شریعت نہیں ہوگی احزاب ۴۰۔

۲۔آپ کی کتاب جو آپ کی شریعت کا مصدر ہے یہ کسی بھی اور شریعت کو مسترد کرتی ہے۔انعام ۳۸ نمل ۸۹ اسراء ۱۲ حج ۹ بروج ۲۱۔۸۲ بقرہ ۲۔ ۳۔آپ کی رسالت عالمگیر ہے، سباء ۲۸ اعراف ۱۵۸ عمران ۱۹۔۸۵ مائدہ ۳۔

قرآن کا معجزہ دوسرے معجزوں کی بہ نسبت زندہ وجاوید ہے، دائمی ہے۔دن رات اس کی تلاوت کر سکتے ہیں اس کی آیات اس کے حروف اس کے سورے سب محفوظ ہیں۔جس طرح دیگر کتب آسمانی کو تحریف تغیر تبدیل کا سامنا کرنا پڑا یہ اس سے بہتر ہے یہ ایک وثیقہ سند ہے۔نبوت محمد کے بارے میں جو کسی انبیاء کو نصیب نہیں ہوئی کہ نبی کے دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اس کی رسالت کی سند موجود ہو۔ اس وجہ سے کتب آسمانی میں قرآن کو یہ امتیاز حاصل ہے جو تغیر وتبدیل سے محفوظ ہے۔

قرآن معجزہ ہے اس کی دو پہلو ہیں:

۱۔داخلی ۲۔خارجی

ختم نبوت کے معارضین ومخالفین کو چند گروہوں میں دیکھتے ہیں:

۱۔ایک گروہ جنہوں نے آپ کے ختم نبوت کے مقابلے میں اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے جس میں مسیلمہ کذاب وغیرہ آتے ہیں یہاں ایک فہرست ہے جس میں مسیلمہ کذاب کے علاوہ عصر حاضر کے بہائی وقادیانی بھی آتے ہیں۔

۲۔عنوان نبوت نہیں لیتے لیکن ایسے عقائد، قرآن اور سنت معتبرہ سے متصادم بناتے ہیں جو صریحاً ختم نبوت سے متصادم ہوں۔

۱۔صوفیاء گرچہ اپنے اولیاء کو نبی نہیں کہتے ہیں لیکن انبیاء سے بہتر و برتر واعلی اوران سے بے نیاز پیش کرتے ہیں۔

۲۔امامیہ بھی امام کو نبی نہیں مانتے لیکن نبوت سے افضل اور تسلسل کے سلسلہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۳۔بعض نبوغت کو کہتے ہیں ان کا کہنا ہے جب عقل بالغ ہو جاتی ہے تو نبوت کی نیاز ختم ہو جاتی ہے۔

ختم نبوت

تسلسل امامت ختم نبوت کا انکار ہے جب تسلسل امامت مقبول لدی المسلمین میسر نہیں ہوا تو ہاتھ پیر مارنے شروع کیے جیسا کہ کہتے ہیں:

۱۔غیب امام، غائب کے نام سے ٹالنے کی کوشش کی گئی جو ابھی تک چل رہی ہے۔

۲۔ بلوغ بشریت کے نام سے ضرورت نبوت کو ختم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

۳۔ تسلسل اصحاب سے اس کا خاتمہ کرنے کوشش کی گئی ہے۔ جب بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء کا کردار سامنے آیا تو خلفاء راشدین تک اسے محدود کیا۔ ختم نبوت ص ۸۷

اس فکر کے داعی مفکرین، متجد دین روشن خیال ترقی پسندوں نے نبوت کو مراحل تطور حیات بشر سے جوڑا ہے اور یہ فکر نظریہ ارتقاء ڈارون سے لی گئی ہے۔ کارل مارکس نے ڈارون سے یہ نظریہ لے کر اسے تبدیل کیا اور کمیونزم کے آغاز سے کمیونزم کے عروج تک پہنچایا ہے۔ یہ اندازے اور تخمینے ہیں جبکہ یہ ہمارے پاس درست ثابت نہیں ہے۔ ہمارے پاس شریعت کے حوالے سے مختلف گروہوں میں جھگڑے اور تضارب ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو انقلاب فرانس کے بعد کہی گئی کہ دین کی جگہ علم حاوی ہو گیا ہے۔

ختم نبوت متجد دین:

کتاب مدرسہ العصرانیہ تالیف محمد حامد ناصر ص ۱۵۳ پر ڈاکٹر جودت سعید جو خالص صلیبی نے علامہ اقبال کی کتاب تجدید فکر دینی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبوت اسلام میں اپنے کمال کو پہنچی یہاں تک نبوت کی ضرورت از خود ختم ہو گئی ہے کیونکہ انسان کو ہمیشہ ایک قائد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے بلکہ انسان کو خود اپنی معرفت نفس خود کرنے کا موقع دینا چاہیے تا کہ وہ خود اپنے وسائل کو استعمال کر کے

کائنات پر نظر ڈالنے کی کوشش کرے۔قرآن نے نبوت کیلئے کلمہ وحی استعمال کیا ہے۔وحی آپ کے بعد منقطع ہوئی ہے لیکن اس کے بدلے میں ایک اور باب تفکر تنظر کھولا ہے۔اس نے فصلت ۵۳ اس استدلال کیا کہ نئی تحقیقات، کشفیات ،علوم کونیات، اجتماعیات کو جاگزین کریں۔اس کے بعد علامہ اقبال کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں انہوں نے تحقیقات پر توجہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ کتاب مدرسہ العصرانیہ ص ۲۴ پر آیا ہے ڈاکٹر جودت نے یہ فکر مالک بن سنی غاندی بوذی سے لی ہے ڈاکٹر جودت اسی بنیاد پر کہتا ہے کہ وحی ونبوت کا دور ختم ہوگیا ہے۔

منکرین ختم نبوت

حضرت محمدؐ کی نبوت کے بعد سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا بلکہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے اس فکر کے حامل چند گروہ درجہ ذیل ہیں۔

۱۔صاف انکار کرنے والے جیسے مدعیاں نبوت بعداز وفات نبی کریم۔

۲۔قادیانی۔

۳۔آپ کی نبوت کے نام سے کسی اور کے قول کو بھی نبوت یا مانند حجت ماننے والے جیسے اصحاب یا آئمہ اطہار کے اقوال۔

۴۔آپ کے بعد کسی اور کیلئے بھی ولایت تکوینی کے اختیار کے قائلین۔

۵۔آپ کے بعد کسی اور کی عصمت کے قائل جیسے اثنا عشریہ اور بعض صوفی۔

۶۔آپ کی حیات میں ہی آپ کی نبوت کے ردیف گردانے والے۔

ستون سوم آخرت

اصول اساسی اسلام میں ایمان بہ الوہیت و ربوبیت وحدانیت، ایمان بہ رسالت انبیاء، وختم نبوت کے بعد تیسری اساس ایمان بہ آخرت ہے۔ سرسری ظاہری عوامی یا علمائی سطح پر ایمان بہ آخرت کے بارے میں تصور ہے کہ نیک اعمال انجام دینے والوں کے لئے وہاں نعمت راحت آسانی ہوگی، جنت ملے گی اور اس پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے عذاب ہوگا۔ اس پر عقیدہ رکھنا ضروری اور ناگزیر ہے لیکن اس پر کبھی بحث نہیں کی گئی کہ ایمان بہ آخرت کا کردار دنیا میں انفرادی اجتماعی زندگی کو بہتر اور برتر بنانے بقول آج کل کے مترقی متمدن بنانے میں اس کا کیا کردار ہے؟ یہ ایک راز معمہٰ اور لغز مطلب ہے اس پہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دنیا میں رائج نظام اجتماعی فیل ہو جاتے ہیں جو انسانیت کی بھلائی کی بات کرنے والے ہیں وہی انسان کی نابودی نیستی کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا کی ترقی تمدن آسائش و آرائش راحت وسکون کیلئے انسان کو دو میدانوں میں کام کرنا ہے ایک اپنی انفرادی، شخصی خاندانی زندگی میں تعیش آرام سکون کا بندوبست کرنا ہے اس کے لئے اس کے پاس لگن سے کام کرنے کے لئے محرک حب ذات ہے انسان کی اپنے نفس سے محبت اور لگاؤ انسان کو انتھک سعی وکوشش کرنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بے کار اور بے عمل انسان کو مذموم مردود قرار دیتے ہیں۔

دوسرا میدان اجتماعی میدان ہے دیگر انسانوں کی بہبودی کے لئے بھی کام کریں، ان کے لئے بھی قربانی دیں۔ نادار وہ معذور انسانوں کی زندگی کے لئے

آسانیوں کا بھی بندوبست کریں۔شہری زندگی کی اجتماعی ضروریات جیسے تعلیم، طبی سہولیات، مواصلاتی نظام یہ عمل ایک انسان سے ممکن نہیں ہے جب تک کثیر انسان اس میں شامل نہ ہوں۔غرض جس طرح انسان حب ذات کے لئے کرتا ہے اسے حب اجتماع کیلئے بھی کام کرنا چاہیے مسائل کو اسباب وعلل کی روشنی میں پڑھنے والے یا عقل کی روشنی میں پڑھنے، سوچنے والے یا فلسفیانہ انداز میں پڑھنے سمجھنے والے باخوبی جانتے ہیں کہ حب ذات، حب اجتماع، عمل برائے ذات عمل برائے اجتماع دو ایسی چیزیں ہیں جو آپس میں تضاد تناقص کی حامل ہیں۔حب ذات کہتی ہے دولت کو جمع کرو اس کی حفاظت کرو جب کہ حب اجتماع کہتا ہے اپنا کمایا ہوا کچھ حصہ اجتماع کے لئے مفت میں بغیر عوض دو۔یہاں انسان کے نفس کو آمادہ کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

میں اپنے لئے کماتا ہوں خود اس سے لذت اٹھاتا ہوں، خود جیتا ہوں اپنے سے وابستہ جن سے مجھے فائدہ ہے ان کو کھلاتا ہوں یہ میری ذات کا جزو ہیں، یہ خرچ درحقیقت ہم اپنے اوپر کر رہے ہیں جب کہ اجتماع کے لئے کام کرنا مال کو تلف کرنے کے برابر ہے جلانے کی بات ہے۔اسے میری عقل قبول نہیں کرتی اس سے مجھے کیا فائدہ ملے گا۔یہاں اجتماع کہتا ہے زیادہ تر ہمارے حق میں خرچ کرو، اپنے نفس سے درگزر کرو ایثار کرو جبکہ حب نفس کہتا ہے کسی کو مت دو۔حب نفس انسان کو بخل کنجوسی سکھاتا ہے جب کہ حب اجتماع انسان کو ایثار وقربانی کی دعوت دیتا ہے۔ایثار وقربانی کے لئے کام کرنے کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے کیونکہ یہ حب

ذات میں نہیں آتی۔

مندرجہ بالا فلسفہ کی وجہ سے دنیا میں رائج دو بڑے نظام جو پرچم دار منادی حقوق انسان تھے وہ ناکام ہوئے ہیں چنانچہ اجتماع کو نفس پر مقدم رکھنے، اجتماع کو ترجیح دینے کے منادی نظام سوشلزم اشتراکیت' اشتمالیت' کمیونزم کچھ عرصہ چلنے کے بعد سب فیل ہو گئے۔ سب جانتے ہیں کمیونسٹ بلاک کیوں فیل ہوا، کمیونسٹ بلاک اس لئے فیل ہوا کہ وہ لوگوں کی حب ذات کو روک کر دولت کو خزانے میں جمع کرتے، اس دولت سے اسلحہ بنایا اور اس دولت سے دیگر ملکوں میں کمیونزم کی ترویج کروائی گئی۔ پیسہ کارخانوں اور دیگر ملکوں میں کمیونسٹ بنانے پر خرچ ہوا اور عوام میں جذبہ عمل اجتماع کے لئے' دوسروں کے لئے نادیدہ نتائج کے لئے سرد ہوتا گیا۔ آخر میں ان کا گزارہ بین الاقوامی قرضوں پر آ کر رک گیا، یہاں سے یہ ٹوٹ گئے۔ ثابت ہوا کہ کمیونسٹ نظام فیل ہو گیا کیونکہ اس نے حب ذات کو روکا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ وہ فیل ہوئے، ناکارہ ہوئے ناکام ہو گئے۔

اس کے مقابل میں سرمایہ دار نظام نے حب ذات کو مطلق العنان، بلا رقیب بغیر کسی رکاوٹ کے آزاد چھوڑا کہ جتنا کمانا ہے' جہاں سے کمانا ہے تم آزاد، خود مختار مطلق العنان ہو یہاں سے حب ذات پروان چڑھی۔ یہاں تک کہ حب ذات ہی معبود بن گئی لہٰذا تمام دولت سمٹتے سمٹتے چند افراد میں جام ہو گئی، قدرت عمل نہ رکھنے والے افراد کی بھوک و پیاس بڑھ گئی یہاں سے سرمایہ دار بیرون ملکوں دوسروں کی دولت کو کھینچنے کے لئے سرگرم ہوئے اور وہاں سے دولت لائے۔ جب وہاں سے

ملک میں دولت آئی تو ان کے لئے لوگوں نے کام کرنا پسند نہیں کیا۔ بیرون ملک غیر یورپی ممالک ان سے بدظن ہوئے اس طرح سرمایہ داری نظام اپنی جان روح اور حرکت کھو بیٹھے اب اگر اس نظام میں کوئی جان ہے، حرکت ہے، فائدہ ہے تو وہ صرف اور صرف ان یورپ والوں کے لئے ہے ان ملکوں کے عوام کے لئے ہے۔ وہ عالمی بشریت کی قیادت کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کو لاگو کرنے میں جو تجربہ اور مہارت حاصل تھی اس کو روکنے کے بعد مشرق وغرب میں مسلمان دست نگر ہوئے۔ اگر چہ اللہ کا دین غالب ہے، یہ دین فکری طور پر سب ادیان پر غالب ہے۔ دلیل ومنطق میں وہ شکست نہیں کھاتا۔ دلیل ومنطق میں فتح و ظفر اس کا مقدر ہے لہٰذا اسے یہ قدرت حاصل ہے اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس معمہٰ کو معزل ولغز اور تضاد وتناقص کو تحلیل کرے۔ یہ تحلیل مغرب والوں کے لئے ممکن نہیں، الحاد شرقی والوں کے لئے ممکن نہیں اور خاص کر کے مسلمان سیکولروں کے لئے سم قاتل ہے۔ یہ اپنے نظام کو اس بہتر طریقہ سے حل کر سکتے ہیں جس کے نکات یہ ہیں:

اسلام کہتا ہے حیات زندگی صرف اس دنیا کا نام نہیں، حیات زندگی ایک تسلسل ہے جس نے باقی رہنا ہے اس میں تسلسل ہے۔ مرنے سے اس کی زندگی حیات ختم نہیں ہوتی۔ مرنے کے بعد اس کی دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ اس عقیدہ کے تحت انسان حب ذات کی خاطر کام کرے گا لیکن وہ کچھ حصہ یہاں خرچ کرتا ہے اور کچھ اس حیات کے لئے خرچ کرتا ہے، جو یہاں خرچ کرتا ہے وہ اپنے

لئے اور جو اس عالم کے لئے کرتا ہے وہ اجتماع کے لئے ہے لہذا یہ گرہ عقدہ صرف اسلام ہی کھول سکتا ہے۔

یہاں اسلام کے فلسفہ میں عملی مقیاس کو فکری اور اخلاقی دونوں کو ساتھ چلانے انفرادی، شخصی اور اجتماعی طور پر کام کرنے کے لئے بیک وقت اپنے لئے بھی کام کرے اور اجتماع کے لئے بھی کام کرنا ہے، اپنا بھی خیال رکھے اور دوسروں کا بھی 'اس کے لئے خرچ کریں رضا اللہ کا خیال کریں تو دونوں کا اجر انسان کو ملتا ہے لہٰذا دین اسلام اس لغز کو کھولتا ہے اجتماع اور فرد دونوں کو جوڑتا ہے۔

ستون سوم آخرت:

۱۔ مفہوم و تصویر لفظِ یوم آخرت۔

۲۔ حقیقت اور واقعیت موت

۳۔ موت اختتامی یا موت آغاز زندگی دوم

۴۔ دلائل و براہین ادامہ زندگی

۵۔ حشر و نشر کیفیت زندگی دوم

روز آخرت یعنی مرنے کے دوسرے دن کے دو مصداق بنتے ہیں:

۱۔ یعنی حقیقی معنوں میں مرنے کے فوراً بعد والا دن۔

۲۔ مرنے کے دوسرے دن سے مراد روز حشر، روز لبث روز قیامت ہے۔ پہلے معنی کے مطابق فوراً بعد والا دن یا انسان مرنے کے بعد دوسرے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس زندہ سے سوال جواب ہوگا جیسا کہ عامۃ الناس کا عقیدہ

ہے کہ انسان مرتا ہے کا معنی روح اور جسم میں جدائی ہے۔ روح الگ جگہ ہوتی ہے جسم الگ جگہ جسم تو رفتہ رفتہ ختم یا ناپید ہوجاتا ہے لیکن روح باقی رہ جاتی ہے۔ عذاب اور نعمت دونوں کا مزہ روح چکھتی ہے دوسرے دن کے دوسرے معنی حساب وکتاب والا دن ہے، جس دن خلائق محشور ہونگے۔ مثبت اور منفی دونوں کے پاس کوئی دلیل عقلی ہونے کا یا نہ ہونے کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ دلیل عقلی کا اعتماد یا ارتکاز تناقص یا تضاد پر ہوتا ہے۔ متناقص و تضاد ہمیشہ وجود خارجی سے متعلق ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد عالم کو نہ مثبت نے دیکھا ہے نہ منفی نے دیکھا ہے لہٰذا از روئے عقل اثبات دونوں کی نفی ممکن نہیں، لیکن امکان اپنی جگہ موجود ہے۔ چونکہ ابھی پیدا ہوکر مرا تھا لہٰذا وہ ذات اس کو دوبارہ بھی زندہ کرسکتی ہے۔ اللہ سبحانہ اس دلیل کو قرآن کریم کی کئی آیات میں مختلف انداز وعبارات میں بیان کیا گیا ہے۔

لیس ۷۸۔۷۹ ق ۱۵۔ مریم۔ ۶۶۔۶۷۔ روم ۲۷ ق ۱۱ فصلت ۳۹۔

تصور یوم آخرت یعنی غیر و دیگر لاتعجل الھا آخرا سراء ۲۲ بقرہ ۱۸۴ چونکہ مرنے کے بعد یکسر بالکل مختلف زندگی شروع ہوتی ہے تو کہتے ہیں یوم آخرت، دوسرا دن۔ یہ دوسرا دن اس دنیا کے دوسرے دن سے بالکل مختلف ہے۔ اس دنیا کا دوسرا دن پہلے جیسا ہوگا وہی محلّہ، گلی وہی ایمان، وہی مطلع ومغرب شمس، وہی عزیز احباب دوست مومن کا سب گذشتہ دن کی طرح ہی ہوگا۔ لیکن مرنے کے بعد دوسرا دن، اس دن کے بعد حالات یکسر مختلف نظر آئیں گے۔ کوئی چیز گذشتہ دن کی یہاں نظر نہیں آئے گی۔ یوم تبدیل الارض غیر الارض رابطہ ختم ہوجاتا ہے تمام حواس ادراک

دنیا میں رہنے والے اور وہاں جانے والے ختم ہو جاتے ہیں نہ ان کی زبان ہم سنتے ہیں نہ ہی وہ ہماری آواز سنتے ہیں۔

ایمان بہ آخرت

تمام انسان آدم سے لے کر عصر حاضر عصر حاضر سے قیام قیامت تک ایمان بہ آخرت کے بارے میں ان گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں:

۱۔ اللہ و آخرت دونوں کے منکر ہیں جیسا کہ دہریہ قدیم اور مارکسزم جدید

۲۔ اللہ کو مانتے ہیں لیکن قیامت کو نہیں مانتے جیسے مشرکین مکہ عرب

۳۔ دونوں میں شک کرتے ہیں نہ تو تسلیم کرتے ہیں اور نہ انکار

۴۔ دونوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ اپنی جگہ دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔

۵۔ عقلی طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

۶۔ عملی زندگی میں قبول نہیں کرتے۔

۷۔ عقلی اور عملی دونوں میں ایمان راسخ اعمال جدی رکھتے ہیں۔

ایمان بآخرت کے بارے میں انسانوں کے مراتب بیان کرنے کے بعد منکرین اور مشکوکین کے دلائل و بینات کو بھی سننا ضروری ہے یہی تقاضا علم و دانش ہے کیونکہ علم کہتا ہے جہاں کہیں خطرے کی گھنٹی بجتی ہے وہاں تحقیق کرنا ضروری ہے تا کہ انہیں جان لیں، ورنہ عقلا کی ملامت کا نشانہ بنیں گے۔ اس کے ساتھ ایمان والوں سے بھی سوال کرنا چاہیے کہ اس ایمان سے انسان کی اس دنیوی زندگی میں بھی کوئی فائدہ ہے یا آخرت میں تنہا ہے آیئے پہلے دیکھتے ہیں منکرین اپنے انکار

کے بارے میں کیا توجیہ و منطق پیش کرتے ہیں۔

دلائل و براہین موت

انسان کے جسم سے روح نکلنے سے نمی ختم ہو جاتی ہے روح کا پتہ نہیں لیکن جسم جہاں دفن ہوتا ہے کچھ عرصہ بعد جسم میں موجود قوت نمو ختم ہو جاتی ہے مٹی ہو جاتا ہے۔ روح نکل کر دوسرے عالم میں منتقل ہوتی ہے اس کے بارے میں کوئی دلیل و براہین عقلی نہیں رکھتے کیونکہ عقلی مشاہدات سے سنتے ہیں کہ وہ عالم انسان کے مشاہدے میں نہیں لہٰذا اس بارے میں دلائل اثبات عقلی قائم نہیں کر سکتے لیکن دلیل ثبوتی و مکانی موجود ہیں امکان ہو سکتا ہے۔

موت حقیقت و واقعیت عیاں رکھتی ہے۔ یہ نا قابل انکار حقیقت ہے جسے مومن کافر و ملحد عاقل یا بالغ جاہل سب مانتے ہیں جس طرح سورج کے غروب ہو نے سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ دنیا سے سب کو جانا ہے لیکن عام طور پر مرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے اس سے غافل رہتے ہیں۔ بعض عقلاء نوابغ کفار و مشرک بھی اس حقیقت ناگہانی سے آگاہ ہوتے ہیں۔

کتاب عقائد اسلامیہ تالیف محمد جواد مالک ص ۵۲۴ پر حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ موت دنیا کی لذتوں کو ختم کرتی ہے۔ خواہشات کو کڑوا کرتی ہے۔ موت ایک ایسا حادثہ ہے جسے کوئی طاقت و قدرت نہیں روک سکتی۔ در حقیقت حادثہ موت کے سامنے عجز و ناتوانی کا اعتراف بذات خود دلیل بر وجود طاقت و قدرت مافوق یعنی الہ خالق و مدبر کائنات ہے اس سے کسی کو بھی بچاؤ یا

خلاصہ نہیں ہے۔لہٰذا کہا گیا ہے ''الموت باقی بفتنہ والعبر صندوق العمل'' موت نے تمام مظاہر استکباری،فرعونی، ہامانی، قارونی کو تحدی کیا ہے اور کہا ہے ''یدریکم الموت ولو کنتم فی بروج.....'' لہٰذا موت ایک حقیقت اور واقعیت رکھتی ہے۔ یہ موضوع بحث ونقاش نہیں ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ موت نہیں آئے گی۔

موت اختتام زندگی نہیں

موت پر یقین رکھنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہی زندگی کا خاتمہ ہے اس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں ہے جب کوئی اور زندگی نہیں تو کسی بھی نیک کام، برے کام جرائم وموبقات کا حساب کتاب نہیں لہٰذا انسان مطلق العنان وہ حیوان ہے جسے صبح کے وقت دروازہ کھول کر مالک بغیر کسی چرواہے کے چھوڑتا ہے۔وہ چراگاہ میں گھاس کھائے لوگوں کے مزروعات کھائے خود جیسے دیگر حیوانات کھائے اس کی واپسی پر سوال نہیں ہوگا۔ان کی منطق ہے زندگی صرف یہی زندگی ہے۔کتب آسمانی، انبیاء الٰہی پھر انبیاء کے نمائندے حورین علماء، اصحاب آئمہ سب انسان کو یہی بتانے آئے ہیں موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ نقل مکانی ہے۔چنانچہ ہمارے نبی کریمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز اس دعوت سے شروع کیا۔کتاب عقائد اسلام جواد مالک ص ۵۲۵ نبی کریم نے فرمایا یا بن عبدا لمطلب یا بن فلاں ان الرائدون لا یکذب اصلہ،لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے اگر تمہیں موت سے شک ہے تو اپنی نیند کو دور کرو۔

ایمان بہ آخرت

حدیث میں آیا ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جو اخراجات اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثین کرتے ہیں یہ اعمال ایک مشکوک متردد عمل ہے جس کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے ہیں اس کے چند خدشات ہیں:

۱۔ آیت ہے کہ انسان کو وہی ملے گا جو اس نے انجام دیا ہے جو کوئی دوسرا کرتا ہے اس کو نہیں ملے گا۔

۲۔ جو اس کے وارث کرتے ہیں، یہ مرحوم کے لئے کم ہوتا ہے اور اس کا زیادہ تر دکھاوا ورثا کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ رسومات نہ کرنے کی صورت میں لوگوں کی چہ مگوئیاں سننی پڑتی ہیں۔ ان کے تصرفات ذاتی ہیں، ان میں خوش آمدانہ پن ہے۔ جبکہ اللہ خالص کو قبول کرتا ہے، وہ ریاکاری والے اعمال کو قبول نہیں کرتا۔

۳۔ ایک روپیہ اپنی حیات میں اپنی آخرت کیلئے خرچ کرنا بہتر ہے نہ کہ آنکھ بند ہونے کے بعد نماز و روزہ کی قضاء و اجارہ پر کروائیں۔ دوسرا یہ چیزیں بھی مشکوک ہیں جس آدمی نے رقم لے کر پڑھی ہیں۔

۴۔ اس نے اس رقم کی خاطر پڑھی ہے نہ کہ اللہ سے قرب و رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کے لئے بندے کو از خود رضا اللہ طلب کرنی ہوتی ہے نہ کہ اس میں بھی مزدور استعمال کریں۔ یہ رسومات یہ اخراجات صاحبان مال و دولت کرتے ہیں نہ

کہ فقر و مساکین، بے حیثیت افراد۔ اگر یہ چیزیں ایک دوسرے انسان کیلئے کسی اور کے ذریعے مفید ثابت ہونگی تو یہ شریعت اللہ نہیں ہوگی بلکہ یہ شریعت سرمایہ داران ہوگی۔

یہ اعمال دین میں خلل ڈالنے، دین میں لا پروائی برتنے، دین کو پرچون کی دکان بنانے کے مترادف ہیں جہاں رقم دے کر برأت نامہ از عذاب و عقاب خریدتے ہیں۔ جیسے کلیسا میں چلتا تھا۔ اللہ دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں ہے کسی کو اپنے بدلے میں بھیجو اگر نماز خود نہیں پڑھ سکتے ہو کسی اور سے پڑھواؤ۔ روزہ خود نہیں رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھنا چاہتے ہو کسی اور سے رکھوالیں۔ یہ دین میں دخل اندازی ہے۔ دین جزیہ جیسا نہیں کہ جو غیر مسلم شہری معاہدے کے تحت دیتے ہیں، دین عبادت و بندگی ہے اگر خود اس کی درگاہ میں خاضع نہیں ہوتے، تکبر کرتے ہیں تو متکبرین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

دلیل بہ آخرت

انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہے گا وہاں نیک برے اعمال کا حساب و جزاء ہوگی۔ اس کے بارے میں علماء نے کسی خالص دلیل عقلی کے ہونے کو رد کیا ہے تاہم عقل و شرع، عقل و نقل سے مرکب کوئی دلیل پیش کی ہے۔ انہوں نے کہا اللہ نے انسان کو یہاں اس کے اوامر کی اطاعت کرنے اور نہی سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ ہم دیکھ بھی رہے ہیں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور نواہی سے باز رہنے والے شقاوت بدبختی سے آمیزش صعوبتوں اور مشکلات میں غرق زندگی

گزار کر یہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کی اطاعت کو رد کرنے، استہزاء کرنے، مسخرہ کرنے والے عیش و عشرت، شہرت تحسین و استقبال میں زندگی گزرتے ہیں۔ انہیں کسی بھی دن مصیبت پریشانی لاحق ہوتے نہیں سنا پھر یہاں سے دونوں کوچ کر جاتے ہیں اگر انہیں کوئی سزا نہیں ملی اور پہلے کو انعام نہیں ملا تو یہ اس کے نظام عدل کے خلاف ہوگا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اللہ نے ظالموں کی نگرانی کا نظام قائم کیا ہے۔ ظالمین کے لئے دردناک سزاء بھی معین کی ہے۔

ایمان بہ آخرت

قرآن کریم کا ایک چوتھائی کے قریب حصہ انسان کو یوم آخرت کی طرف متوجہ کرتا ہے، یوم آخرت چونکہ دائرہ محسوسات سے باہر ہے چونکہ اس کے آثار یہاں نظر نہیں آتے، اس کا کیا حلیہ ہے جو کچھ حس انسانی میں آتا ہے وہ فناء نابودی ہے لہٰذا اس دن پر ہمارا ایمان صرف وحی کے ذریعے سے ہے لہٰذا اس میں بہت سی آیات نازل ہوئیں۔ وزارت اوقاف امارات کے ایک عالم دین نے روز آخرت کو اس کی منازل میں تقسیم کر کے ہر ایک منزل کیلئے ایک کتاب لکھی جس کے مجموعہ کا نام موسوعہ آخرت ہے۔

تصدیق واطمینان بروز جزاء

ہر وہ خبر جس کا فی زمانہ تجزیہ یا مشاہدہ میں آنا ممکن نہ ہو، اسکی تصدیق کرنا اس کے بارے میں اطمینان پیدا کرنا مشکل ہے۔ قیامت، روز حساب و جزاء انہی

خبروں میں شمار ہوتا ہے اس کے بارے میں تجزیہ یہاں ناممکن ہے اس پر تجزیہ کرنے کیلئے یہاں سے کوچ کرنا، منتقل ہونا ضروری ہے۔ کسی چیز کے بارے میں تجزیہ کرنے کے لئے دور دراز علاقوں میں جانا پڑا ہے، بہت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ صاحبان استطاعت اسے برداشت کرتے ہیں کیونکہ تجزیہ کے بعد واپس آکر ان کے اخراجات کی تلافی کر سکتے ہیں لیکن روز قیامت کیلئے تجزیہ کر کے یہاں واپس آنا ناممکن ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد دوبارہ پیٹ میں نہیں جاسکتا ہے، مرنے والا دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا ہے، جہاں کہیں خبر کے تجزیہ کی ایسی صورت ہو وہاں ایسی خبر کے بارے میں لوگوں سے تصدیق کرنے کیلئے دیگر وسائل وذرائع سے مطمئن ہوا جاسکتا ہے۔ سامعین کے اس بارے میں جتنے شکوک وشبہات بنتے ہیں ان کا جواب دینا پڑتا ہے۔ قیامت روز حساب' حساب کے بارے میں اُن تمام وسائل وذرائع کا استعمال کرنا ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کر سکتے ہیں، مطمئن کرنے کے وسائل۔

۱۔ مخبر صادق ہو تو خبر پر اطمینان کا باعث بنتا ہے۔ یہاں مخبر انبیاء ہیں جو اللہ کی طرف سے دے رہے ہیں قرآن کریم ہے۔

۲۔ خبر پیش کرنے کے انداز کو جتنا ممکن ہو، اداء وتاکید سے آراستہ کریں۔

۳۔ خبر کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

۴۔ تحلیل پیش کریں۔

۵۔ دلائل دیں۔

منکرین کی منطق

منکرین کہتے ہیں کہ انسان کی حقیقت اور واقعیت صرف یہی ہے جو ہر شخص کے حس ومشاہدے میں آتی ہے۔ جسے ہر شخص ہاتھ سے لمس کرتا ہے آنکھ سے دیکھتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ پتیسو کھنے کے بعد اور لکڑی جلنے کے بعد ناپید ہوجاتی ہے مٹ جاتی ہے اس کا کوئی وجود ملنا مشکل ہوجائے گا۔

منکرین کو جواب

قارئین کرام ان کا انکار کسی دلیل وبرھان سے استناد نہیں ہوا صرف دعویٰ ہی ہے لیکن موحدین کے پاس دلیل ہونے یا دلیل طلب کرنے پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ ہم ان کی اس منطق کی حزاف گوئی کو ان دلائل وبراہین سے مسترد کریں گے:۔

ا۔ انسان شناس علماء نے انسان کے جسم میں پائے جانے والے عناصر بیان کیئے ہیں اگر انسان کی حقیقت یہی مرکب عناصر ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ان علماء (سائنس دانوں) کو چاہیے تھا کوئی انسان از خود بنا کر بہت سے انسانوں کو اعتراف خالقیت سے جان چھڑاتے۔ دنیائے الحاد انکار خالق پر اصرار رکھنے کے باوجود عناصر ترکیبی انسان یکا یک جاننے کے باوجود کوئی انسان پیش نہیں کرسکا جبکہ باقی ہر چیز کے عناصر ترکیبی جاننے کے بعد دقیق باریک ایجادات کیں۔ ہوا میں اڑانے والے جہاز کتنی آواز کے ساتھ اڑتے ہیں۔ معلوم نہیں ہر دن کتنے جہاز بن کر بازار میں آتے ہیں جہاں خریدنے کیلئے خریدار آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح

ٹیلی فون، کمپیوٹر، آلاتِ جاسوسی وغیرہ۔

۲۔ اگر روح حیات نامی کوئی چیز نہیں عناصر ترکیبی کا مرکب ہے تو تمام انسان شکل وصورت، قد وقامت، ذہانت، فراست نبوغت میں ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ حتیٰ ایک ہی باپ ماں سے بلکہ ایک ہی شکم سے بیک وقت نکلنے والے جڑواں میں اختلاف کی کیا بنیاد ہے جبکہ دیگر چیزوں کے کارخانوں کی پیداوار میں ایک دوسرے سے کوئی فرق امتیاز پیدا کرنا ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

نظام کونیات ونظام انسانیات

یہاں دو موجود ہیں ایک کونیات ہے جیسے سرسری سطحی بادی النظر میں آنے والے سورج و چاند ستارے، زمین اجماد واشجار نباتات، حیوانات ہر ایک کی بقاء و دوام وحرکت اور گردش ایک نظام دقیق سے چل رہے ہیں یا وہ موجودات جو چند ذرائع وسائل کے توسط سے نظر آتے ہیں ان میں انسانوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔ ابھی تک کسی محقق یا مبتکر ابتکارات نے دعویٰ نہیں کیا کہ سورج کا چاند کا نظام فلاں نے بنایا ہے، جنین شکم کا نظام ہم نے تنظیم کیا ہے اور نہ کسی نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ زمانے میں ان کے نظام میں تبدیلی یا ترمیم کرسکیں گے۔ یہ سب انسان کیلئے مسخر کیئے گئے ہیں جیسا کہ کثیر روایات میں آیا ہے سخر لکم مافی الارض تو کیسے انسان اپنے لئے کوئی نظام بنا سکیں گے۔ لہٰذا انسان کی بنیادی زندگی کا نظام بھی اللہ کی طرف ہونا چاہیے اگر کوئی انسان اللہ سے ہٹ کر اپنے لئے خود نظام بنائیں گے تو وہ نظام طاغوت کہلائے گا وہ فاسد ہوگا اور اس کے گلے پڑے گا۔ ہر آئے دن اپنے

اور دوسروں کی شقاوت کا سبب بنے گا۔ آیا خالق نے اس انسان کے رہنے سہنے کے لئے کوئی نظام نہیں بنایا اور اسے مثل وحشی آزاد چھوڑا ہے؟ جو مرضی کریں، اگر ایسا ہے تو ایوانوں میں جا کر قانون بنائیں یا اپنا بنایا ہوا قانون دوسروں پر نہ ٹھونسیں۔ یہ بھی ایک قسم کی دہشت گردی ہے۔ انسان جس نظام کا محتاج ہے وہ نظام خود انسان نہیں بنا سکتے ہیں۔

قرآن و علم کونیات

محققین علماء اعلام فرماتے ہیں موضوع دعوت انبیاء، دعوت قرآن آئین و وظائف انسان ہے۔ جو اپنے خالق متعال اور کونیات و دیگر اپنے ہم نوع انسانوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ انبیاء، کتب آسمانی، قرآن انسانوں کو علوم طبیعات سکھانے نہیں آئے۔ تاہم انسانوں کو ان کے وظائف و ذمہ داریوں کو سکھانے سمجھانے کیلئے آئے طبیعات سے استناد کرنے اور مثال دیتے وقت کائنات میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر قرآن نے نہ کیا ہو۔ چنانچہ کونیات کے بارے میں ان موضوعات کو تفصیل یا بنیاد سے اٹھانا ہوگا:

ہیت زمین

کتاب الھیۃ والاسلام تالیف علامہ ھبہ الدین شہرستانی کی کتاب الھیۃ والاسلام ص ۶۸ پر ہیت زمین کے بارے میں میلاد مسیح سے لے کر ۱۸ ویں صدی کے علماء ہیت کے ۱۳ اقوال نظریات بیان کیئے گئے ہیں سب سے آخری نظریہ نظریہ آئزک نیوٹن متوفی ۱۷۲۷ کا ہے جس میں انہوں نے کہا زمین کرہ نہیں، شبہ

کرہ ہے۔ یہی مشہور و مقبول ہے جس پر دلائل و براہین اور شواہد موجود ہیں جس کی طرف آیت رب المشارق والمغارب اشارہ کرتی ہے۔ زمین کی جائے گاہ کہاں ہے؟ وہ کسی چیز پر قائم ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم کی ان آیات سے استشناد کیا ہے۔ فاطر ۴۱ روم ۲۵ کے علاوہ کلمات امیر المومنین سے استناد کرتے ہیں۔ زمین کی سورج کے گرد حرکت کو برنیکس نے دسویں ہجری میں دریافت کیا تاہم زمین کی حرکت کے بارے میں قرآن کریم میں کثیر تعداد میں آیات ہیں۔

علوم انسانی میں

عام طور پر علوم انسانی میں تین اہم نکات قابل بحث و قابل تحقیق ہیں:

۱۔ انسان کی تکوین ہے کہ انسان کی تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے اور اسکے مراحل تکوین کون کون سے ہیں۔ قرآن کریم نے نطفہ اور اس کے مراحل کو بتایا ہے نیز اس کے عناصر ترکیبی روح اور جسم اور ان دونوں کے لوازمات ضروریات اور تقاضوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ دوسرا نکتہ اس کے مقام و منزلت کا تعین ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں انسان کا مقام و منزلت کیا ہے؟ قرآن کریم کی ان آیات میں اس کے مقام و منزلت کا تعین کیا گیا ہے بقرہ ۲۱ جاثیہ ۱۳ القمان ۲۰ اسراء ۷۰۔

۳۔ تیسرا نکتہ حقوق انسان کا ہے کہ انسان کے کیا حقوق ہیں یہ حقوق اپنی جگہ تین اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔

۱۔ حق اللہ۔ بندے پر اللہ کا حق ہے اس لئے کہ خلق کیا گیا ہے لہٰذا

ضروریات اولیہ جیسا کہ اللہ کے ذمہ ہیں' اس اللہ کو اس کا حق اداء کرنا ہے چاہے بندہ شاکر ہو یا کافر۔

۲۔خود انسان کا حق اپنے اوپر ہے کہ وہ اپنے لئے ان حقوق کو اداء کرے، ان سے پہلو تہی نہ کرے۔

۳۔اقربین کے ذمہ حق ہے کہ ان کے حق کو ادا کرے جیسے شوہر بیوی والدین اولاد وغیرہ۔

۴۔اجتماع کے ذمہ حق ہے۔

۵۔حکومت پر حق ہے وہ ان حقوق کو پورا کرے۔

۶۔علماء دین پر حق ہے کہ وہ ان حقوق کو بیان کریں۔

۱۔ انسان کے نطفہ خلقت سے لے کر نفخ روح وخروج روح تک کے بارے میں عنوانات کو اٹھایا ہے۔

۲۔ مہد انسان جہاں انسان نے زندگی گزاری ہے یہاں جینا مرنا ہے۔

۳۔ پھر زمین سے نسبت دے کر نجوم و بحرات کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ خالق کائنات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ایک خالص تابع وحی ہیں اور دوسرے تابع عقل ہیں۔

۲۔دوسرا جامع عقل ونقل ہے۔

ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ اللہ کے بارے میں جو تصور انا جیل نے دیا ہے اس تک عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے لہٰذا معیار وہی ہے جو انا جیل میں آیا ہے۔ یہ تصور

میلادی کی دوسری صدی سے لے کر بارہویں صدی تک چلا ہے۔ جو کہ الہیات کے بارے میں اناجیل نے کہا ہے وہ حق ہے۔ دوسرا گروہ جو کہ بارہویں تیرہویں صدی میلادی سے شروع ہوا ہے انہوں نے اپنی فکر اور فلسفہ ارسطو سے لیا جہاں علم اور ایمان میں فرق رکھا گیا ہے۔ یہاں انہوں نے کہا کہ علم صرف فلسفہ پر قائم ہے جس علم کی فلسفہ تائید نہ کرے وہ علم نہیں ہے۔

انواع واقسام ادراکات

۱۔ادرکات حسی یعنی حواس خمسہ اور اس کے وسائل کے ذریعے ادراک۔

۲۔ادراکات تحصیل و تجربات ماخوذ از ادرکات محسوسات ہوتے ہیں مثلا ً ادراک جاذبیت جسم ثقیل، بسوی زمین یہ ادراک از بصارت وسماعت ذوق سے ہیں۔

۳۔ادراکات وحی۔

۴۔ادراکات وحدائیات حدسیات یا مشاہدات۔

[کتاب صراع مع الملاحدہ] میں آیا ہے کہ دین کے علم سے تعارض و تضاد کے تین مفروضے بنتے ہیں:

۱۔جس علم کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ اس مرحلے پر نہیں پہنچا جسے تسلیم کریں جیسے بہت سے نظریات ثابت ہونے کے بعد بھی غلط ثابت ہوگئے ہیں اور بہت سے نظریات ابھی تک ثابت نہیں ہوئے ہیں۔یعنی بعض شکوک وشبہات والے نظریات کو ڈنڈے کے زور پر چلا رہے ہیں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

۲۔جس شخص نے اس نص سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ غلط اخذ کیا ہے۔اس کا بوجھ دین پر نہیں لادا جاسکتا ہے۔ابھی تک دنیا میں دین کا کوئی ترجمان نہیں بنا ہے۔

۳۔تقلید جابرانہ یعنی جہاں سے اس نے جو کچھ لیا ہے وہ اس کی دلیل دینے کے درجے پر نہیں پہنچا بلکہ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہے۔

الحاد ضد دین ہے، ضد ایمان ہے۔ایمان کے معنی اذعان و اعتقاد ماورائے مادہ ہیں۔اس میں سرفہرست ایمان بوجود اللہ ایمان بخود انسان آتا ہے۔اور اس کے مقابلے میں الحاد، افکار، مجاور، اعطاء، انحکاک، انحصار وجود در مادہ ہیں۔

کون علوم جدید کی محظوظیت سے انکار کرتا ہے:

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ شرف الدین چوتھی فیل کو کیا پتہ کہ علوم جدید نے انسانوں کو کہاں پہنچایا ہے، اس علم کی قدر اس علم کے پڑھنے والے ہی جانتے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ علوم جدید کے فیوضات سے انپڑھ، نادان، پڑھا لکھا، فیل ہونے والے اور اعلیٰ تعلیمی اسناد لینے والے دونوں برابر مستفیض ہوتے ہیں۔ گرمی میں ٹھنڈی سواری، سردیوں میں گاڑیوں اور جہازوں میں سردی سے بچنے کیلئے بہترین انتظام، بجلی، گیس، موبائل اور ٹی وی کے استعمال میں سب برابر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

شرف الدین چوتھی فیل ایک دن اپنے گھر سے اپنی مختصر زاد صبح وشام دوش پر لے کر پیدل خس وخاشاک ٹیلے والے ریگستانی راستے کو طے کرتے ہوئے شوق علم

دین سے لبریز ہو کر سکردو آیا، سکردو سے ۴۵ روپے دے کر ڈکوٹا جہاز میں بغیر سیٹ چادر بچھا کر پنڈی آیا، دارانامی بحری جہاز سے عراق پہنچنے سے پہلے چندین قسم کے مرض میں مبتلا ہوا، ٹی بی کو مہلک بیماری سمجھنے کی وجہ سے کوئی اسے ساتھ رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوا، سرگردان ہوا، اس کا علاج جدید علم پڑھنے والے ڈاکٹر سے کرایا۔ جب ۶۵ ء میں بلتستان میں عالم دین بن کر گیا تو یہ مولوی بار بردار بغیر لجام کے گھوڑے پر اپنے گاؤں گیا۔ گھوڑے والا آدھے راستے ہی میں چھوڑ کر چلا گیا آج اس شخص نے بارہا ائیر بس، جمبو جیٹ وغیرہ میں سفر کیا ہے گھر میں پہلے سالوں میں سارا سارا دن بجلی کے پنکھے نہیں چلتے تھے بالکل عام سے کپڑے پہنتے تھے آج علم کی بدولت پہلے سے بہتر اور نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ آج کل کے لباس اور کھانا پینا سب نئے علم کے ایجاد کردہ ہیں۔ ہم جیسی زندگی گزارتے اور بھی بہت سے لوگ اپنے گھروں سے نکلتے تھے ہم سب پسماندگی نادانی اور قرون وسطیٰ کی زندگی سے نکلے ہیں اعلیٰ تعلیم والے بھی ہمارے برابر جدید علم سے مستفید مستفیض ہوتے ہیں لیکن فرق اتنا ہے کہ ہم اللہ کے قرب کی تلاش میں نکلے تھے اور ابھی بھی قرب الٰہی کی تلاش میں ہیں جبکہ جدید علوم میں اعلیٰ اسناد حاصل کرنے والے افسری اور رشوت و کرپشن وغیرہ کی تلاش میں نکلنے والوں کو اللہ کہیں نظر نہیں آتا۔ ان کی گفتگو یا ریڈیو، ٹی وی کے خطاب میں کبھی نہیں سنا کہ وہ اللہ پاک کی اتنی زیادہ نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کہ جنہیں شمار کرنا انسان کے بس میں نہیں۔

تحفہ خائنین:

دشمن جب دوبدو جنگ سے عاجز وقاصر آیا اور انہیں یہ یقین ہوگیا کہ وہ مسلمانوں کو تلوار و نیزہ اور بندوق سے فتح نہیں کر سکتے ہیں تو وہ دوستی و ہمدردی اور خدمت خلق کے روپ میں مختلف مہلک ادویات اور زہریلے تحفے پیش کرنے لگے تاکہ گمنام طریقہ سے دشمن کو قتل بھی کریں اور گرفت میں بھی نہ آئیں۔ چنانچہ ان کے پالیسی سازوں نے یورپ والوں کو مشورہ دیا کہ یہ کام حکومت کی بجائے بعض افراد اور مخصوص گروہوں کو ٹھیکداری پر دیں تاکہ مسلمانوں کی نسلوں کو عن قریب اپنے خانہ و آشیانوں اور تاریک جھونپڑیوں میں مغرب نواز اور یورپ کا گرویدہ بنائیں تاکہ ان کے بیٹے، بیٹیاں، والدین اور بھائی خود اپنے دین و مذہب اور غیرت مند و دیندار مسلمانوں کے خلاف ہماری نمائندگی میں جنگ لڑیں۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج مسلمان آزاد لڑکیوں کو ان کے عزیز و اقارب کے سامنے اغیار اٹھا کے لے جارہے ہیں اور وہ اس کو اپنا فخر سمجھنے لگے ہیں۔حالانکہ پرلے درجے کے بے دین اور غیر مسلموں اور قرآن حکیم کے تحت اسلام و مسلمین کے دشمنوں کے مخلوط اجتماع میں تعلیم یا روزگار کے نام پر جوان مسلمان لڑکیوں کا رہنا اور ان کی طرف سے منعقد کی جانے والی عریانی وفحاشی کو عام کرنے والی ہر بُری تقریب میں شرکت کرنا کہاں کے فخر کی بات ہے۔ یہ تو بے غیرتی، کمینگی اور نیچ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔اس خیانت سے پردہ اٹھاتے ہوئے علامہ مرحوم انوار جندی اپنی کتاب تربیت الاجبال کے مدخل میں لکھتے ہیں اگر ہم سے کوئی سوال

کرے کہ اس خنجر کا کیا نام ہے جسے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر مار کر جسد بلا روح چھوڑا جاتا ہے۔ ممکن ہے بعض مفکرین متعدد اور مختلف جواب دیں لیکن بعض دیگران اس جواب سے مطمئن نہ ہوں اور کہیں کہ مسلمانوں پر سیاسی اقتصادی اور عسکری طور پر قابض قوتیں اس کی ذمہ دار ہیں۔ لیکن بعض دوسروں کا کہنا ہے اس خنجر کا نام تعلیم وتربیت منہج غرب ہے۔ اور ہماری ذلت ورسوائی، بے سکونی و بے اطمینانی اور تمام تر تباہی و بربادی کی ذمہ دار مغربی تعلیم اور مغرب میں جا کر وہاں کا نصاب پڑھنے والے وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جنکے یورپ جانے پر ان کے ماں باپ اور خاندان والے بہت فخر کرتے ہیں۔

جب مبشرین نے دیکھا مسلمان کی ختم ہونے والی افتخار وعزت لوٹ آئی ہے اور انہیں ان کا کھویا ہوا مقام دوبارہ مل گیا ہے اور ان کا دوبارہ بول بالا ہو گیا ہے تو یہ ان پر گراں گزرا۔ یہاں سے انہوں نے مقامی بے خبر لوگوں کو غرب گیری کی طرف دعوت دی جب ان کی بات چلنے لگی اور ایسے مسلمانوں پر بھی ان کا اعتماد اٹھ گیا تو ان کو مسیحیت اپنانے کی دعوت دینا شروع کی۔ چنانچہ حالیہ سالوں میں ہمارے حکمران یورپ کے دوروں میں پاپ کی ملاقات کو بھی ایک اہم کارنامے میں شمار کرتے تھے۔

منورین نسوانیات

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۴ ھ کے ایکسپریس کے کالم نگار اختر پیدری نے فنکاروں اور فلمکاروں کا شکوہ کے عنوان پر کالم لکھا ہے اس میں ایک فنکار ڈرامہ

نگار نے کہا ہے کہ ہمیں شرم نہیں آتی ہے۔ پاکستان کی اعلیٰ درسگاہوں میں ایک نصاب تاریخ ہے جہاں منورین تاریخ، تاریخ کو توڑ موڑ کر ایک مسخ شدہ تاریخ کے طور پر پیش کرتے ہیں مثلاً ان میں سے کسی نے عورت کی مظلومیت کی تاریخ لکھی ہے۔اس سے ان کا مقصد ہماری خواتین کو مغربی خواتین کی بود و باش جیسا حق دینا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق جن خواتین کو مغرب جیسی آزادی نہیں ملتی ہے، وہ مظلوم ہیں یہ لوگ تاریخ پڑھے بغیر اور تاریخ میں پیچھے گئے بغیر اپنا تعارف مؤرخ و محقق سے کرانا چاہتے ہیں۔ جب پڑھے بغیر رقم سے اور اگر رقم نہیں تو دین و اسلام کے خلاف بولنے سے ڈگری ملتی ہے تو یہ کیوں اسلام کے خلاف غلاظت نہ پھینکیں گے۔ جہاں ہنسی مذاق کے وقت دوست احباب کی عزت و تکریم اور مذکر و مونث کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے، یہ آپ کی تاریخ ہے یہ ان مؤرخوں کے نہ پڑھنے اور محققانہ انداز سے مطالعہ نہ کرنے کی دلیل ہے۔ تاریخ انسان ہی بناتے ہیں اور انسان ہی اسے خراب کرتے ہیں۔ بتائیں آپ نے کونسی تاریخ بنائی ہے پاکستان کے تاریخ سازوں نے اسلام کی تاریخ کو پس پشت ڈال کر مغرب کی تاریخ کو اپنایا ہے۔

منورین انہیں کہتے ہیں جو دین کی تفسیر و تاویل پیشرفت علوم و دین کے تناظر میں اور عقل و علم کی روشنی میں کریں، ان کا دین علم کی روشنی میں تاویل ہوتا ہے۔
اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، اجتماعات اور نیلام گھروں میں اداکار اور بین الاقوامی این جی اوز آزادی نسواں کے نام سے کثیر تعداد میں لڑکیوں کو بے حجاب بنا کر پیش

کرتے ہیں اور بہت سی لڑکیوں کو بے چارے عزیز والدین، عزیز بھائیوں اور خاندان سے آزادی دلانے اور بے حجابی اور عریانی وفحاشی کے صلے میں مقام و منصب دیتے ہیں۔ ایسی شرائط پر خواتین کو کرسی اقتدار پر پہنچایا جاتا ہے کہ اپنی طرح کے دیگر سیاستمداروں کے ساتھ مل کر ایوانوں میں پہنچ کر عریانی وفحاشی کو شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں اس حد تک پھلائیں کہ لوگ اسلام کو پامال کرنے والی اور واضح وصاف طور پر نظر آنے والی اس برائی کو برائی نہ کہیں۔ اب الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس قابل نہیں رہے کہ یہاں باپ بیٹی یا بہن کے ساتھ اور ماں بیٹے کے ساتھ بیٹھ کر انہیں دیکھ سکیں یا خبریں سن سکیں۔ کوئی شریف آدمی اپنی بیٹیوں یا بہنوں کے ساتھ ضرورت کی اشیاء کیلئے بازار جا سکتا ہے اور نہ ہسپتالوں پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دولت ڈنڈے، گولی اور آمریت واستبدادیتِ مطلق کے زور پر چوروں، ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور عریانیت پھیلانے والوں کو ہر آئے دن زیادہ سے زیادہ تعداد میں ایوانوں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ ان مناظر کو دیکھنے کے بعد جب مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ یہاں قرآن کریم کے واضح احکامات کو بھی مسترد کیا جا رہا ہے اور اللہ کی کتاب کی اہانت کی جا رہی ہے تو ایسا کرنے اور کرانے والے جب یہ دیکھتے ہیں کہ اب مسلمانوں کی غیرت قابو میں نہیں رہ سکتی ہے اور یہ حالات مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہو گئے ہیں تو پھر ان کو اسلام یاد آتا ہے۔ یہ بے شرم و بے حیاء خود کو اسلام اور حکم اسلام کا طاغی و باغی بنانے کے بعد کس منہ سے اسلام کی بات کرتے ہیں۔ یہ ہیں منورین نسوانیات جو کہ خود دہشت گرد ہیں کیونکہ

وہ خواتین کو کئی دروازوں سے ایوانوں میں لائے ہیں۔ یہ جو خود آئین سازی کے لئے آئے تھے بتائیں کہ یہ کس آئین کے تحت ان خواتین کو یہاں لائے ہیں ہر آئین کی ایک معقول سند ہوتی ہے۔ان کو ایوانوں میں لانے کی سند ان کی من مانی اور اسلام دشمن قوتوں کے اشارے کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یہاں آپ کی الحادیزم کی تحریک کے باوجود اکثریت اسلام کے داعی وحامی افراد کی ہے اور آپ ان کے نمائندے بن کر یہاں آکے خیانت کر کے چور دروازے سے فحاشی وعریانیات کو پھیلاتے ہیں۔

نور وحکم قرآن ومحمدؐ کے تحت ان تمام منورین کے اذہان پر طاری ظلمات و خبائث غرب وشرق پرستی وخود پرستی جرائم کو عام کرنے اور مسلمانوں کو ان جرائم کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دینے کے جرم کی سزا میں ان تمام سیاسی پارٹیوں کو کالعدم تنظیموں کی طرح کالعدم قرار دیں کیونکہ یہ لوگ بھی ان جیسے دہشت گرد ہیں۔

منورین ذرائع ابلاغ

بہت سوں کا کہنا ہے کہ ذرائع ابلاغ نے اب لوگوں کو شعور دیا ہے بیدار کیا ہے یہ اب وہ قوم نہیں جو پہلے تھی اب لوگ بیدار ہو چکے ہیں۔حکمرانوں اور اعلیٰ اقتدار پر فائز افراد کا کہنا ہے یہ ذمہ داری ذرائع ابلاغ کی ہے بعض کا کہنا ہے کہ ذرائع ابلاغ والے کوتاہی کر رہے ہیں جبکہ خود ذرائع ابلاغ والوں کا کہنا ہے ہمیں وڈیروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی بجائے وسطیٰ یا ادنیٰ طبقات سے افراد کو اوپر لانا چاہیئے۔گویا یہاں ان کے عقل و وجدان ودانشوری کا چہلم یا برسی منائی

جائے تا کہ پھر ان پر ذمہ داری ڈالیں ۔ پوری مملکت کو داخلی و خارجی دشمنوں کے نرغے سے نجات دلانے کیلئے عوام الناس سے ان پڑھ اور نچلی سوچ کے افراد کو منتخب کرنا چاہیے جبکہ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں جمہوریت آنی چاہئے کیا جمہوریت میں صرف نچلے طبقے والے ہی آتے ہیں اوپر والے نہیں آتے ؟ چاہے وہ اہلیت وصلاحیت کے حامل ہی کیوں نہ ہوں ۔ محسوس ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ وہی کمیونیزم کی زبان بولتے ہیں وہ اہلیت کی جگہ نچلے طبقے کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہ کونسی عقل وشرع کی بات ہے کہ صرف نچلے طبقہ کو لانا چاہئے ؟ اس لئے ان کو ترقی پسند کہتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ ان کو اسلام سے چڑ ہوتی ہے جبکہ نظریہ پرویزی یہ ہے کہ یہاں سزا یافتہ لوگوں کی کابینہ ہو اور وہ قیادت ہو جو سزا کی مستحق ہو۔

منورین بندرین

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سورہ اسراء کی آیت ۶۹ میں انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے اور بہت سی آیات میں ان عرب بدوؤں، ان پڑھ جاہلوں اور لکیر کے فقیر سفید کاغذوں پر کھینچے گئے خطوط یا چند الفاظ کو نہ پڑھ سکنے والوں سے تند و تیز لہجے میں خطاب کیا ہے ۔ آسمان پر طلوع ستاروں ، زمین پر نصب پہاڑوں، مدو جزر اور دریاؤں کو دیکھ کر دعوت دی کہ غور کرو یہ سب کچھ خود بخود وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کا کوئی خالق بھی ہوگا۔ اللہ نے بصارت کے لئے آنکھ دی ہے، سماعت کیلئے کان اور سمجھنے کیلئے دل اور تدبر و تفکر کے لئے عقل عطا کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان پڑھ

اور پڑھے لکھے حقائق کو درک کرنے کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔ جب آپ حوزات سے فارغ ہونے والے اور درجہ اجتہاد پر پہنچنے والے کسی انسان کو عبا پہنے عبا لہراتے دیکھ کر ان سے کوئی حکم شرعی پوچھتے ہیں یا آیات قرآن کی تفسیر پوچھتے ہیں تو وہ خمینی، سیستانی اور حنبلی و جعفری سے اوپر نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کہتے ہیں کہ حضور قرآن وسنت سے کوئی استناد تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تقلیدی ہیں۔ جب آپ یہاں کی اعلیٰ درسگاہوں سے فارغ ہوکر یورپ جا کر وہاں سے فارغ ہوکر آنے والوں سے یہی بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو علماء فرمائیں گے ہم تو ان کی تقلید کرتے ہیں۔ یعنی ہمارے مسائل کے حل میں ہماری تحقیق علماء کی اہانت و جسارت اور مذاق کی حد تک ہے۔ ملک اور دین شریعت کو ہم نے چھوا تک نہیں اور آئندہ چھونے کا ارادہ بھی نہیں۔ ہم ابھی تک انسان نہیں بنے ہیں ہم بندر ہیں، سالہائے سال حتیٰ کہ صدیاں بھی گزر جائیں ہم بندر ہی رہیں گے بندر کا امتیاز یہ ہے کہ وہ تقلید کا شاہکار ہے لہٰذا ان کو منورین بندرین کہہ سکتے ہیں۔

منورین حوزات

انقلاب اسلامی ایران کے بعد ایران سے باہر کے ممالک اور خصوصاً پاکستان میں مدارس وحوزات سے فارغ التحصیل حضرات سیاسی اداکاری کے لئے اٹھے ان میں سے بعض اعلیٰ درسگاہوں کو چھوڑ کر خمس کی رسید کاٹنے کی خواہش سے ایران گئے تھے جب کہ یہاں خمس پہلے سے ہی قبضہ مافیہ کے قبضہ میں تھا۔ لیکن عجیب تضاد لفاظی اور عملی کچھ اس طرح سے سامنے آیا کہ ایران میں دو نعرے بلند

ہوئے ایک اسلامی اتحاد کا اور دوسرا شیعہ سنی اتحاد کا۔ لیکن یہاں خمینی بننے والے وہاں اسلامی اتحاد کے نعرے سے اختلاف رکھتے تھے مثلاً آغائے سید جوادی اتحاد سنی و شیعہ کے سخت مخالف تھے وہ فرماتے تھے پہلے اتحاد مومنین کریں اور اسلامی اتحاد کو بعد کے لئے چھوڑیں ہم اس وقت نہیں سمجھ رہے تھے کہ حوزہ کا پڑھا ہوا ایک انسان اور خمینی و منتظری کا گرویدہ وکیل یہ جملہ کیسے استعمال کر رہا ہے۔ بعد میں پتہ چلا آپ کا علاقہ ہی یہاں سے مختلف تھا جہاں کہتے سنا کہ ہمیں تقی و نقی امام نہیں چاہیئے ہم تو عباس و اکبر کو امام مانتے ہیں۔ کہتے ہیں آنے والے ایران میں جاری نعرے سے جہاں تک اسلامی حکومت کے لئے اٹھنے کی بات کی ہے اس میں آغائے ساجد نقوی کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔ ملک میں نئے انتخابات کا اعلان ہوا تو شیعہ فرقہ بھی حرکت میں آیا کہ ہم بھی الیکشن لڑیں گے بعض چھوٹے قد اور بے حیثیت انسانوں کے علاوہ سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔ جامعہ اہل بیت میں جناب آفتاب حیدر رضوی صاحب نے آغائے ساجد سے استفسار کیا کہ آپ کیسے الیکشن میں حصہ لیں گے جبکہ آپ کی شیعہ آبادی یک جاء نہیں بلکہ منتشر و پراگندہ ہے جہاں سے کوئی نمائندہ انتخاب کرنے کے لئے مطلوبہ ووٹ نہیں ملیں گے اگر آپ کسی سے اتحاد کریں گے اور اگر آپ مسلمانوں میں سے اسلام کی بات کرنے والی اسلامی سیاسی جماعتوں سے اتحاد کریں گے تو شیعہ اسلام کے نام پر ووٹ نہیں دیں گے اور اگر آپ الحادی جماعتوں سے اتحاد کریں گے تو شریعت اجازت نہیں دے گی۔ تو آپ نے فرمایا ہمارے اتحاد کرنے یا نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا۔ شیعہ

تو بہر حال الحادی جماعتوں ہی کو ووٹ دیں گے یہاں سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آغا ساجد صاحب خود کتنے منور تھے اور لوگوں کے لئے کتنی نور افشانی کر رہے تھے۔

منورین نحو

صاحب کتاب فکر و مباحث استاد علی طنطاوی اپنی اس کتاب کے ص ۵ پر مصر کے بڑے پائے کے عالم دین استاد زیات سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس وقت علم نحو ایک علم عقیم لا ولد ہے۔ طویل عرصہ عمر گزارنے کے بعد بہت سے قیل و قال تاویلات و تعلیلات ان کو یاد ہیں مناقشہ و مناظرہ کے ماہر ہو گئے ہیں لیکن نہ بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ علم نحو کی یہ خرابی ابھی نہیں آئی ہے بلکہ اس علم کے متقدمین بھی اس بیماری میں مبتلا تھے۔ سیوطی لکھتے ہیں کسائی زعیم نحویین کوفہ متوفی ۱۸۲ھ کو حد نعم و بئس نہیں آتے تھے، خلیل کو نداء کی حد نہیں آتی تھی۔ ایک شخص ابن خالویہ متوفی ۵۶۸ھ سے کہا آپ مجھے نحو اور زبان عربی سکھا سکتے ہیں تو اس نے جواب دیا جس علم کو میں پچاس سال سے پڑھ رہا ہوں اس سے ابھی تک اپنی زبان ٹھیک نہیں کر سکا تمہاری زبان کو کیسے ٹھیک کروں۔ جب بادشاہِ نحو کو پچاس سال میں کچھ نہیں آیا تو ہمیں کیا آئے گا۔

استاد طنطاوی اپنی کتاب کے ص ۱۸ پر نحوی میں اتنی تعقید گنگ معمی اور معضل کیوں ہے کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ علم پہلے دن سے علم کی خاطر نہیں تھا بلکہ پہلے دن سے کسب و کمائی اور مال بنانے کی خاطر وجود میں آیا تھا چنانچہ جاحظ نے اخفش

سے کہا کیوں اپنے علم کو پیچیدہ ومشکل پیش کرتے ہو تو اخفش نے جواب دیا اگر میں اسے آسان زبان میں پیش کروں گا تو میرے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ جب اسے سمجھنے میں مشکل درپیش ہوگی تو لوگ میری طرف رجوع کریں گے۔ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ سیف الدولہ نے ایک دن اپنی محضر میں حاضرین سے ایک کلمہ پوچھا کہ وہ کلمہ ممدود ہے اور اس کی جمع مقصور ہے بتائیں کہ وہ کون سا کلمہ ہے کسی کو نہیں آیا پھر ابن خالویہ سے پوچھا آپ بتائیں تو انھوں نے کہا مجھے پتہ ہے وہ دو اسم ہیں۔ پوچھا کہ وہ کونسے ہیں تو کہا ایک ہزار درہم دو تب بتاؤں گا اس کی ایک اور مثال ابوعلی فارسی استاد ابن جنی عضدالدولہ نے ابوعلی فارسی سے کہا نحو میں ایک کتاب لکھیں تو ابوعلی فارسی نے کتاب ایضاح لکھی اور ایک دن اسے عضدالدولہ کے سامنے پیش کیا تو عضدالدولہ نے دیکھنے کے بعد کہا آپ ہماری معلومات سے زیادہ کوئی چیز نہیں لکھ کر لائے تو وہ واپس لے گئے۔ ابوعلی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ اپنی سیرت اختصار پر چلے ہیں پھر وہ تفصیل سے لکھ کر لے گئے تو عضدالدولہ نے دیکھ کر کہا شیخ کو غصہ آیا ہے کوئی ایسی چیز لکھ کر لائے ہیں جسے ہم سمجھ سکتے ہیں اور نہ وہ خود۔

اس سلسلہ میں اس صدی کے مدارس کے نصاب میں پڑھائی جانے والی کتاب سیوطی شرح الفیہ ابن مالک ہے۔ اس وقت اپنے علم با اعلمیت کو دوسروں میں مقبولیت و پذیرائی بخشنے کے لئے ایک تو علم کو اختصار سے پیش کرتے تھے اور دوسرا اس کو شعر میں پیش کرتے تھے۔ اسی تناظر میں ابن مالک نے نحو کو شعر میں پیش

کیا تو یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکی تو سیوطی نے اس کی شرح لکھی یہ پاکستان بننے سے تقریباً ۵۰۰ سال پہلے کی بات ہے۔ اب تک پاکستان کا نصاب تعلیم کتنا بدل چکا ہے یہ وزارت تعلیم کے عملے سے پوچھیں البتہ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ یہ ضرورت کے تحت کتنی دفعہ بدلا گیا ہے کم سے کم ۱۰ دفعہ تو بدلا ہوگا۔ بہت سے علمائے نوابغ درد مند امثال محمد باقر الصدر آیت اللہ مدرس نے تحریک چلائی کہ حوزات کے نصاب کو بدلیں تو کہتے ہیں کہ یہ اتنا مشکل ہے کہ اس کو بدلنا ان کے بس میں نہیں، اس کو پڑھنے والا ایک عمر ضائع کرنے کے بعد ملا بنتا ہے۔ بتائیں دیگر زبانوں کی گرائمر پڑھنے کیلئے کتنے سال درکار ہوتے ہیں اور یہاں کے دینی مدارس میں گرائمر پڑھنے والا کتنے سال لگاتا ہے۔ مقصد صرف یہ نہیں کہ طالب علموں کے بہت سے قیمتی سال برباد ہوجائیں بلکہ اس کے بہت برے عزائم ہیں ان میں سے ایک احتکار علم ہے تاکہ بہت محدود افراد ہی علم نحو پر اجارہ داری کا دعویٰ کرسکیں۔ ورنہ دنیا میں وہ کونسی زبان ہے جس کی گرائمر پر عبور کیلئے کئی سال سے زیادہ وقت درکار ہو، بتائیں کہ یہاں اردو زبان کی گرائمر کو سمجھنے کیلئے کتنے سال لگتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم نحو کو پروان چڑھانے والے لوگ دراصل لوگوں کی عمر کو تلف اور ضائع کرنے والے ہیں اور یہ سب بُری نیت والے لوگ ہیں وہ دینی درسگاہوں میں پڑھنے والے طالب علموں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے ان کی عمروں کو ضائع و برباد کرتے ہیں اور آخر میں یہ صم بکم والے اور قرآن سے چڑنے والے بن کر ان درسگاہوں سے فارغ ہوتے ہیں۔ قرآن کے حوالے سے گونگا بن کر درسگاہوں

سے فارغ ہونے والوں اور قرآن سے چڑنے والوں سے ہماری دوستی نہیں ہوسکتی۔ یہ لوگ منورین نحویین خائنین ہیں۔

چنانچہ یہ حوزات میں محدود ہوتے ہیں۔ پورے حوزۂ نجف میں مدرس سیوطی مطول میں نامور شخص مدرس افغان تھے ان کے درس کے شرکاء آغائے خوئی کے درس کے برابر تھے۔

جن لوگوں نے نحو کو پروان چڑھایا وہ حسن نیت کے مالک نہیں تھے وہ ایران و فارس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہنر و قابلیت و لیاقت کی نمائش کر کے ارباب اقتدار سے مال و زر حاصل کرتے تھے ان میں سے بعض شعوبی تھے وہ ضد عرب و ضد اسلام تھے۔ انہوں نے شواہد نحو کیلئے قرآن اور سنت رسولؐ کو چھوڑ کر جاہلیت عرب کے مجہول السند شعروں کو بطور سند پیش کیا ہے۔ ان اشعار میں سے بہت کم اشعار ہونگے جو جاہلیت اولیٰ سے منسوب ہیں یہاں تک کہ معلقات بیع جو بعثت اسلام سے پہلے کا بتایا جاتا ہے وہ بھی بعد کی اختراع ہے۔ خلفاء میں سے حضرت علی سے منسوب دیوان کو بزرگ تہرانی نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آپ کا نہیں ہے۔

منورین نحویین

جس جس نے مروجہ درسگاہوں سے پڑھا ان میں سے اکثر و بیشتر نے کم و بیش اپنے کرم نوازوں سے نمک حلالی کا حق ادا کیا ہے، بہت کم انسان ہونگے جو نمک لینے کے بعد حق نمک اداء کیے بغیر انکے بالمقابل آ گئے ہوں۔ استاد علوم عربیہ جامعہ دمشق سعید الافغانی اپنی کتاب فی اصول النحو ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں اختلاف بین

نحویین کوفہ و بصرہ حد اعتدال اور دین و شریعت سے تجاوز کر کے اپنے علوم کو صرف کسب مال و جاہ و مقام کی خاطر ٹوکری میں ڈال کر عکاظ بغداد کیلئے نکلے۔ وہ اس میں سبقت آزمائی میں کوفہ نکلے تھے جہاں کسائی پہلے ہی سے دربار رشید میں پہنچے ہوئے تھے لہٰذا وہ خلیفہ اور ان کے خاندان اور وزراء کے گھروں میں کوفیوں کو لگاتے تھے۔ چونکہ علم میں فوقیت و برتری بصریین کو حاصل تھی لہٰذا کوفیوں نے احساس حقارت اور وعقدہ عصبیت میں کوئی کسر چھوڑے بغیر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بصرہ سے متعلق نحویین کو دور کرنے کی کوشش کی۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے علماء بصریین کے مقابل ضعیف ہیں گویا کسی نقلی کارخانے کے مالک نے سفارش لگا کر اصلی کارخانہ والے کے لائیسنس کو منسوخ کیا ہے لہٰذا کوفی علم بصرین کی تحقیر کرنے لگے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں کسائی اور اصمعی یہ دونوں ہارون الرشید کے دربار میں ہوتے تھے دونوں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں حاضر ہوتے تھے اور ساتھ ہی نکلتے تھے۔ ایک کلمہ کے رفع و نصب میں اختلاف ہوا تو کسائی نے اصمعی سے کہا کہ چپ ہو جاؤ تو کیا جانتا ہے اصمعی خاموش رہے۔ کسائی کے اصمعی سے خطاب کا انداز ملاحظہ کریں۔

سیبوٴ یہ سب سے پہلے کتاب جامع علم نحو کو کسب مال و جاہ اور تعصب کی خاطر اپنے علم کو ٹوکری میں ڈال کر عکاظ بغداد روانہ ہو گیا۔ وہاں کسائی نے اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے سیبوٴ یہ کو شرمندہ کر کے وہاں سے جانے پر مجبور کیا آخر میں اس دکھ اور شرمندگی میں ۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

یزیدی کہتے ہیں مہدی نے مجھے اور کسائی دونوں کو بلایا دونوں ساتھ دروازے پر پہنچے تو کسائی نے کہا اعوذ باللہ من اسرہ یا ابا محمد، یزیدی نے کہا میری طرف سے کوئی شر نہیں ہوگا۔علماء نحویین کی اقطاب سر برآوردہ شخصیات کا علم نحو کو زراندوزی میں صرف کرنے کی بھرپور کوششوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ علم ابتداء ہی سے قرآن کریم کی خدمت کے لئے وضع نہیں کیا گیا تھا بلکہ قرآن کو مشکل ومعمہ اور گونگا پیش کرنے اور جڑ سے اکھاڑنے کے لئے وضع کیا گیا تھا لیکن آیت **وعدہ یریدون ان یطفئو نو اللہ** ان کے عزائم میں حائل ہوگئی۔

ابن امضاء:[کتاب نشاۃ نحوص ۱۳۶:]

ابو العباس احمد بن عبد الرحمٰن لخمی قرطبہ کے ایک علمی گھرانہ میں پیدا ہوئے، اشبیلہ میں ابن رماک سے کتاب سیبوٴیہ پڑھی۔اس کے علاوہ اور بھی کتب لغت و ادب پڑھیں۔وہ نحو کے ساتھ دیگر علوم میں سے ہندسہ سے بھی شغف رکھتے تھے۔ وہ اپنے دور میں میدان علم میں وحید عصر تھے۔حکومت موحدین میں دور یوسف بن عبد المومن میں رئیس قضات بنے۔انہوں نے نحو میں ایک کتاب المشرق فی النحو کے نام سے لکھی ہے اسی طرح ایک اور کتاب الرد النحاۃ کے نام سے لکھی ہے۔اس کتاب میں انہوں نے مشرقی نحات اور ان کے بعض قواعد کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے جس کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔انہوں نے ایک اور کتاب لکھی تنزیہ القرآن عما لا یلیق بالبیان بھی لکھی ابن حروف نے اس کتاب کی رد میں ایک کتاب تنزیہ ائمہ نحو کے نام سے لکھی ہے جس میں علماء کو خطاء وسہو سے مبرہ قرار دیا گیا ہے

۔یہ خبر سننے کے بعد ابن امضاء غصے میں آئے اور کہا کہ ایسے لوگوں کی رد سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔انہوں نے ۹۲ھ کو اشبیلہ میں وفات پائی۔

نحویین اور قرأت قرآنی

[کتاب اصول نحو و دراسہ فی فکر الانباری تالیف محمد سالم صالح ۱۶۶] قرآن اور قرأت دونوں مترادف کلمات ہیں معنوی لحاظ میں قرآن اور قرأت ایک دوسرے سے مختلف نہیں جس طرح قرآن وحی ہے قرات بھی وحی ہے یا قرآن اور قرأت دو متعارض و متضاد حقیقتیں ہیں جن میں آپس میں تضاد و تنافی پائی جاتی ہے۔ یہاں اگر اصل قرات کی بات ہے تو وہ ٹھونسی تو نہیں جاتی ہے قرآن اصل ہے اور قرات اس پر ٹھونسی گئی ہے اس صورت میں اگر قرات مترادف قرآن ہوگی اور وہ وحی ہوگی تو ہر قرات حجت ہوگی اس حساب سے قرأتوں کی تعداد کے حساب سے قرآن کی ایک آیت اور ایک کلمہ کے کثیر معانی بنیں گے یہ ایک حقیقت نا قابل انکار ہے کہ قرآن کریم اصل ہے اور قرآن ہی سے لغت و نحو کی صحت و سقم کا استشہاد ہوگا۔دوسری حقیقت یہ ہے کہ علماء نحو نے اس صورت میں قرات استشہاد کو درست قرار دیا ہے کہ:

۱۔صحت وسند ہو یعنی اس قرات کی سند اپنی جگہ درست ثابت ہو۔

۲۔رسم عثمانی کے ساتھ موافقت رکھتی ہو ولو احتمالاً۔

۳۔اصول لغت عربی کے ساتھ موافقت رکھتی ہو یہ ایک دو لا تخل ہے۔ لغت کی صحت کا استناد استشہاد قرآن سے ہوگا اور قرآن کی آیت سے استناد اس

وقت ہوگا کہ یہ قرات اصول عربی کے ساتھ موافقت رکھتی ہو۔علم نحو حفظ قرآن اور فہم قرآن کے لئے وجود میں آیا ہے اس بات کا پول اس وقت کھل جاتا ہے کہ جب نحویین نے قرات کثیرہ کو سادہ شرائط میں جائز گردانا، یہ بھی ادیبوں کے ادب کی ایک کہانی ہے اس کا رد ہم نقد علم نحو میں کریں گے۔

منورین نمک حرام

ان سے ہماری مراد مدارس وحوزات علمیہ سے فارغ یا بھگوڑے اور نام نہاد علماء اعلام ہیں۔ان کو نمک حرام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان مروجہ درسگاہوں سے پڑھے ہوئے لوگ بین الاقوامی این جی اوز کی اسکالرشپ سے پڑھتے ہیں اور ان کے مقاصد میں ہے کہ اس ملک وملت کو سیکولر بنانا ہے۔انہوں نے اسے مغرب کی مستعمرات بنانے اور یہاں استعمار کے مقاصد کے حصول کیلئے ہر قسم کا اور ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہوتا ہے جس پر وہ کاربند ہیں اور ذرہ برابر وعدہ خلافی نہیں کرتے اس لحاظ سے وہ ان کے ساتھ نمک حلال ہیں۔لیکن انہوں نے جہاں سے پڑھا ہے مجھے اس بارے میں معلومات نہیں البتہ یہ بھی این جی اوز کے یا نیم این جی اوز کی امداد پر چلنے والے ادارے ہوں گے کیونکہ بہت سے مسلمان خوش فہمی میں بھی رہے کہ یہاں کے اخراجات مومنین کی خیرات سے پورے ہوتے ہیں بہرحال انہوں نے دین کے نام سے پڑھا اور لوگوں کو نور دکھانے کے وعدے کیے لیکن یہ نور قرآن اور محمدؐ سے نہیں لیا انہوں نے عرب کے جاہل بدوؤں کے اشعار پڑھ کر بندوں کو دھوکہ دیا۔مسلمانوں کو نور دکھانے والے ظلم کدوں اور الحادیوں کے رہنما

بن گئے اور ان کے منشور کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

منورین و منتشرین

اس ملک میں جو بھی جرم و خیانت کا واویلا اٹھتا ہے، قومی دانشوران ٹیلی ویژن پر اخبار و جرائد کے صفحات پر نمودار ہوتے ہیں۔ اداکار صحافی اور وزراء اس بڑھتے ہوئے جرم و جنایت کا حل ان دانشوران کے سامنے رکھتے ہیں تو وہ ہر ایک سے کلمات والفاظ بدلتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں ہم جب نجف میں تھے تو ہمارے بلتستان سے ایک حکیم تشریف لائے تو بہت سے طلبا اپنے اپنے امراض کی شکایتیں لے کر ان کے پاس گئے۔

۱۔ کسی نے پیٹ کے درد کی شکایت کی۔

۲۔ کسی نے سینے کے درد کی۔

۳۔ کسی نے سر میں درد کی۔

۴۔ کسی نے بچہ نہ ہونے کی۔

۵۔ کسی نے حافظہ کم ہونے کی۔

۶۔ کسی نے جوڑوں میں درد کی شکایت کی۔

۷۔ کسی نے داڑھی نہ ہونے کی شکایت کی۔ اس طرح کی بہت سی شکایات سامنے آئیں تو موصوف نے سب کیلئے دواء کا ایک نسخہ دیا جو اسہال و پیچس کی دوا تھی۔ ہمارے دانشوران بھی تمام مسائل کے حل میں یہی تجویز دیتے ہیں کہ اس

ملک میں علم کا فروغ ہونا چاہیے۔ اور جب آپ ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی، ہتکِ ناموس وغیرت کے نام سے قتل اور دہشت گردی وخودکشی کو روکنے کیلئے چارہ جوئی اور منصوبہ بندی کی بات کرتے ہیں یا سرقت وچوری اور بھتہ خوری کو روکنے کی بات کرتے ہیں تو کبھی وہ کہتے ہیں کہ انتہا پسندی اور دیگر مذکورہ مسائل کے حل کے لئے پانچ وقت کی نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور حج کو جاتے وقت ہاتھ میں تسبیح رکھیں یہ تمام مشکلات کا حل ہے۔ اور عموماً یہ دانشوران تمام مسائل پر یہ تجویز دیتے ہیں کہ تعلیم کو فروغ دینا چاہیے جبکہ یہاں قومیت کو ہوا دینے اور ہر آئے دن نئے صوبے بنانے اور صوبوں کو زیادہ خودمختاری دینے، ضلع اور گاؤں کی زبان کو نصاب میں شامل کرنے اور اردو کی چھٹی کرانے کی تحریک بھی یہی تعلیم یافتہ اور نام نہاد دانشوران ہی چلاتے ہیں۔ پاکستان ایک وطن ہے جہاں مرکز سے دور دراز علاقوں میں گورنر ہوتے تھے۔ ان علاقوں کے انتظامی امور سنبھالتے تھے پھر انہی روشن خیالی اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد نے صوبے کی تحریک شروع کی جونہی ان تعلیم یافتہ افراد کی تعداد بڑھتی گئی انہوں نے اپنی نوکری اور کرسی کے لئے نام نہاد حقوق کے جھنڈے اٹھائے صوبہ در صوبہ ضلع در ضلع آخر میں قوم کو کیا ملا ساری دولت انہی بے ضمیر لوٹا سیاستمداروں کو ملی۔ وزارت میں قوم کے حقوق تلف ہوئے اگر اس ملک کے کوئی غدار لوگ ہیں تو بھٹو نے اپنے اقتدار کے خاطر ملک کے بڑے حصے کو بیچ دیا۔ اگر مزید چھوٹے صوبے بناتے تو آج پاکستان بنانے والے قائدین کا ختم نہ ہونے والا ادھار نہ چکاتے۔ یہ والا حق کسی گراں چیز کی خاطر تھا؟ الگ صوبے بنائیں

وزارت، گورنر دیں پھر بھی انہیں محسنین اسلام کہتے ہیں۔ بلکہ ضلع کھرمنگ میں نام نہاد جھنڈے اٹھانے ہندوستان کی طرف گئے کہ وہ لوگ بھی مسلمان ہیں ہمیں کہتے ہیں کہ وہاں چیزیں سستی ملتی ہیں۔

منورین کی روشن خیالی کی شعائیں

اگر ہم پوری تاریخ برصغیر میں مسلمان منورین کی تاریخ کو اٹھائیں تو اس کی لمبی فہرست بتاتے ہیں جہاں ترقی پسند روشن خیالوں کی سوانح حیات تدوین ہوئی ہمارے پاکستان میں اس کاروان کے میران میں سرسید احمد خان' محمد علی جناح' اقبال سرفہرست ہیں۔ ان کے بعد حکیم سعید، عبدالقدیر خان کا نام لیتے ہیں۔ آج تک لوگ ان کی روشن خیالی کی داد دیتے اور ثنا خوان ہیں بلکہ یہ ذوات اب ہمارے لئے نمونہ مثال بنی ہوئی ہیں۔ تنہا سیاسی اجتماعی دانشوران ملک کے اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات بلکہ علماء اعلام جنہوں نے جدید علوم کی تحفہ العوام بھی نہیں پڑھی ہے وہ بھی ان کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ وہ زندگی میں اپنے آپ کو حضرت محمدؐ سے بے نیاز دکھاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیعہ سنی جو ہمیشہ ایک دوسرے کے دست و گریبان ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم انہی کی سیرت پر چل کر پاکستان کو دوام بخش سکتے ہیں۔ آگے جا کر ترقی پذیروں سے ملا سکتے ہیں۔ یہ منطق اپنی جگہ ان کی طرف سے درست لگتی ہے اگر ہم آج بھی حضرت محمدؐ کو ہی اسوہ بنانے پر اصرار کرتے تو بھٹو کو کیا جواب دیں گے؟ ہم قائد عوام کی روح کو کیا جواب دیں گے نواز شریف کو کیا جواب دیں گے؟ عبدالقدیر خان کو کیا جواب دیں گے۔ اگر محمدؐ پر اصرار کریں گے تو

وہ فرمائیں گے قل یا ایھا الکافرون لکم دینکم ولی دین۔

۱۔ایوانوں میں اعلیٰ اسناد کی شرط کے ساتھ جعلی اسناد کی فروخت حتیٰ کہ دین و ملت سے ماورا آزاد درس گاہوں کے علاوہ دینی مدارس سے بھی خود ساختہ فارغ تحصیل اسناد ان کی نور افشانی کی ایک جھلک ہے۔

۲۔انتخابات میں امیدواروں سے ضروریات دین سے متعلق سوالات پر فریاد وغوغا اور سراپا احتجاج ہونا۔

۳۔سکولوں کے نصاب کتابوں سے اصحاب امہات المومنین آیات جہاد و قتال کا اخراج۔

۴۔دین پرستوں پر انتہاء پسندی کی الزام تراشی لگا کر قوم پرستوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۵۔۹۵ فیصد مسلمان نشین پاکستان میں وسعت فراغ دلی، روشن خیالی کی بنیاد پر حکومت بنانے کی تحریک۔

۶۔دین وشریعت سے آزاد منورین کی صحافت۔

۷۔دین وشریعت سے آزاد تنظیم۔

۸۔دین کے نام سے کفر والحاد سے الحاق تنظیم۔

۹۔ایوان اسلامی بے حجاب فحاش اداکاروں کا استقبال اور اس پر فخر وناز۔

۱۰۔خواتین کو ڈبل حق ووٹ دے کر چور دروازے سے ایوانوں میں پہنچانے کی دھوکہ بازی۔

۱۱۔ جمعہ و جماعت یا منبر اسلام دینیات کے مراکز میں دین کے اصول وعقائد اور تاریخ اسلام سے نابلد لوگوں کے ٹھیکے میں دینا منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۲۔ حوزات و مدارس میں داخل ہونے کے بعد علم و استدلال کی منطق کے جنازے نکلنے تک سرمایہ اسلام، سپاہ امام زمان کے القاب سے نوازنا منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۳۔ اسلام کے موسس و بانی نبی کریم کے نام گرامی اور نمونہ زندگی کو مٹانے بھلانے کے لئے امریکہ اور برطانیہ کی درس گاہوں سے فارغ تحصیلان رعایت یا فتوں کے راہ و رسم و خطاب کو مشعل راہ نمونہ بنانا منورین کی شعائیں ہیں۔

۱۴۔ کوئی قابل ہو یا نالائق، اصلی اسناد کے حامل ہوں یا جعلی اسناد کے، پڑھے لکھوں کے روزگار کو تنگ کر کے نالائقوں کو سرمایہ دار، اعلیٰ مقدرات دولت کا مالک بنانا منورین کی شعائیں ہے۔

بعض منظمات نابالغان بلوغ ناپذیر و بالغان لیس علی القواعد جن کا نام امامیہ رکھا یہ نام اپنی جگہ مشترک لفظی ہے۔ زیدی اسماعیلی بہری نصیری فتحی، اثنا عشری ہے۔ واضح رہے کہ تاریخ فرق مذاہب شناسوں نے ان کے اور بھی فرقے بتائے ہیں۔ ان میں سے بعض نے شریعت کی منسوخی کا اعلان کیا۔ انہیں صرف زندگی گزارنے بعض دیگر نے شدت سے شریعت کی بقاء پر اصرار کیا ہے۔ لیکن ہمارے جدید ممتاز عمائدین کا فرمان ہے کہ ہمیں سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے، ہمارے پاس فرقے نہیں ہیں ہم سب ایک جیسے ہیں۔ قبلہ آغائے ساجد نقوی و ناصر اور ان

کے مجالس نظار والوں کا کہنا ہے کہ بعض علماء اعلام نے ان کو بارہویں امام کا چشم و چراغ اور نور دید بتایا ہے۔

بعض کو انہی کے چہرے میں مستقل درخشان نظر آتا ہے سب کے ساتھ ہمیں بھی نظر آنے لگا کہ یہ منورین ہر سال کوشش کرتے ہیں۔ جہاد ادا کار نواشوں کی حاجتوں کو امام زمانہ تک پہنچانے کے لئے گاڑیاں بک کرتے ہیں تا کہ قریب نالہ تک پہنچا کر وہاں خضر کے حوالے کریں۔ پھر خضر وہاں سے جزیرہ برمودہ پہنچائیں جہاں آپ قیام فرما رہے ہیں۔ یہ ان کی نور و ہدایت کی شعائیں ہیں جہاں سے وہ ایک ہزار سال پہلے مرے ہوئے انسان کی معرفت لینا چاہتے ہیں۔ دنیا میں پیدا نہ ہونے والے مہدی کے سپرد امامت کرنا چاہتے ہیں۔

وجود امام مہدی کے مصرین منافقین ہیں کہ وہ اس عقیدہ دم بریدہ، سر بریدہ کو شکستہ چہرہ ناشناختہ کے عقائد کو ٹھوس کر خلائق کو کرب و اضطراب میں ڈالنے کے عزائم کے علاوہ انقلاب مہدی کو انقلاب کمیونیزیم کی فکر سے استناد کر رہے ہیں۔ جہاں لوگ بادل نخواستہ ان کے تسلیم ہو جائیں ان دو برے نظریات کے ذریعے وہ مہدی حاضر خانی کو تسلیم کرنے کی تمہید بنا رہے ہیں۔

جماعت اسلامی:

سنا ہے جماعت اسلامی کی تنظیمی شاخوں میں سے ایک شاخ مسیحی بھی ہے۔ یہ لوگ مختلف مواقع پر مسیحیوں سے دوستی یکجہتی سننے میں آتی ہے۔ دین اسلام کے دونوں مصادر قرآن وسنت میں اللہ نے مسیحیوں کو یہودیوں کی بانسبت زیادہ

عنایت سے نوازا ہے نیز ایمان بہ مسیح ہماری جزء اعتقادات میں سے ہے لیکن ان کے تمردات مسلمانوں کی عدوات و بغضاء کی وجہ سے نبی کریم اور اسلامی حکومت کے دور راشدین میں انہیں مسلمانوں کی رعیت و رعایت میں رہنے والے قرار دیا گیا ہے۔ ان کو اپنے تنظم کا حصہ بنائیں عام مسلمانوں کے برابر بنائیں اس کی منطق سمجھ نہیں آئی ہے۔ جہاں آپ نے مسیحیوں کی شاخ بنائی ہے کیونکہ شیعوں کی بھی کئی شاخیں ہیں لیکن سوائے ساجد و وحدت مسلمین کے علاوہ اپنی کتابخانوں میں کوئی مظاہر نہیں ہے۔ اسلام دوسری ملت سے اس وقت تک دوستی کرتا ہے جب تک وہ تعدی و تجاوز نہیں کرتا ہے لیکن پاکستان کے مسیحی بین الاقوامی مسیحیوں کے منشور اہداف کے تحت یہاں تخریبی کاروائیاں کرتے ہیں چنانچہ ہر سال نبی کریم کی اہانت و جسارت کرتے آئے ہیں جبکہ یہاں ہندو سکھ بھی رہتے ہیں ان کی طرف سے کوئی اہانت و جسارت سننے میں نہیں آئی ہے۔ جماعت اسلامی کا بظاہر الحادی سیکولروں کے ساتھ اتحاد بھی قرآن وسنت سے متصادم نظر آتا ہے۔

روشن خیالوں کے منافقانہ عزائم

۱۴۳۴ھ کی انتخاباتی انتظامیہ کس کے ایماء اور ہدایت پر چلتے تھے یہ ہماری رسائی سے باہر ہے۔ تاہم ان کی متضاد حرکات وکلمات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ منافقت کی راہ پر چلتے تھے یعنی ایک دفعہ سیکولرز، دین و مذہب سے نا آشنا امیدواروں سے نماز روزہ وکلمہ کا امتحان لے کر یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہاں آئندہ قائم ہونے والی حکومت طالبان یا اسلام کی ہوگی لیکن اس کے بعد

علامہ نقوی امام خرافات نے اپنے بیانات اور اپنے جریدے میں کالم نگار سبطین شیرازی کے ذریعے اس کی فلسفہ تراشی کی ہے۔ ہم جیسے بے وقوف ذرائع بیان سے محروم لوگوں کے کہنے ان سے سننے یا سمجھنے کی صلاحیت سے محروم انسانوں کی یہ تفسیر کی تھی کہ یہ لوگ اسلام کے مخلص اور شیداء ہیں فرقوں کے ہوتے ہوئے یہاں اسلام کا اٹھانا ناممکن ہے۔ شاید وقت آ گیا ہے اسلام کو فرقوں کی دلدل سے نکالنے والے لوگ میدان میں اتر چکے ہیں لیکن ملک کے سپہ سالار کے بیان اور اس پر کالم نگاروں کی تفاسیر سے پتہ چلا ہے کہ الیکشن کمیشن نے اسلام کا نام لیا ہے۔ چنانچہ سپہ سالار نے اس غلط یا ضد اسلامی اعلامیہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ ملک پاکستان اسلام کے نام سے بنا ہے لہٰذا اسلام کو پاکستان سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اُن کے بیانات سے اس امید پر پانی پھیرتے ہوئے اعلان کیا کہ مذہب کے نام پر ووٹ لینا جرم ہے۔ اس سے پتہ چلا ہے ان کے دل میں اسلام کے بارے میں حقد و کینہ بغض و عداوت کی کتنی مقدار پائی جاتی ہے۔ یہاں یہ واضح نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے کسی فرقے کی بنیاد کہا ہے یا اسلام کے نام سے کہا ہے بہرحال ان کے ہمنوا روشن خیال یہ تفسیر کریں گے کہ ان کی مراد فرقوں کی بنیاد پر ووٹ مانگنا جرم ہے چنانچہ اس اعلامیہ کی توثیق و تائید کرتے ہوئے خالص اسلام و کفر کے درمیان الیکشن ہوگا یہ تفسیر اپنی جگہ مستحسن ہے لیکن ان کے چہرے ان کے حرکات پر چسپاں نہیں ہونگے۔ ہمہ وقت فرقوں کے لئے لیکن فرقے والے سال بھر اسلام سے الرجی رکھتے ہیں بلکہ بعض اوقات یہ بھی کہتے ہیں اسلام ایک مشترک

دین ہے اس پر سب کو مل کر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔فی الحال ہم خود اپنے فرقے کے لئے کرتے ہیں لیکن جب پانی ان کے سر سے گزر جاتا ہے تو اسلام کو استعمال کرنے میں جس طرح اس ملک کو جمہوریت سے تنگ آ کر آمریت سے پناہ لیتے ہیں۔ یہاں بھی اسلامی جماعتیں ہمیشہ سے سیکولر اور لادین طاقتوں سے اور الحادیوں سے تنگ آ کر اسلام کے خلاف غلاظت پھینکتی ہیں۔ میں ان علماء اعلام اسلامی جماعت یا اسلامی فرقوں کے نام سے ووٹ مانگنے والوں سے سوال کرتا ہوں پوچھتا ہوں کہ یہ جو کہتے ہیں نظام راشدہ یا نظام مرتضٰی یا نظام حنفی جعفری یا مصطفوی یہ شعار کیا خود آئمہ طاہرین و راشدین استعمال کرتے تھے یا بعد کے منافقین باطنیہ کی اختراع ہے؟ بتادیں، نظام اسلام کے شعار میں آخر کیا قباحت نظر آتی ہے۔

ملاؤں کی روشن خیالی

اس میں جائے شک وتردید نہیں کہ اس ملک کی اقتصادی اور سیاسی آزادی کا دیوالیہ کرنے میں دانشوروں کی روشن خیالی ہی کارفرما ہے۔تاہم ملاؤں کے کردار کو نظر انداز کرنے ان کی خدمات کو نادیدہ لینا بھی نا انصافی ہے بطور مثال تحریک اسلامی یا شیعہ علماء کونسل کے سربراہ جناب آغائے ساجد نقوی نے اپنی قیادت کا آغاز نظام مصطفٰی والوں سے، شریعت بل والوں سے ان کے بقول داڑھی والوں سے بلا آمان جنگ کا اعلان کیا ہے۔اس جنگ میں گرفتار افراد کا مقدمہ لڑنا، قید خانوں سے آزادی دلانا بیرون ملک ان کے لئے پناہ گاہ تلاش کرنا مرنے کے بعد

ان کے اہل خانہ کو شہید فنڈ دلوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ قاضی حسین احمد جیسے سیکولر انسان سے اتحاد کر کے ملی یکجہتی کونسل کا قیام اور ایران میں قائم انسداد فرقہ واریت کی تنظیم دارالتقریب اسلام اشعال، فرقہ واریت کی تنظیم عالمی مجلس اہل بیت ان دونوں کی نمائندگی عوامی اسلامی حکومت کے قیام کیلئے تحریک اسلامی کے قیام کے ساتھ اپنی تمام تر جدوجہد کا لب لباب اور مقصد اسلام محمد نہیں، قرآنیات نہیں بلکہ صرف علی ولی اللہ کی خاطر اتنی زحمتیں برداشت کر رہے ہیں اور یہ عزم بھی دیکھا جائے گا کہ یا علی مدد سے پناہ لینے والوں کو کسی اور پناہ گاہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ پھر مستہزاء اسلام یہ کہ پیپلز پارٹی بے نظیر سے بھی ہم شعار ہیں، کیا یہ متضاد عمل روشن خیالی کے لئے کافی ہے؟

جدت پرست قدامت پرست اصول پرست

ان دونوں کلمات کے استعمال میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ سامع متکلم کو ایک دوسرے کو اجازت نہیں دیتے ہیں وہ اس کلمہ کی وضاحت پیش کریں اگر کسی نے کہا ہم اصول پرست ہیں کہ کہیں گے پھر تو آپ گدھے پر سوار ہو جائیں کوئی علاج ومعالجہ نہ کریں، گاڑی یا جہاز میں سوار نہ ہوں۔ بجلی استعمال نہ کریں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم جدت پسند ہیں ہم عصر بین ہیں قدامت پسند نہیں ہم زمانے کے ساتھ چلتے ہیں ٹھیک ہے اس میں کیا حرج ہے لیکن جدت پسند بننے کے لئے کیا کیا کرنا چاہیے؟ زمانہ ساز بننے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ روشن خیال بننے کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ کیا یہ جواب ہوگا کہ آپ ہر چیز میں مغرب کی تقلید کریں اگر ہم ایک ترقی

پسند مہذب قوم کی حیثیت سے اپنا تعارف کرانا چاہیں، عورتوں کو گھروں سے نکالیں، مجامع عمومی میں اجنبی مردوں کے دوش بدوش بیٹھیں، گاڑیوں میں مل جل کر بیٹھیں یا بند کمروں میں میٹینگ میں بیٹھیں۔ ثقافتی اجتماعیات کرائیں گانا ورقص کرائیں پھر ہی ترقی خود بخود آئے گی؟ اس کے مقابلے میں ان قدامت پرستوں کا بھی سامنا ہے جو ہر قدم ہر لمحہ کیلئے تیار رہتے ہیں کہ پھر تو کچھ نہیں رہا، اب کیا رہا ہے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دونوں گروہ خدمتگزار مغرب ہیں اسلام اس وقت لاوارث ہے۔

جدت پسندی

کیوں موضوع بنا ہوا ہے؟ اس کی کیا وجوہات ہیں تو اس سلسلے میں تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ امت اسلامی اس وقت زبوں حالی، پسماندگی حالت زاری محرومیت، ترقی ناپذیر کی صورت حال میں ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ سیاست اقتصاد اجتماعیات، اخلاقیات دفاعیات سب میں ہم پیچھے ہیں۔ اس میں جائے اختلاف ہے کہ ہم ان سب کا ازالہ چاہتے ہیں، علاج چاہتے ہیں دواء چاہتے ہیں کیسے تقدم کریں؟ کس طرح پیشرفت حاصل کریں؟ ایک تو ہے کہ صراحت صاف گوئی میں یا لغز معمہٰ نفاق گوئی یا صراحت گوئی میں یہ ہے کہ آپ دین و دیانت کی بات کرنا چھوڑ دیں، اللہ باللہ نہ کریں مغرب جو کہتا ہے وہی کریں یا نفاقی زبان میں اپنے بچوں کو پارسی مجوسی مسیحی این جی اوز کے اسکولوں میں

چھوڑیں وہاں جو سکھایا جائے سکھائیں۔عورتوں کو گھروں سے نکالیں حج وعمرہ پر جانا بند کریں۔اس طرح سے انہوں نے آیات قرآن کریم کو بھی پرانی کتاب کہا ہے۔ باخلاف الفاظ وکلمات لغت عربی میں اپنی من مانی تفاسیر وتاویل پیش کی ہیں جس طرح سرسید احمد خان وغیرہ کہتے ہیں۔

قائداعظم اور محمد علی جناح کا اسلام

اسلام کو محمد علی جناح اور علامہ اقبال سے جوڑنے پر اصرار وتکرار کی وجہ مغرب نوازوں کے پسند والے اسلام کو پیش کرنا ہے۔جس اسلام کا ہم یہاں نام لے رہے ہیں وہ اسلام قرآن ومحمدؐ نہیں۔دو حوالے سے انہیں پسند نہیں۔انہیں وہ پسند ہے جو برطانیہ کی درس گاہوں سے پڑھے ہوئے دانشوروں کا اسلام ہے۔یہ نعرہ ان کا نعرہ ہے جو اسلام کو قرآن ومحمدؐ سے جوڑنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔

ا۔انہیں وہ اسلام پسند ہے جو ہندوستان کے بریلوی، دیوبندی یا تہران والوں کا ہے۔ یہ لوگ سیاسی ہیں خالص سیاسیوں کے لئے اسلام خالص سیاسی ہونا چاہیے۔اس میں اسلامی کلی قبول نہیں یا یہ ان گروہوں کی تاسیس کرتے ہیں جن کا اسلام بریلی کے مولانا احمد رضا پر ختم ہوتا ہے۔جب ان لوگوں نے اسلام اپنے علاقے کی شخصیات تک محدود کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا لہٰذا جو میدان میں ہارنے والے، ہزیمت دکھانے والے، جیتنے والے ملے۔دنیا میں کافرین اور منافقین بنتے ہوئے سنتے تھے لیکن مسلمانوں کو منافق بنتے ہوئے ابھی دیکھا گیا ہے۔

میری کتب ان علماء کیلئے کانٹا بنی ہوئی ہیں۔ اس کا اندازہ علماء اعلام کے میری کتابوں کے بارے میں تادیبی جواب سے ہوتا ہے۔ ناواقف بے قرار سائل کے استفسار کے جواب میں سرکار آیت اللہ کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے جو مجلّہ دقایق اسلام ۲۰۱۲ ص ۱۴ پر دیا گیا ہے۔ سرکار آیت اللہ سے پوچھا گیا تھا کہ مولوی علی شرف الدین کی ہر نئی کتاب میں عقائد کو چھیڑا جاتا ہے لیکن اس کا جواب دینے والا کوئی نہیں۔ بے چارے سائل کو معلوم نہیں کہ ہمارے علماء کی کیا شان ہوتی ہے وہ ایسے مواقع پر پہلے اس شخص کے مقام حیثیت کو ناپتے ہیں پھر دیکھتے ہیں اس کا جواب دینا ہے یا نہیں اگر دینا ہے تو کیسے جواب دینا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جواب تحریر میں دیں کیونکہ یہ جواب تادیبی بھی ہوسکتا ہے۔ سائل کو معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا تحریری جواب دینا فرقے کی خودساختہ شناخت کے خلاف ہے۔ یعنی پیداوار گرنے کا خطرہ رہتا ہے اس لیے یہ علماء ایسی باتوں کے تادیبی جواب دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

ملک کی عسکری و انتظامی قیادتوں کا اسلام اقبال و جناح پر رکنا اور فرقہ و مذاہب والوں کا اسلام کلینی صدوق طوسی بخاری مسلم مسند پر رکنے کے فلسفے اب سمجھ میں آتے ہیں۔ ارباب اقتدار اس فکر کے حامی و داعی اس لئے ہیں کہ پاکستان ایک مسلم ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا ہے۔ بانیان کی بھی یہی نیت تھی ہمیں آگے نہیں جانا ہے یہ بات قرین صحت نظر آتی ہے۔ اس وقت کے بانیان اور اس وقت کے لطف اندوزوں کے لئے آگے تاریک رات ہے۔ یہ لوگ اپنی حجت کو

ثابت کرنے کے لئے دو کام کرتے ہیں ایک حجت کو محمدؐ سے تنزل کر کے آئمہ و اصحاب پر لاتے ہیں تا کہ جھگڑے کا مرکز میدان جنگ یہاں رہے۔ دوسرا کام یہ کرتے ہیں اپنے قائدین کو ایک درجہ اوپر لے جاتے ہیں تا کہ ان کے قائدین محفوظ رہیں نزاع وہاں چلتا رہے۔ اس وجہ سے ان کے ایک بانی لیاقت علی خان جس کی بیوی وہ پہلی خاتون تھی جس نے پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بیگمات لانے کی کاوشیں اس عزائم سوء کی نبیاد پر ہیں لیکن انسان مسلمان کے لئے یہ منطق مشرکین ہے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کی دین پر رہیں گے آگے نہیں جائیں گے۔ اسی طرح فرق و مذاہب کے داعیوں کو کلینی، صدوق، ابن تیمیہ، ابن جوزی، محمد بن عبدالوہاب سے آگے جانے کا راستہ نہیں مل رہا ہے۔ آگے باطنیوں نے خندق نہیں بلکہ خندقیں کھود رکھی ہیں۔ یہ سارا غصہ ان لوگوں پر نکالتے ہیں جو اس خندق کو عبور کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ بطور مثال اگر کسی نے کہا زنجیر زنی نہ کریں تو کہتے ہیں اصل میں خود عزاداری کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر عزاداری میں اصلاح کرنا چاہیں تو کہتے ہیں آگے جا کر کہیے گا۔ اگر مجتہدین کو حجت نہ مانیں تو کہتے ہیں اللہ کو نہیں مانتے۔

یہاں اسلام قبول کرنے اسلامی حکومت اور معاشرہ کی اقدار قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے والے جان دینے والے مسلمان کے حق میں ظلم و ناانصافی ہے۔ محمد علی جناح اور اقبال اور دیگر اسماعیلی عمائدین نے اپنے لئے مسلمانوں کیلئے ایک علاقہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مسلمانوں کے خیال میں اسے محمد علی جناح

اور اقبال کا اسلام کہنا غفلت اور دھوکہ ہے۔ اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات کو اپنے کلمات کی قد وقامت طول وعرض اور ان کا پتہ کرنے والوں کا بھی خیال کرنا چاہیئے کہ ایدا کیسے کہہ رہے ہیں۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

ایک عرصہ سے توسل نبی کریم، پھر آئمہ طاہرین جو کہ نص قرآن ﴿یا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا فی دینِكُمْ وَ لا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسيحُ عيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ كَلِمَتُهُ أَلْقاها إِلى مَرْيَمَ وَ رُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَ رُسُلِهِ وَ لا تَقُولُوا ثَلاثَةٌ انْتَهُوا خَيْراً لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلهٌ واحِدٌ سُبْحانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ وَ كَفى بِاللَّهِ وَكيلاً﴾ ''اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں سوائے حق بات کے کچھ مت کہو بیشک مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیھما السلام) تو صرف اللہ کے رسول ہیں اور وہ اُس کا کلمہ ہیں جو اُس نے مریم (علیھا السلام) کی طرف پہنچایا اور وہ اس (اللہ) کی طرف سے ایک روح ہیں پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین (معبود) ہیں (اس سے) باز آجاؤ (یہی) تمھارے لیے بہتر ہے بیشک اللہ ایک ہی معبود ہے وہ (اللہ) اِس سے پاک ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا ہو اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور اللہ ہی (بطور) کارساز کافی ہے۔'' (نساء ۱۷۱) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذينَ قالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ

قالَ الْمَسيحُ يا بَنى إِسْرائيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبّى وَ رَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَأْواهُ النَّارُ وَ ما لِلظَّالِمينَ مِنْ أَنْصارٍ

﴾ ''یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بیشک اللہ مسیح ابنِ مریم ہی ہے حالاں کہ (خود) مسیح (علیہ السّلام) نے فرمایا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا (بھی) ربّ ہے اور تمھارا (بھی) ربّ ہے بیشک جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو یقیناً اللہ نے اُس پر جنّت حرام کر دی ہے اور اُس کا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' (مائدہ ۷۲)۔ غلو در عیسیٰ کے علاوہ ہر آئے دن توسل کے متوسلین کی تعداد میں اضافہ بڑھتا گیا یہاں جو مزارات بنے ہوئے وہ ان کیلئے کم پڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ فقیہ پاکستان حوزہ نجف نے فرمایا کہ کسی لاٹھی کو بھی سامنے رکھ کر توسل کر سکتے ہیں لیکن اس دور میں ایک فقیہ نسیان میں نکلے جنھوں نے جو بت پرستی خرافات گزاف گویوں کو جھاڑو پھیرا لیکن آج ۹ رجب المرجب ۱۴۳۴ کو بینات صادر از الھدایہ جمادی الاول والثانی ۱۴۳۴ میں آیا ہے جس میں اس فقیہ فقید کے فرزند خلیل نے اس فتویٰ پر پانی پھیرتے ہوئے کہا ہے جہاں کہیں ان کے نام سے قبور بنائیں، ہمارے لئے محترم ہیں۔

فہرست کتب علی شرف الدین

تالیفات متواضعانہ منکسرانہ اصلاح طلبانہ شرف االدین

۱۔ قرآن سے پوچھو
۲۔ قرآن اور مشترقین
۳۔ انبیاء قرآن آدم نوح وابراہیم
۴۔ انبیاء قرآن موسی وعیسی
۵۔ انبیاء قرآن ھود سالح ذوالکفل
۶۔ انبیاء قرآن حضرت محمدؐ
۷۔ قرآن میں شعر وشعراء
۸۔ قرآن میں مذکر مونث
۹۔ اٹھو قرآن سے دفاع کرو
۱۰۔ تفسیر موضوعی
۱۱۔ ربوبیت والوہیت
۱۲۔ تفسیر موضوعی یوم آخرت
۱۳۔ تفسیر موضوعی یوم آخرت
۱۴۔ تفسیر احکام قرآنیہ
۱۵۔ ترجمہ تفسیر موضوعی آیت اللہ باقر الصدر
۱۶۔ مکتب تشیع اور قرآن
۱۷۔ قرآن میں امام وامامت
۱۸۔ سوالنامہ معارف قرآنیہ
۱۹۔ اہل ذکر کے واجبات
۲۰۔ مدخل الدراسات تاریخ اسلامی
۲۱۔ دور رشد ورشادات
۲۲۔ سلاطین عضوض مسلمین حصہ اول
۲۳۔ سلاطین عضوض مسلمین حصہ دوم
۲۴۔ سلاطین عضوض مسلمین حصہ سوئم
۲۵۔ تاریخ الحاد وعلمانیت
۲۶۔ برصغیر میں طلوع اسلام سے انتہا مغلین
۲۷۔ مدخل الدراساتر واۃ وروایات
۲۸۔ قیام پاکستان
۲۹۔ مردان فرق ومذاہب
۳۰۔ تفسیر سیاسی قیام امام حسین
۳۱۔ تفسیر عاشورہ
۳۲۔ عنوان عاشورہ
۳۳۔ معجم تالیفات ومولفین امام حسین
۳۴۔ قیام امام حسین کا جغرافیہ جائزہ
۳۵۔ اصول عزاداری
۳۶۔ مثالی عزاداری
۳۷۔ عزاداری کیسے اور کیوں
۳۸۔ مجلس مزاکرہ امام حسین
۳۹۔ اسرار قیام امام حسین
۴۰۔ انتخاب مصائب
۴۱۔ قیام امام حسین غیر مسلموں کی نظر میں
۴۲۔ قرآن وسنت میں حج وعمرہ
۴۳۔ معجم حج وعمرہ
۴۴۔ احکام قرآنیہ
۴۵۔ اجتہاد تقلید تجدید کا آغاز وانجام
۴۶۔ عصر حاضر کی مرجعیت
۴۷۔ مذاہب فقہی مسلمین
۴۸۔ موضوعات متنوعہ
۴۹۔ ولایت فقیہ
۵۰۔ افق گفتگو
۵۱۔ مدارس وحوزات پر نگارشات
۵۲۔ فصلنامہ عدالت
۵۳۔ شکوں کے جوابات
۵۴۔ جواب شکوہ
۵۵۔ بک گئے جواب ڈاکٹر حسن
۵۶۔ احلام تقریب بین المزاہب
۵۷۔ چھور کا والوں کا مذہب
۵۸۔ دار لثقافتہ سے عروۃ الوثقی
۵۹۔ سیکولرزم دخت الحادازم نواسی یہودازم
۶۰۔ ملاحظات برپایان نامہ فدا حسین حیدری
۶۱۔ اخوان صفا معاصر
۶۲۔ شاہراہ مسکونی
۶۳۔ مجلہ ثقافت اسلامیۃ مقالات قرانیۃ
۶۴۔ مجلہ اعتقاد چار شمارے
۶۵۔ مجلہ صرخۃ حق
۶۶۔ مدخل الدراسات فی الفرق والمذاھب
۶۷۔ دراسات فی الفرق والمذاھب
۶۸۔ حقوق طلبی
۶۹۔ فصل جواب
۷۰۔ آمریت کے خلاف آئمہ کی جدوجہد
۷۱۔ باطنیہ وبناتہا
۷۲۔ شیعہ اہل بیت
۷۳۔ علم اور دین
۷۴۔ عقائد ورسومات
۷۵۔ خطد احیون
۷۶۔ پیغام سودا اخبار سودا پیام نیم سبز
۷۷۔ علماء دانشواران بلتستان
۷۸۔ فدک ومادرا ماالفدک
۷۹۔ اعیاد مسلمین میں اسلام نہیں
۸۰۔ ملاحظات خاطفہ برپایان نامہ صاحبہ
۸۱۔ فقیہ غلات
۸۲۔ غشوانہ ماالغشوانہ
۸۳۔ اجتہاد۔ تقلید۔ تجدید
۸۴۔ دُنیا وآخرت قرآن عظیم میں